فقہی مسالک اربعہ کے ائمہ کے حالات و سوانح سے منتخب کردہ واقعات تقلید کی
کی شرعی حیثیت اور فقہ کی تدوین و ترویج جیسے مضامین پر مشتمل ایک دلچسپ کتاب

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

فقہی مسالک اربعہ کے ائمہ کے حالات و سوانح سے منتخب کردہ واقعات، تقلید کی
کی شرعی حیثیت اور فقہ کی تدوین و ترویج جیسے مضامین پر مشتمل ایک دلچسپ کتاب

مؤلف
محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۳۵۲۴۸۳ء

کتاب: ائمہ اربعہؒ کے دلچسپ واقعات
مولف: محمد اویس سرور
باہتمام: مولانا محمد ناظم اشرف
ناشر: بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر
1	عرض مرتب	21
2	مقدمہ	24
3	(1) فقہ کی تدوین وترویج	24
4	فقہائے صحابہ	24
5	فقہ کی تدوین	25
6	چار مکاتیب فقہ	27
7	حنفی مسلک	29
8	مالکی مسلک	31
9	شافعی مسلک	32
10	حنبلی مسلک	33
11	موجودہ دور میں مذاہب اربعہ کے پیرو	34
12	(2) تقلید کی حقیقت وشرعی حیثیت	35
13	(3) کتاب کی اہمیت وافادیت	43
14	(4) کتاب کی ترتیب	44
15	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ	47

16	نام ونسب	47
17	قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ سے حلف وولاء	48
18	پیدائش اور بچپن	49
19	صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	49
20	امام ابو حنیفہؒ اور علم فقہ وفتویٰ	50
21	حلقہ درس وتدریس	52
22	علمی ماثرات اور ان سے استفادہ	54
23	حلیہ، لباس، رفتار اور گفتار	58
24	ملفوظاتِ امام ابو حنیفہؒ	58
25	غروب آفتاب حق	60
26	اولاد واحفاد	63
27	امام ابو حنیفہؒ اور علم حدیث	64
28	حدیث کے چند شیوخ	70
29	قلت روایت کی وجہ	70
30	اٹھارہ سال، ایک استاد کی خدمت میں	73
31	قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید	73
32	مسئلہ کا فیصلہ	74
33	مسجد میں تکرار	75
34	ایثار وہمدردی کا انوکھا واقعہ	75
35	خوگر عشق وفنا	75
36	درویش صفت	76

37	والدہ کی راحت کا خیال	76
38	دو درہم، ماہانہ خرچ	76
39	درد والم سے بے نیاز محو جمال یار ہوں	77
40	فقہاء کی علمی شان	77
41	مسجد حرام کی توسیع کا ایک دلچسپ واقعہ	78
42	فقیہ، فقیر نہیں ہوسکتا!	79
43	آنکھوں کا نور	79
44	نعمت کا اثر	80
45	وقف ہوا گر لذت بیداری شب سے!	80
46	امام محمد کی امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضری	84
47	امام ابوحنیفہؒ کی فراست	85
48	امام ابوحنیفہؒ کی وسعت علمی	85
49	دشمن عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ کا واقعہ	86
50	غم آخرت کا روشن چراغ	87
51	واں ایک خامشی تیرے سب کے جواب میں	89
52	لایعنی سے احتراز اور مفید کاموں کا اہتمام	90
53	کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی	91
54	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سخاوت	92
55	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور قرآن کی عظمت	93
56	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجارت	93
57	دفینہ کی تلاش	94

58	امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کفالت میں	94
59	چار ہزار درہم کا قرض، ایک آن میں معاف	95
60	اہل علم کے ساتھ تعاون	96
61	ایک حدیث کے لیے..........!	96
62	امام اوزاعیؒ کے دل میں امام صاحب کی عظمت	96
63	ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں	98
64	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، ابن مبارک رحمہ اللہ کی نظر میں	98
65	تاجروں کے لیے ایک عظیم نمونہ	99
66	قسم کھانے پر نفس کو سزا	99
67	مہینہ بھر کا خرچ..........!	99
68	امام ابو حنیفہؒ کے اخلاق	100
69	اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر	100
70	رفع یدین کے بارے میں امام صاحب کا مناظرہ	101
71	گام گام احتیاط	103
72	مقروض کے سایہ میں بیٹھنے سے احتراز	103
73	یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے	104
74	افسوسناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ	104
75	اللہ پر توکل کا عجیب کرشمہ	105
76	امام صاحبؒ کی حکمت بھری باتیں	105
77	عہدہ قضاء سے انکار اور اس پر اصرار	106
78	ارجائیت کا الزام اور اس کا جواب	107

نمبر	عنوان	صفحہ
79	علامات سے معلول پر دلالت	108
80	چند انوکھے سوالات	109
81	اجرت کا ایک انوکھا مسئلہ	110
82	دو بھائیوں کی شادی اور ایک مشکل	111
83	الجھن کا حل	112
84	انوکھی قسم	112
85	وراثت کا ایک اہم مسئلہ	113
86	اتنا آساں نہیں ہے خوگر آزاد ہو جانا	114
87	ابو حنیفہؒ اور حضرت قتادہؒ کا ایک دلچسپ واقعہ	115
88	انوکھی مشکل اور اس کا حل	116
89	ابلتی ہنڈیا میں پرندہ گر جائے!	117
90	بھولی ہوئی بات یاد کرنے کا نسخہ	117
91	چور کی تلاش	118
92	نکاح کا عجیب وغریب مسئلہ	118
93	ایک غلام دو مالک	119
94	امام صاحب کی حیرت انگیز حاضر دماغی	119
95	آئے تھے ان کو ڈھونڈنے خود سے بے خبر گئے	119
96	چور کے سر میں پر	120
97	امام اعمشؒ کی مشکل کا حل	121
98	رمضان میں بیوی سے صحبت !!!	
99	سب سے قوی کون؟	122

نمبر	عنوان	صفحہ
100	تین طلاق کا اہم مسئلہ	122
101	دوانوکھے سوال	122
102	انڈہ نہ کھانے کی قسم اور اس کا حل	123
103	اگر میں قیاس کرتا تو یوں کہتا............	123
104	کوفی کی مشکل اور اس کا حل	124
105	پسندیدہ چیز	124
106	خود سے بے خبر	125
107	دشمن سے بھلائی	125
108	شاگردوں کی راحت کا خیال	126
109	پیکرِ حلم وصبر	126
110	مقتدائے وقت	127
111	کردار کا غازی	127
112	میر کارواں ہو تو ایسا............!	128
113	چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا	128
114	بادشاہ کو نصیحت www.besturdubooks.net	129
115	انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے	130
116	بیٹے کو نصیحت	131
117	امام صاحبؒ کی بہادری	131
118	کہیں سامان مسرت کہیں ساز غم ہے	133
119	دنیا نے ہمیں کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں	134
120	وفات کے بعد غیبی تذکرے	135

121	اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والا ایک نادان	135
122	خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت	136
123	امام صاحب کا ایک مبارک خواب	136
124	امام صاحب کے علم کا سرچشمہ	137
125	حوض کوثر کا جام	137
126	دنیا کا سب سے بڑا عالم!	138
127	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت ابوحنیفہؒ سے محبت	138
128	ایک دہریہ سے مناظرہ	139
129	امام صاحبؒ کی حاضر جوابی	140
130	نور بصیرت	142
131	امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ	147
132	مختصر حالات زندگی	147
133	نام ونسب	147
134	ولادت باسعادت	147
135	تحصیل علم	148
136	درس وتدریس	148
137	مسائل بتانے میں کمال احتیاط	149
138	امام مالکؒ، مشاہیر اہل علم کی نظر میں	150
139	حلیہ ولباس	151
140	انتقال پُر ملال	152
141	اولاد واحفاد	153

142	علمی ماثرات	153
143	موطا امام مالک	154
144	ملفوظاتِ امام مالکؒ	154
145	امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا باہمی تعلق	157
146	ابتدائے عشق	157
147	فیضانِ نظر یا کرامت مکتب	158
148	زمانہ طالب علمی کی مفلوک الحالی	159
149	اہل علم کے لیے ایک مثالی تحفہ	159
150	فتویٰ دینے میں غایت احتیاط	161
151	امام مالکؒ کی حاضر جوابی	162
152	آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ	163
153	حسنِ ذوق، سلامتی فطرت کی علامت	164
154	بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ	165
155	بالوں کی سفیدی	166
156	مدینہ منورہ کی سکونت کا راز	166
157	امام مالکؒ اور ایک متکبر نوجوان	167
158	مسجد یا جیل خانہ!	167
159	امام مالکؒ کی معاملہ فہمی	168
160	امام مالکؒ اور رونق طبع	168
161	امام مالکؒ کا شاعرانہ ذوق	169
162	ساقی! ذرا دینا تو میرا جام کہاں ہے؟	170

163	امام مالکؒ کی قوتِ ضبط وحفظ	171
164	مالک کی رائے پر عمل کرو!	171
165	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی	172
166	امام شافعیؒ، امام مالک کی آغوش تربیت میں	172
167	فقہی اختلافات اور امام مالکؒ کی وسعت قلبی	175
168	ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن	178
169	ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم	179
170	یہ عشق ہے جو کفر کو اسلام کرے ہے	180
171	بچھو کے ڈنگ اور استقامت مالکؒ	182
172	ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے	182
173	لیکن کچھ اور ہی ہے تیرے آستاں کی بات	183
174	امام مالکؒ کی سخاوت وفیاضی	184
175	امام مالکؒ کا حلم وصبر	184
176	اہل علم کا اعزاز واکرام	185
177	اظہارِ لاعلمی............عیب یا خوبی	185
178	فتویٰ سے رجوع اعلیٰ ظرفی کی علامت	186
179	شوقِ علم اور منزل کی جستجو	187
180	بہتر سے بہتر کی تلاش	187
181	حقیقی مالک بنے کا نسخہ	188
182	قوت حافظہ اور امام مالکؒ	188
183	حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام	189

184	ستائیس سال بعد گھر واپسی	190
185	محبت کے کرشمے	191
186	طیبہ کی زمین وہ مرے سرکار کی دنیا	193
187	امام مالکؒ کی فصاحت و بلاغت	194
188	امام مالکؒ ابوجعفر منصور کی نظر میں	195
189	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام مالکؒ سے محبت	195
190	قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ	196
191	وفات سے قبل	196
192	ہم ہی جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل	197
193	آہ! امام مالکؒ..........	198
194	**امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ**	121
195	نام ونسب	121
196	ولادت اور بچپن	202
197	تعلیم کی ابتداء	202
198	امام شافعیؒ کی علمی وسعت	203
199	تشیع کا الزام اور اس کا ازالہ	204
200	امام شافعیؒ، اہل علم کی نظر میں	206
201	حلیہ ولباس	208
202	ملفوظاتِ امام شافعیؒ	208
203	علمی ماثرات	211
204	انتقال پُر ملال	211

205	اولاد واحفاد	212
206	شاہراہ علم کا مسافر	214
207	زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ	216
208	شاگردی کا اعتراف	217
209	بغداد کا ناصر الحدیث	219
210	مصر کے لیے رخت سفر	220
211	اہل علم کی توجہ کے لیے..........	222
212	علم کلام کے بارے میں امام شافعیؒ کا موقف	222
213	مجھ کو ملی اپنی خبر مدتوں کے بعد	223
214	میں کوئی محفل نہ دیکھوں اس تیری محفل کے بعد	224
215	امام احمدؒ کی امام شافعیؒ سے محبت	224
216	امام شافعیؒ کی علمی وسعت	225
217	تشیع کا شبہ اور اس کی تردید	225
218	امام شافعیؒ کی تواضع اور زندہ دلی	227
219	ایک رات کی برکتیں	228
220	چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا	228
221	حضرت علیؓ کی انگوٹھی	229
222	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام شافعیؒ کے لیے دعا	229
223	مخلوق سے خالق کی پہچان حاصل کر!	230
224	آہِ سحر گاہی..........!	232
225	امام شافعیؒ کی سخاوت	232

226	اجماع کی حجت پر لاجواب دلیل	232
227	ایک انوکھا استدلال	234
228	وجہ محبت	235
229	قدردانی	235
230	خواہش نفس کا علاج	235
231	امام شافعیؒ کی فراست	236
232	امام شافعیؒ کی پیشین گوئیاں اوران کا پورا ہونا	237
233	چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے	238
234	ہمی جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل	239
235	دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا	239
236	اللہ کی رحمت سے ناامید	240
237	ادائیگی قرض کا اہتمام	241
238	**امام شافعیؒ کا سفرنامہ**	242
239	امام مالک سے ملاقات	243
240	امام مالک کے گھر میں	244
241	امام مالک کا اخلاق	245
242	عراق کا قافلہ	246
243	کوفے میں	247
244	امام محمد اور امام یوسف سے ملاقات	247
245	امام محمد کے ساتھ	249
246	ہارون رشید سے ملاقات	250

247	کتاب الزعفران کی تالیف	251
248	حجام کی بدسلوکی	252
249	امیر نے دولت پیش کی	253
250	امام مالک کی امارت	254
251	امام مالک کی سیرچشمی	255
252	امام مالک کا تقویٰ	256
253	وطن کو واپسی	256
254	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ	261
255	نام ونسب	261
256	ولادت اور بچپن	262
257	تعلیم وتربیت	263
258	اہل علم کا اکرام	264
259	مجلس درس	265
260	جوانی میں مرجعیت وشہرت	266
261	امام احمدؒ، اہل علم کی نظر میں	267
262	فقہ وفتویٰ میں امام صاحب کے اصول	271
263	علمی ماثرات	272
264	ملفوظات احمد بن حنبلؒ	273
265	وفات حسرت آیات	276
266	اولاد اور احفاد	277
267	امام احمدؒ، والدہ کی آغوش تربیت میں	278

268	امام احمدؒ کا تقویٰ	278
269	امام احمدؒ کے پہلے استاذ امام ابو یوسفؒ	279
270	تعلیم کا پہلا سال	280
271	حدیث کی عظمت	282
272	حدیث پر عمل کرنے کا آسان نسخہ	283
273	زندگی گزارنے کا ایک اہم اصول	284
274	گود سے گور تک علم کی تلاش	284
275	ایک عجیب جواب	285
276	نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی	285
277	نگاہِ شوق اگر میسر نہیں تجھ کو	285
278	بت خانہ بھی رہا کبھی یہ کعبہ دل	286
279	قبول ہدیہ سے انکار کی انوکھی وجہ	287
280	چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا	287
281	مخلوق سے بے نیاز	288
282	ایک درہم کا کاغذ	288
283	ادب	289
284	زہد کی نادر مثال	289
285	زمانہ تحصیل علم کی تنگ دستی	290
286	امام احمدؒ کا حیرت انگیز حافظہ	290
287	موت تک کے لیے..........	291
288	امام احمدؒ کا امام شافعیؒ سے قلبی تعلق	291

289	ایک سفارشی خط	292
290	تلخ نوائی میری چمن میں گوارا کر	293
291	امام احمدؒ کی مجلس میں خوش طبعی	293
292	اہل علم کی تعظیم	294
293	تواضع	294
294	مجھے ان کی تعظیم کرنی چاہیے!	294
295	جب حقیقت کھلی تو............	295
296	فقیری کی لذت سے آشنا	295
297	امام احمد بن حنبل اور فتنہ خلق قرآن	296
298	فتنۂ خلق قرآن کا پس منظر	296
299	امام صاحب کی گرفتاری قید اور دُرّہ زنی	297
300	امام صاحب کی طرف سے عام معافی اور درگزر	300
301	اس فتنہ کا خاتمہ	301
302	خراج عقیدت	301
303	دنیا سے بے رغبتی اور مال کا انکار	302
304	دردوالم سے بے نیاز محو جمالِ یار ہوں	303
305	مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا انہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو	304
306	امام احمد بن حنبلؒ کا ایک شہرۂ آفاق مکتوب	305
307	عقیدت	331

عرض مرتب

ہمارا لہو بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

سنت الہیہ یہ ہے کہ وہ دین حق کی حفاظت و اشاعت کے لیے ہر دور..........
ہر عصر.......... ہر صدی اور ہر زمانہ میں اہل حق، اصحاب علم، ارباب بصیرت، صاحبانِ کمال وفن کی ایک ایسی جماعت کو باقی رکھتا ہے جو دین حق کی آبیاری، چمنستان علم وعمل کی شادابی اور دین الٰہی کی ترویج واشاعت کے لیے تن من دھن کی قربانی پیش کرتے ہیں، ان کی زندگی میں آسائشوں سے خالی مشقتوں کے قافلے بھی ہوتے ہیں اور سفر وحضر کی صعوبتیں ومشقتیں بھی، خستہ مکانات، بوسیدہ پوشاک، ٹھنڈے چولہے، کچی دیواریں ٹپکتی چھتیں اور ویران زمینیں ان کا ساز وسامان ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ نہیں کہ ان کے پاس دنیا کمانے کے اسباب یا ہمت نہ تھی بلکہ اس لیے ان کی زندگی کا مقصد کچھ اور تھا۔

یہ انسانیت کو باطل کی تاریکی سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانا چاہتے تھے۔
یہ ظلمتوں کو مٹا کر روشنیوں کو بسانا چاہتے تھے۔
یہ ویرانیوں کو رونقوں میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔
یہ حق کا کلمہ بلند کرنا چاہتے تھے۔
خدا کے آخری پیغام کا پرچار ان کا نصب العین تھا۔
ترستی انسانیت کو اللہ سے ملانا ان کا مقصود تھا۔

ان کی محنت، ان کی تڑپ، راتوں کا رونا، ان کی مشقتیں، سفر وحضر کی مشکلات، وہ دن جن کا کوئی پُرسان نہیں تھا، وہ راتیں جن کی کوئی صبح نہیں تھی، صرف اس لیے تھا کہ اللہ کا آخری دین ساری دنیا کے انسانوں میں عام ہو جائے، اللہ کے بندوں کو بندوں کی

غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانا ہی ان کا مقصد حیات تھا۔

لیکن ان تمام آزمائشوں کے بعد جب قافلہ اسلامی کے مرد مومن کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آتا ہے تو زندگی کے ہزارہا طوفانوں اور آندھیوں کے باوجود اس درماندہ وشکستہ مسافر کے دل بے تاب میں ایمان کا چراغ روشن تھا اور اس ابدی سعادت کی مشعل ساتھ لے کر وہ اس جہاں سے رخصت ہوا۔

لاریب......... یہ مومن سعادت ابدی کا حامل ہے۔

لاریب......... یہ مومن اب شاداں وفرحاں ہے۔

لاریب......... یہ مومن کامیاب وکامران ہے۔

لاریب......... یہ مومن فتح یاب وبامراد ہے۔

زیرنظر کتاب قافلہ اسلام کی چار ''دیدہ ور'' شخصیات کے تذکرہ پر مشتمل ہے جن کی عظمتوں کا خورشید جہاں جہاں سے گزر گیا وہاں وہاں سحر ہوئی اور جہاں جہاں سے گزرے گا وہاں وہاں سحر ہوگی۔

فقہ کے ان چار برگزیدہ اور شہرۂ آفاق ائمہ کی سیرت وکردار ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ اور نور ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے ایمان افروز واقعات، حکمت وبصیرت بھرے اقوال وافعال، فراست ایمانی سے بھرپور حالات دل مسلم میں خوابیدہ ایمان کی چنگاری کو فروزاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ہر ہر واقعہ پڑھ کر دل میں محبت کے جذبات اور نگاہوں میں تعظیم کی چمک پیدا ہوتی ہے، اور اسلاف کی راہوں سے بے راہ ہوکر چلنے والوں کا ضمیر پکار اٹھتا ہے

جسے حقیر سمجھ کر تم نے بجھا دیا وہی چراغ جلے گا تو روشنی ہوگی

ائمہ اربعہ کی سوانح پر عربی، اردو اور دوسری زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا، ان حضرات کی مجموعی سوانح بھی ملتی ہیں اور انفرادی سوانح نگاریاں بھی کی گئی ہیں، اس لحاظ سے زیرنظر کتاب کسی جدید موضوع پر مشتمل نہیں اس بات کا راقم کو احساس بھی ہے اور اتقان بھی۔ البتہ جس اسلوب کو اس مجموعہ میں اختیار کیا گیا ہے ائمہ کی ترجمہ نگاری میں اس کی نظیر راقم کے کوتاہ اندازہ کے مطابق کسی بھی زبان میں ملنا مشکل ہے، یہ اسلوب

''واقعاتی طرزِ تحریر'' ہے۔ اس اسلوب میں جہاں قاری کے لیے بات کو یاد رکھنا آسان ہوتا ہے اسی طرح اس کی دلچسپی اول سے آخر تک کتاب میں باقی رہتی ہے، ہر نیا واقعہ اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کا تجسس اسے مطالعہ کا شوق مہیا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے..........

استاذ مکرم حضرت مولانا ناظم اشرف صاحب دامت برکاتہم (مدیر بیت العلوم) کو، جنہوں نے واقعاتی طرز تحریر پر مشتمل سوانح نگاریوں کا سلسلہ شروع کیا، زیرنظر کتاب کو آپ ہی کے حکم پر شروع کیا گیا اور تکمیل تک آپ کی توجہ وعنایت شامل حال رہی۔

بیت العلوم کے جملہ معاونین کو، ترویج علم واشاعت دین میں جن کی کوششیں یقیناً قابل ستائش ہیں۔

برادرِ محترم جناب محمود صاحب کو، جنہوں نے کتاب کی کمپوزنگ کا بیڑا اٹھایا اور اس کے حسن کو دوبالا بلکہ سہ بالا کر دیا۔

راقم کے والدین، اساتذہ، احباب اور جملہ متعلقین کو، جن کی دعاؤں کے ثمرات ہر ہر لحہ میں محسوس ہوتے ہیں۔

آخر ''عرض'' میں قارئین سے التماس ہے کہ جن حضرات کی سوانح ترتیب دی گئی ان کے بارے میں کچھ کہنا ہی بے ادبی ہے، چہ جائیکہ کچھ لکھا جائے، لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ لکھنے والا قیامت کے دن کا توشہ جمع کرے اور اسے ذریعہ نجات بنائے۔ بہرحال یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے اور طالب علم کے قلم سے ''سرزد'' ہوئی ہے، اگر اہل علم وبصیرت کے دل اس کی طرف متوجہ ہوں تو ان کے شایانِ شان یہی ہے اور یہی راقم پر اللہ کا فضل ہوگا اور اگر ردوانکار کی آندھیاں اس پر چلیں تو راقم کی قابلیت کے لائق یہی ہے۔ اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور اسی سے تمام امور میں مدد طلب کی جاتی ہے۔

اندازِ بیان گرچہ ذرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

محمد اویس سرور
جامعہ اشرفیہ، مسلم ٹاؤن، لاہور

مقدمہ

زیرنظر مقدمہ چار امور پر مشتمل ہے:

(1) فقہ کی تدوین وترویج۔

(2) تقلید کی حقیقت وشرعی حیثیت۔

(3) کتاب کی اہمیت وافادیت۔

(4) کتاب کی ترتیب۔

(1) فقہ کی تدوین وترویج

فقہ کی تدوین وترویج اور مسالک اربعہ کا اجمالی تعارف موضوع کتاب کا تقاضا بھی ہے اور وقت کی اہم ضرورت بھی، کیونکہ عوام وخواص اس حوالہ سے لاعلمی کا شکار ہیں، اس سلسلہ میں مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کا وہ مقدمہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، جوانہوں نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''سیرت ائمہ اربعہ'' کے شروع میں لکھا، ذیل میں اسی مضمون کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں شرعی احکام کا دارومدار کتاب اللہ یعنی قرآن اور سنت رسول اللہ یعنی حدیث کی صورت میں وحی الٰہی کے تازہ ارشادات و ہدایات پر تھا، اور غیر منصوص مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آراء واقوال اور مرضیات کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آراء واقوال سے بھی کام لیا جاتا تھا، خصوصاً عہد رسالت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم دینی امور میں مشورہ اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔

فقہائے صحابہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور وحی الٰہی کے انقطاع کے بعد شرعی مسائل و

حوادث میں کتاب وسنت کے بعد صحابہ کرام مرجع تھے۔ اور نئے مسائل میں ان صحابہ کے آراء و اقوال معتبر مانے جاتے تھے جو دینی علم میں نمایاں مقام رکھتے تھے، اور ان کے مشورہ سے اہم مسائل طے ہوتے تھے۔ بالفاظِ دیگر خلافت راشدہ میں اجماع امت کی تشکیل شروع ہوگئی تھی، اور اس دور کے اہل علم صحابہ کی رائیں معتبر مانی جانے لگیں۔

صحابہ کرامؓ میں وہی حضرات دینی مسائل میں معتبر مانے جاتے تھے، جو قرآن کے عالم تھے، جنہوں نے قرآن کو لکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو پڑھا اور اس کے معنی ومفہوم اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کو سمجھا، اس زمانہ میں ایسے اہل علم صحابہ قراء کے لقب سے مشہور ہوئے، یہ لقب عالم کو غیر عالم سے ممتاز کرتا تھا۔

خلافت راشدہ کے بعد علمائے دین کے لیے قراء کے بجائے دو نئے لقب پیدا ہوئے، صورت یہ ہوئی کہ بہت سے صحابہ احادیث کی کتابت اور اس کی سند ومتن پر خاص توجہ رکھتے تھے، یہ صحابہ اور ان کے اصحاب وتلامیذ احادیث کے الفاظ ومعانی کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے، ان کو اہل الحدیث یا اصحاب الحدیث کے لقب سے یاد کیا جانے لگا، ان کے مرکز حجاز کے دو شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تھے، ان کے مقابلہ میں بہت سے صحابہ احادیث کی کتابت کو پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کو زبانی یاد کر کے معانی ومفاہیم پر زیادہ توجہ دیتے تھے، ان حضرات کے تلامذہ ان کا اتباع کرتے تھے، چونکہ یہ لوگ حدیث کے ظاہری الفاظ سے زیادہ اس کے منشاء ومفہوم کا لحاظ رکھتے تھے، اور نئے مسائل میں دوسرے شرعی دلائل سے بھی مدد لیتے تھے۔ اس لیے ان کو اہل الرائے یا اہل الفقہ کہا گیا، ان کا مرکز عراق کا شہر کوفہ تھا، اوپر جن اصحاب فقہ وفتویٰ کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں اصحاب حدیث بڑی تعداد میں اپنے اصول کے مطابق فتویٰ صادر کرتے تھے، ان ہی فقہاء و محدثین کے تلامذہ نے آگے چل کر دنیا میں کتاب وسنت اور فقہ وفتویٰ کو عام کیا ہے۔

فقہ کی تدوین:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت (98ھ تا 101ھ) میں ان کی توجہ سے احادیث وآثار کے جمع وتدوین کا باقاعدہ اہتمام ہوا، اور صحابہ کرام کی احادیث

کے صحیفوں کی جگہ کتابوں کا رواج ہوا، اس طرح اموی دور میں تدوین وتالیف کا سلسلہ جاری ہوا، اور عباسی دور کی ابتداء سے مختلف علوم کی طرف زیادہ توجہ ہوئی، عام لوگوں میں علمی رجحان بڑھا، عربی زبان میں نئے نئے علوم منتقل کیے گئے، اس وقت پورے عالم اسلام میں علمائے تابعین اور ان کے تلامذہ پھیلے ہوئے تھے، اور ہر طرف دینی علوم کا چرچا ہو رہا تھا، اسی لیے دینی علوم کو بھی آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ اور احادیث وآثار کو فقہی ترتیب وتبویب پر کتابی شکل میں مدون کیا گیا، چنانچہ دوسری صدی کے نصف اول میں مختلف ممالک میں وہاں کے ائمہ دین نے کتابیں لکھیں، مدینہ منورہ میں امام مالکؒ نے، مکہ مکرمہ میں ابن جریج نے، بصرہ میں ربیع بن صبیح نے، کوفہ میں سفیان ثوری نے، شام میں اوزاعی نے، واسط میں ہشیم نے، یمن میں معمر نے، رَے میں جریر بن عبدالحمید نے، خراسان میں عبداللہ بن مبارک نے کتابیں لکھیں، یہ تمام حضرات ایک زمانہ میں موجود تھے، اور انہوں نے فقہی ترتیب پر 140ھ کے بعد اپنی اپنی کتاب لکھی اس لیے یہ معلوم نہیں ہے کہ کس عالم نے تدوین وتالیف کی ابتداء کب کی۔

یہ تو اس زمانہ میں اصحاب حدیث کی فقہی ترتیب پر تدوینی خدمات تھیں، اسی دور میں اصحاب فقہ کے مرکز کوفہ میں فقہ کی باقاعدہ تدوین ہوئی، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہ نے دنیا میں پہلی بار فقہ اسلامی کو مدون کر کے مستقل فن کی حیثیت سے پیش کیا، ان حضرات نے قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے کام لے کر تقریباً پانچ لاکھ فقہی مسائل کو مدون ومرتب کیا، اسی لیے امام شافعی کا قول ہے کہ تمام لوگ فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں، اور تمام اہل عراق، اہل کوفہ کے عیال ہیں، اور تمام اہل کوفہ ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔

نیز فقہی فروعات ومسائل کی طرح اصول فقہ کی تدوین سب سے پہلے امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ نے کی ہے۔

الغرض دوسری صدی میں فقہاء ومحدثین بالفاظ دیگر اہل الحدیث اور اہل الفقہ نے اپنے اپنے اصول وقواعد کی روشنی میں مسائل کے استنباط وتدوین کی خدمت انجام دیں، اس کے بعد دونوں جماعتوں کے تلامذہ ومتبعین نے اپنے پیش رووں کے نقش قدم

پر چل کر حدیث وفقہ کو مدون کیا۔

یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ محدثین اجتہاد و قیاس کے منکر نہ تھے، البتہ وہ احادیث پر زیادہ توجہ دیتے تھے، اور حتی الوسع حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کی کوشش کرتے تھے، اسی طرح فقہاء احادیث کے منکر نہ تھے بلکہ وہ بھی قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتے تھے، البتہ تمام اصول وفروع کا لحاظ کر کے احتیاطی راہ اختیار کرتے تھے، اور قرآن وحدیث کے منشاء پر زیادہ زور دیتے تھے۔

چار مکاتیب فقہ:

گذشتہ بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں دینی احکام کا دارومدار وحی الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر تھا، نیز اس عہد میں چند صحابہ اہل فتویٰ تھے، اس کے بعد صحابہ اور تابعین کے دور میں علوم شرعیہ کے حاملین حجاز، شام، مصر وعراق اور دیگر مرکزی مقامات میں پھیل گئے اور اُن کے اصولِ فقہ وفتویٰ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف تھے، ان میں علمائے حجاز حدیث کے اسانید ومتون میں مشہور ومعتبر تھے، ان کے سلسلہ تلمذ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث پیدا ہوئے، ان کے سرخیل حضرت امام مالک بن انس متوفی 179ھ ہیں، جنہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی کتاب مؤطا کو فقہی ترتیب وتبویب پر اس طرح مدون کیا کہ یہ کتاب گویا اس طبقہ کی ترجمان بن گئی۔

اس کے مقابلہ میں علمائے عراق احادیث کی روایت میں بڑی شدت سے کام لیتے تھے، بلکہ غایت احتیاط وتحری کی وجہ سے فتویٰ میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے تھے تاکہ روایت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط ہو سکے، اور کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے، یا کیا نہیں ہے، اس جماعت کے سرخیل حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی 150ھ ہیں۔ جنہوں نے اپنے تلامذہ کو لے کر فقہ اور اصولِ فقہ کو باقاعدہ مرتب کیا۔

ان دونوں اماموں کے بعد علمائے حجاز کے طبقہ میں حضرت امام محمد بن ادریس شافعی متوفی 204ھ ہیں۔ جنہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اساتذہ حدیث سے علم حاصل کیا، اسی کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ سے تحصیل علم کی، خصوصیت کے ساتھ امام محمد بن حسن شیبانی سے بہت زیادہ پڑھا، چونکہ امام شافعی نے علوم دینیہ کے دونوں مرکزوں یعنی حجاز اور عراق سے کسب فیض کیا تھا، اور دونوں مکاتیب فقہ و حدیث کے اصولوں اور فکر و نظر سے واقفیت حاصل کی تھی، اس لیے اہل حجاز اور اہل عراق کے طرزِ تفقہ میں درمیانی راہ پیدا کی، اور ایسی فقہ مدون کی جس میں حدیث اور رائے کا توازن برقرار رکھا، اس درمیانی راہ میں امام شافعی نے اکثر مسائل میں اہل حجاز کے سرخیل اور اپنے استاذ امام مالک سے اختلاف کیا اور اپنا جداگانہ مسلک جاری کیا۔

امام شافعیؒ کے بعد بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل شیبانی متوفی 241ھ نے اہل حجاز کے علمی سلسلہ کے ساتھ وابستگی رکھ کر اپنے مسلک کو رائج کیا جس کی بنیاد زیادہ تر حدیث کے الفاظ و معانی پر رکھی مگر اس میں اتنا غلو نہ تھا جتنا کہ امام داؤد ظاہری نے کیا، امام احمد بن حنبلؒ کے فقہی اقوال اور فتاوی کو ان کے شاگرد خلال نے الجامع الکبیر کے نام سے ایک کتاب میں بیس سے زائد اسفار میں جمع کیا تھا۔

ان ائمہ اربعہ کے فقہی مذاہب سے پہلے ہر شہر کے لوگ مقامی مفتی وفقیہ کا اتباع کرتے تھے۔ نیز ایک مقام کے فتوے دوسرے مقام پہنچتے تھے، اس طرح ان چاروں فقہ سے پہلے عالم اسلام میں کئی فقہاء کی فقہ رائج تھی۔ اور عوام ان کے فتاوی پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری متوفی 161ھ امام حسن بصری متوفی 110ھ اور امام اوزاعی متوفی 157ھ کے فقہی مذاہب پر عمل ہوتا تھا مگر یہ تینوں مسلک تیسری صدی تک معمول بہ رہ کر ختم ہو گئے۔ اسی طرح امام ابوثور متوفی 240ھ کا مسلک تیسری صدی تک رائج رہ کر ختم ہو گیا، البتہ امام داؤد ظاہری متوفی 270ھ کا ظاہری مسلک زیادہ مدت تک چلا، علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ یہ مذہب آٹھویں صدی تک دنیا میں رائج تھا، ظواہر حدیث کا مطلب اس کے ظاہری الفاظ کے مطابق بیان کرتے تھے، اس میں کسی قسم کے اجتہاد اور قیاس کو دخیل نہیں مانتے تھے، اسی طرح اسحاق

بن راہویہ متوفی 238ھ، ابن جریر طبری متوفی 310ھ، سفیان بن عیینہ متوفی 198ھ، لیث بن سعد مصری متوفی 175ھ کا فقہی مسلک رائج تھا۔

بہر حال یہ تمام فقہیں اپنے اپنے وقت پر ختم ہوگئیں اور اہل سنت والجماعت کے دینی مسائل ائمہ اربعہ کے چاروں مذاہب پر منحصر ہو گئے، اور چونکہ ایک مسئلہ میں ایک ہی مسلک کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے علمائے اہل سنت نے طے کرلیا کہ عامۃ المسلمین کو ان چاروں فقہوں میں سے کسی ایک فقہ کو مان لینا چاہیے تا کہ فروعی مسائل میں ذاتی مصالح و مفاد کا سد باب ہو سکے، اہل سنت کے ان چاروں مذاہب کے علاوہ مسلمانوں میں بعض دوسری فقہیں ہیں، جیسے فقہ جعفری، فقہ اباضی، فقہ زیدی جن کا تعلق شیعہ، خوارج اور زیود سے ہے ان کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

ان فقہاء اور ان کی فقہوں کے ماننے اور ان پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فروعی مسائل اور وقتی حوادث میں ہم ان کی تفریعات وتصریحات کو تسلیم کرتے ہیں جب کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اصل قرار دیتے ہیں، اور ان ہی کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور علمائے اسلام کا اتباع کر کے فروعات میں ان کے آراء واقوال اور فتاوی پر عمل کرتے ہیں۔

گذشتہ بیان سے فقہ اسلامی کی مختصر تاریخ معلوم ہوگئی جس سے اس کا منظر اور پس منظر سامنے آ گیا۔ اب ہم چاروں فقہوں کی ترویج و اشاعت کا حال اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو گا کہ پورے عالم اسلام میں ان کی اشاعت و مقبولیت کن حالات میں ہوئی، اور کس ملک میں کون سا فقہی مسلک کب اور کیسے پھیلا اور اس کے پیرو کہاں کہاں پائے جاتے ہیں؟

حنفی مسلک:

اہل سنت کا یہ پہلا فقہی مسلک امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی طرف منسوب ہے، جو تمام فقہی مسالک سے مقدم ہے، اس کی نشوونما کوفہ میں ہوئی، ابتداء میں عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا، پھر دنیا کے دور دراز ملکوں میں اس کی اشاعت ہوئی،

اور تھوڑے ہی عرصہ میں بغداد، مصر، شام، روم، بلخ، بخارا، فرغانہ، فارس، ہندوستان، سندھ اور یمن وغیرہ کے حدود اور اطراف میں پھیل گیا۔

امام صاحب کی نگرانی اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو ان کے چالیس شاگردوں نے با قاعدہ مدون و مرتب کیا، جن میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر بھی شامل تھے، اور امام صاحب کے شاگردوں میں امام اسد بن عمر نے خاص طور سے ان کی تصانیف اور فتاویٰ کو دنیا میں پھیلایا، کہا جاتا ہے کہ 170ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف کو پوری خلافت اسلامیہ کا قاضی القضاۃ بنایا، اور ان کے اثر ورسوخ سے حنفی مسلک حدودِ خلافت میں پھیلا اور عباسی دورِ خلافت میں یہ مذہب دوسرے مذاہب پر غالب رہا، افریقہ میں امام ابو محمد عبداللہ بن فروخ فاسی کی وجہ سے اس کی اشاعت ہوئی، اس کے بعد جب امام اسد بن فرات بن سنان وہاں کے قاضی ہوئے تو اس مسلک کو خوب عروج ہوا۔ اور چوتھی صدی تک افریقہ میں اس کو غلبہ حاصل رہا۔ حتیٰ کہ 453ھ میں وہاں معز بن بادیس کی سلطنت قائم ہوئی اور اس نے وہاں مالکی فقہ کو رائج کیا، اندلس اور فاس میں بھی حنفی مسلک قدیم زمانہ میں رائج تھا، صقلیہ کے اکثر مسلمان حنفی مسلک کے پیرو تھے، اہل مصر 164ھ میں اس مسلک سے اس وقت واقف ہوئے جب خلیفہ مہدی کی طرف سے امام اسمٰعیل بن یسع وہاں کے قاضی ہوئے۔

چوتھی صدی کے مشہور سیاح مقدسی بشاری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یمن اور صنعاء میں حنفی مسلک عام تھا، عراق کے اکثر قاضی اور فقیہ حنفی تھے، شام کا کوئی شہر اور دیہات حنفی مسلک والوں سے خالی نہیں تھا، بسا اوقات شام کے قاضی اسی مسلک کے ہوتے تھے، اسی طرح بلاد مشرق مثلاً خراسان، بجستان اور ماوراء النہر کے علاقہ ترکستان شرقی اور ترکستان غربی وغیرہ میں یہ مسلک غالب تھا، اقلیم دیلم میں جرجان اور طبرستان کے بعض علاقوں میں حنفی باشندے تھے، اقلیم رحاب کے شہر آرمینیہ اور تبریز میں حنفی مسلک کا زور تھا، اقلیم جبال اور اہواز کے شہروں میں یہ مسلک غالب تھا، ان علاقوں میں احناف کے علماء و فقہاء اور قضاۃ تھے، فارس کے شہروں میں احناف کی بڑی تعداد تھی۔ سندھ کے شہر اور قصبات حنفی فقہاء و علماء سے معمور تھے۔ ہندوستان کے اکثر سلاطین حنفی تھے۔

مالکی مسلک:

اہل سنت کا دوسرا فقہی مسلک مالکی ہے، جو امام مالک بن انس اصحی مدنی متوفی 179ھ کی طرف منسوب ہے، اس کا مولد و منشاء مدینہ منورہ ہے اور یہیں سے پورے حجاز میں پھیلا، پھر بصرہ، مصر، افریقہ، اندلس، مغرب اقصیٰ، صقلیہ، سوڈان میں اس کو غلبہ حاصل ہوا، نیز یہ مسلک خراسان، قزوین، ابہر، یمن، نیساپور، بلاد فارس، بلاد روم اور بلاد شام میں خوب پھولا پھلا، مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں بیان کیا ہے کہ مالکی مذہب کو مصر میں سب رواج دینے والے امام عبدالرحیم بن خالد بن یزید بن یحییٰ ہیں، ان کے بعد امام عبدالرحمٰن بن قاسم نے اس کی اشاعت کی، اس دور میں امام مالک کے تلامذہ مصر میں نسبتہً زیادہ رہتے تھے اس لیے فقہ مالکی کو کافی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، آخر میں عثمان بن حکم نے اس کی اشاعت کی، اور معز بن بادیس نے اپنی سلطنت میں بڑے بڑے عہدے اور منصب پر مالکی امراء و حکام اور قضاۃ کو رکھا جس کی وجہ سے اس مسلک کو مغربی افریقہ میں غلبہ حاصل ہوا۔

امام تقی الدین فاسی مکی نے العقد الثمین میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں (نویں صدی) اہل مغرب اکثر مالکی مذہب پر عمل پیرا ہیں، اندلس میں ابتداءً امام اوزاعی کا مسلک رائج تھا اور اس کو سب سے پہلے صعصعہ بن سلام نے اندلس میں داخل کیا، لیکن دوسری صدی کے بعد یہ مسلک وہاں سے ختم ہو گیا، اور اس کی جگہ فقہ مالکی نے لے لی، اور امام مالک کے تلامذہ میں سے زیاد بن عبدالرحمٰن، غازی بن قیس، یحییٰ بن یحییٰ صمودی وغیرہ نے مدینہ منورہ سے اندلس واپس آ کر فقہ اوزاعی کی جگہ فقہ مالکی کی نشر و اشاعت کی، نیز ہشام بن عبدالرحمٰن نے اس کی پیروی کا حکم دیا، یحییٰ بن یحییٰ کو خلیفہ ہشام بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا تھا، اور اندلس میں عہدۂ قضاء کے لیے وہ جس عالم کی نشاندہی کرتے تھے، اسی کو قاضی بناتا تھا، نیز دوسرے سرکاری عہدوں پر ان کے مشورہ سے اس مسلک کے پیرو رکھتا تھا، ان باتوں کی وجہ سے اندلس میں فقہ مالکی کی خوب ترویج ہوئی۔

علامہ مقدسی بشاری نے احسن التقاسیم میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی میں مالکی

مسلک عراق، اہواز، بلاد مغرب، اور افریقہ میں عروج پر تھا جیسا کہ اندلس میں اس کو غلبہ حاصل تھا۔

شافعی مسلک:

اہل سنت کا تیسرا فقہی مسلک شافعی ہے اس کی نسبت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی طرف ہے، اس کی ابتداء مصر میں ہوئی، امام شافعی کے اکثر تلامذہ مصری ہیں، اس کے بعد عراق میں اس کو فروغ ہوا، اور تیسری صدی میں حجاز، بغداد، خراسان، توران، شام، یمن، ماوراء النہر، فارس، ہندوستان، افریقہ اور اندلس تک پہنچ گیا، ان مقامات میں کہیں شافعی مسلک کو غلبہ حاصل رہا اور کہیں دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا بھی رواج رہا، مصر میں پہلے حنفیہ اور مالکیہ کا غلبہ تھا، مگر امام شافعی کے وہاں تشریف لے جانے کی وجہ سے ان کا مسلک خوب پھیلا، عراق، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ میں تدریس و افتاء میں فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ فقہ شافعی کا رواج جاری رہا، اور دونوں میں بڑے بڑے معرکۃ الآراء مناظرے ہوئے، اور ایک نے دوسرے کی رد میں کتابیں لکھیں، شام میں پہلے فقہ اوزاعی کا دخل تھا، مگر جب ابو زرعہ محمد بن عثمان دمشقی مصر کے بعد دمشق کے قاضی بنائے گئے تو اپنے ساتھ امام شافعی کا مسلک بھی لیتے گئے، اس کے بعد دمشق کے دوسرے قضاۃ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا، قاضی ابو زرعہ دمشقی کا قاعدہ تھا کہ جو عالم فقہ شافعی کی مشہور کتاب ''المختصر للمزنی'' کو زبانی یاد کر لیتا اس کو ایک دینار انعام دیتے تھے، مقدس بشاری نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی میں شام میں کوئی شخص مالکی مسلک یا دوسرے مسلک کا نظر نہیں آتا ہے۔

امام سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ ماوراء النہر میں محمد بن اسمعیل قفال مروزی شاشیؒ کی بدولت شافعی مسلک پھیلا، مقدسی بشاری کے بیان کے مطابق اقلیم مشرق کے بڑے بڑے شہر کور، شاش، ابلاق، طوس، ابی ورد، اور فسا وغیرہ میں شافعی مذہب غالب تھا، نیز سرخس، نیسا پور اور مرو میں یہ مسلک پایا جاتا تھا، امام سخاوی نے ''الاعلان بالتوبیخ'' میں لکھا ہے کہ مرو اور خراسان میں احمد بن سیار نے شافعی مذہب کو عام کیا، اس کے بعد حافظ عبدان بن محمد بن عیسیٰ مروزی نے اس کی اشاعت

کی، اسفرائن میں سب سے پہلے امام شافعی کے مسلک اور ان کی کتابوں کو ابوزرعہ یعقوب بن اسحاق نیساپوری نے داخل کیا۔

بغداد میں فقہ حنفی کا غلبہ تھا، امام شافعی نے وہاں جا کر اپنے مسلک کی ترویج کی، امام صاحب کے قدیم شاگرد حسن بن محمد زعفرانی نے بھی وہاں اس مسلک کو پھیلایا، امام سبکی کا بیان ہے کہ عرب کے علاقہ تہامہ میں یہ مسلک رائج تھا۔ اندلس میں مالکی مسلک کے علاوہ اور کوئی مسلک رائج نہیں تھا حتیٰ کہ وہاں کے لوگ کسی حنفی یا شافعی کو پاتے تو نکال دیتے تھے، علامہ ابن اثیر کے بیان کے مطابق افریقہ میں یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن کے آخری دورِ سلطنت میں شافعی مسلک کی طرف رجحان پیدا ہوا، اور اس نے شوافع کو قاضی بنایا۔

حنبلی مسلک:

اہل سنت کا چوتھا فقہی مسلک حنبلی ہے۔ اس کی نسبت امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی کی طرف ہے، اس کا مرکز بغداد تھا، اس کی اشاعت پہلے تینوں مذاہب سے کم ہوئی۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ فقہ حنبلی اجتہاد سے بعید ہے، اور اس کا مدار زیادہ تر احادیث واخبار پر ہے، اکثر حنابلہ شام اور عراق کے علاقوں میں ہیں جو احادیث وسنن کی روایت میں سب سے آگے ہیں، ابن فرحون کا بیان ہے کہ امام احمد کا مذہب بغداد سے نکل کر شام کے اکثر شہروں میں پھیلا، اور مِصر میں ساتویں صدی کے بعد ظاہر ہوا، سیوطی کے بیان کے مطابق حنبلی مسلک چوتھی صدی میں بغداد اور عراق کی حدود سے باہر آیا جب کہ مصر اور افریقہ پر عبیدیوں کا قبضہ تھا جو باطنی اسمٰعیلی شیعہ تھے۔ انہوں نے اپنے دورِ اقتدار میں علمائے اہل سنت کو قتل وغارت اور جلاوطنی کے ذریعہ اپنی پوری حدود سلطنت سے ختم کر کے رفض وتشیع کو رواج دیا۔ امام عبدالغنی مقدسی نے سب سے پہلے اس مسلک کو مصر میں پہنچایا، اور اس کی ترویج کی، مقدسی بشاری نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی میں یہ مذہب بصرہ، اقور، دیلم، رحاب، سوس، خوزستان وغیرہ میں موجود تھا، اس زمانہ میں بغداد پر حنبلیت اور شیعیت کو غلبہ حاصل تھا، علامہ ابن اثیر

نے 323ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں بغداد میں حنابلہ کو بڑی شوکت حاصل ہوئی، یہ لوگ امراء کے مکانات پر دھاوا بول کر نبیذ وغیرہ پاتے تو گرا دیتے تھے، مغنیات کو مارتے تھے اور سامانِ لہو ولعب کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیتے تھے، منکرات پر اتنی شدت اختیار کرتے تھے کہ اہل بغداد پریشان ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں اعلان ہو گیا کہ دو حنبلی ایک جگہ جمع نہ ہوں، اور نہ اپنے مسلک کے بارے میں گفتگو کریں، اس سے پہلے فتنۂ خلق قرآن میں امام احمد بن حنبل کے ابتلاء اور عباسی خلفاء وامراء اور معتزلہ کی مخالفانہ سرگرمیوں سے اس مسلک کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوئی، اس مسلک کا کامل غلبہ بلاد نجد کے علاوہ کہیں سننے میں نہیں آتا ہے۔

موجودہ دور میں مذاہب اربعہ کے پیرو:

مشہور مصری محقق علامہ احمد تیمور نے "نضرة تاريخية في حدوث المذاهب الاربعة وانتشارها" میں لکھا ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے کہ ان چاروں مذاہب کے ماننے والے کہاں اور کتنے ہیں؟ البتہ مغرب اقصیٰ، تیونس الجزائر اور کئی افریقی ممالک میں مالکی مسلک غالب ہے، ان علاقوں میں ترکی نسل سے تعلق رکھنے والے احناف بھی ہیں، اور سلاطین ترکی کے زمانہ سے یہاں آباد ہیں۔ اس لیے قلت کے باوجود حنفیت کو عروج حاصل ہے، مصر میں شافعی اور مالکی مسلک رائج ہے، صعید اور سوڈان میں مالکیہ ہیں، احناف بھی بکثرت ہیں۔ مصری حکومت کا مذہب حنفی ہے۔ کچھ حنابلہ بھی ہیں۔

شام کے مسلمان آدھے حنفی، ایک چوتھائی شافعی اور ایک چوتھائی حنبلی ہیں۔ فلسطین میں شوافع کا غلبہ ہے۔ مالکی اور حنفی بھی ہیں۔ عراق میں حنفی مسلک کو عروج ہے، شافعی، مالکی اور حنبلی بھی ہیں۔ ترکی، البانیہ، اور بلقان میں احناف کو غلبہ حاصل ہے۔ کردستان اور آرمینیہ پر شوافع کا اثر ورسوخ ہے۔ فارس کے اہل سنت میں شوافع زیادہ ہیں، کچھ احناف بھی ہیں، افغانستان میں احناف کو غلبہ حاصل ہے۔ کچھ شافعی اور حنبلی بھی ہیں، ترکستانات غربی میں خیوہ (خوارزم) بخارا، تاشقند، ازبکستان، ترکمانیہ، قزغیریہ، غزاقستان، اور آذر بیجان وغیرہ میں حنفی ہیں، اور ترکستان شرقی (سنکیانگ) میں بھی حنفی

ہیں، ساتھ ہی کچھ شافعی ہیں، بلاد قوقاز میں احناف کو غلبہ حاصل ہے۔ کچھ شوافع بھی ہیں، ہندوستان میں قدیم زمانہ میں شوافع زیادہ تھے۔ سندھ میں ان کی اکثریت تھی۔ مغرب سواحل پر قدیم زمانہ سے عربی النسل مسلمان آباد تھے۔ ان کا مسلک شافعی تھا، کوکن، مالابار اور مدارس میں اب بھی شوافع آباد ہیں، اس زمانہ میں ہندوستان میں بشمولیت پاکستان و بنگلہ دیش حنفی مسلک رائج ہے۔

جزیرہ مالدیپ کی کل آبادی کے تقریباً ایک لاکھ مسلمان کل کے کل شافعی ہیں، یہاں پہلے مالکی مذہب رائج تھا، سیلون (سری لنکا) جاوا، سماترا، جزائر شرق الہند اور جزائر فلپائن میں شوافع زیادہ ہیں، سیام (تھائی لینڈ) کے مسلمان زیادہ تر شافعی ہیں، کچھ حنفی بھی ہیں۔ ہند چینی اور اسٹریلیا کے مسلمان زیادہ تر شافعی ہیں۔

امریکہ کے علاقہ برازیل میں پچاسوں ہزار حنفی مسلمان آباد ہیں، اور امریکہ کے دوسرے علاقوں میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمان آباد ہیں جو مختلف مسلک کے پیرو ہیں۔

حجاز میں شافعی اور حنفی غالب ہیں۔ دیہاتوں میں احناف کے ساتھ مالکیہ بھی ہیں۔ اہل نجد حنبلی ہیں۔ اہل عسیر شافعی ہیں۔ نیز عدن، یمن، حضرت موت کے اہل سنت شافعی ہیں۔ عدن میں احناف بھی ہیں، عمان پر فرقہ اباضیہ (خوارج) کا غلبہ ہے۔ وہاں حنبلی اور شافعی بھی ہیں، قطر اور بحرین میں مالکی مسلک عام ہے۔ نیز وہاں نجد کے حنابلہ ہیں۔ احساء کے اہل سنت میں حنبلی اور مالکی غالب ہیں۔ کویت پر مالکیہ کا اثر زیادہ ہے۔

یہ تخمینی اعداد و شمار اب سے پچاس سال پہلے کے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں یورپ، امریکہ، افریقہ اور دیگر ایشیائی، افریقی اور مغربی ممالک میں بیرونی اور مقامی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد پیدا ہوگئی ہے جو مختلف مذاہب سے تعلق رکھتی ہے۔ (۱)

(2) تقلید کی حقیقت و شرعی حیثیت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانیؒ نے اپنے مشہور کتاب ''تقلید کی شرعی حیثیت'' میں تقلید کی حقیقت کو پوری طرح آشکارا فرمایا اور شرعی حیثیت سے دلائل کی روشنی میں پردہ اٹھایا، ذیل میں اسی کتاب کا ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔ اس کا مطالعہ قارئین کے بہت

۱۔ ماخوذ اس سیرت ائمہ اربعہ، ملخصا: ص ۲۹۔ تا ۳۰

سی گرہیں کھولے گا اور بہت سی گتھیاں سلجھانے کا ذریعہ ہوگا (ان شاء اللہ)

اس بات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اس لیے واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے، کون سی چیز حلال ہے؟ کون سی چیز حرام؟ کیا جائز ہے؟ کیا ناجائز؟ ان تمام معاملات میں خالصۃً اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرنی ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کی اطاعت کرے۔

لیکن قرآن وسنت میں بعض احکام تو ایسے ہیں کہ جنہیں ہر معمولی لکھا پڑھا آدمی سمجھ سکتا ہے، ان میں کوئی اجمال، ابہام یا تعارض نہیں ہے، بلکہ جو شخص بھی انہیں پڑھے گا وہ کسی الجھن کے بغیر اُن کا مطلب سمجھ لے گا، مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾(۱)

''تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہے۔''

جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ اس ارشاد کے معنی سمجھ جائے گا، اور چونکہ نہ اس میں کوئی ابہام ہے اور نہ کوئی دوسری شرعی دلیل اس سے ٹکراتی ہے، اس لیے اس میں کوئی الجھن پیش نہیں آئے گی، یا مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ﴾

''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔''

یہ ارشاد بھی بالکل واضح ہے، اس میں کوئی پیچیدگی اور اشتباہ نہیں، ہر عربی داں بلا تکلف اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔

اس کے برعکس قرآن وسنت کے بہت سے احکام وہ ہیں جن میں کوئی ابہام یا اجمال پایا جاتا ہے، اور کچھ ایسے بھی ہیں جو قرآن ہی کی کسی دوسری آیت یا

۱۔ الحجرات: ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمایئے:

(1) قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾

''اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین ''قرء'' گزرنے تک انتظار کریں گی۔''

اس آیت میں مطلقہ عورت کی عدت بیان کی گئی ہے، اور اس کے لیے ''تین قرء'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لیکن ''قرء'' کا لفظ عربی زبان میں ''حیض'' (ماہواری) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ''طہر'' (پاکی) کے لیے بھی، اگر پہلے معنی لیے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلقہ کی عدت تین مرتبہ ایام ماہواری کا گزر جانا ہے، اور اگر دوسرے معنی لیے جائیں تو تین طہر گزرنے سے عدت پوری ہوگی، اس موقع پر ہمارے لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کون سے معنی پر عمل کریں؟

(2) ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿من لم يترك المخابرة فليؤذن بحرب من الله ورسوله﴾(۱)

''جو شخص بٹائی کا کاروبار نہ چھوڑے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لے۔''

اس حدیث میں بٹائی کی ممانعت کی گئی ہے، لیکن بٹائی کی بہت سی صورتیں ہیں، یہ حدیث اس بارے میں خاموش ہے کہ یہاں بٹائی کی کون سی صورت مراد ہے؟ کیا بٹائی کی ہر صورت ناجائز ہوگی؟ یا بعض صورتیں جائز قرار پائیں گی، اور بعض ناجائز؟ حدیث میں ایک قسم کا اجمال پایا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ بٹائی کو علی الاطلاق ناجائز کہہ دیں؟ یا اس میں کوئی تفصیل یا تقسیم ہے؟

(3) ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

۱۔ ابوداؤد

﴿مَنْ كَانَ لَه اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَه قِرَاءَةٌ﴾

''جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اس کے لیے بھی قراءت بن جائے گی۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں جب امام قراءت کر رہا ہو تو مقتدی کو خاموش کھڑا رہنا چاہیے، دوسری طرف آپ ہی کا ارشاد ہے:

﴿لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ﴾(۱)

''جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے، ان دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پہلی حدیث کو اصل قرار دے کر یوں کہا جائے کہ دوسری حدیث میں صرف امام اور منفرد کو خطاب کیا گیا ہے اور مقتدی اسی سے مستثنیٰ ہے، یا دوسری حدیث کو اصل قرار دے کر یوں کہا جائے کہ پہلی حدیث میں قراءت سے مراد سورۂ فاتحہ کے سوا کوئی دوسری سورۃ ہے اور سورۂ فاتحہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن وحدیث سے احکام کے مستنبط کرنے میں اس قسم کی بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں، اب ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کر کے اس قسم کے معاملات میں خود کوئی فیصلہ کرلیں اور اس پر عمل کریں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے یہ دیکھیں کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے جلیل القدر اسلاف نے کیا سمجھا ہے؟ چنانچہ قرونِ اولیٰ کے جن بزرگوں کو ہم علوم قرآن وسنت کا زیادہ ماہر پائیں، ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کریں، اور انہوں نے جو کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔

اگر انصاف اور حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو ہمارے خیال کے مطابق اس بات میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت خاصی خطرناک ہے، اور دوسری صورت بہت محتاط، یہ صرف تواضع اور کسر نفسی ہی نہیں، ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علم وفہم، ذکاوت وحافظہ، دین ودیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری،

۱۔ بخاری

ہر اعتبار سے ہم اس قدر تہی دست ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے علماء سے ہمیں کوئی نسبت نہیں، پھر جس مبارک ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا تھا قرون اولیٰ کے علماء اس سے بھی قریب ہیں، اور اس قرب کی بناء پر اُن کے لیے قرآن وسنت کی مراد کو سمجھنا زیادہ آسان ہے، اس کے برخلاف ہم عہد رسالتؐ کے اتنے عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں کہ ہمارے لیے قرآن وحدیث کا مکمل پس منظر، اس کے نزول کے ماحول، اس کے زمانے کے طرزِ معاشرت اور طرزِ گفتگو کا ہو بہو اور بعینہٖ تصور بڑا مشکل ہے، حالانکہ کسی کی بات کو سمجھنے کے لیے ان تمام باتوں کی پوری واقفیت انتہائی ضروری ہے۔

ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اگر ہم اپنی فہم پر اعتماد کرنے کے بجائے قرآن وسنت کے مختلف التعبیر پیچیدہ احکام میں اس مطلب کو اختیار کرلیں جو ہمارے اسلاف میں سے کسی عالم نے سمجھا ہے، تو کہا جائے گا کہ ہم نے فلاں عالم کی تقلید کی ہے۔

یہ ہے تقلید کی حقیقت۔ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو صحیح سمجھا سکا ہوں تو یہ بات آپ پر واضح ہوگئی ہوگی کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید صرف اس موقع پر کی جاتی ہے جہاں قرآن وسنت سے کسی حکم کے سمجھنے میں کوئی دشواری ہو، خواہ اس بناء پر کہ قرآن وسنت کی عبارت کے ایک سے زائد معنی نکل سکتے ہوں، خواہ اس بناء پر کہ اس میں کوئی اجمال ہو، یا اس بناء پر کہ اس مسئلے میں دلائل متعارض ہوں، چنانچہ قرآن وسنت کے جو احکام قطعی ہیں، یا جن میں کوئی اجمال وابہام، تعارض یا اسی قسم کی کوئی الجھن نہیں ہے وہاں کسی امام ومجتہد کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ مشہور حنفی عالم علامہ عبدالغنی نابلسیؒ تحریر فرماتے ہیں:

﴿فالامر المتفق عليه المعلوم من الدين بالضرورة لايحتاج الى التقليد فيه لاحد الاربعة كفرضية الصلوٰة والصوم والزكوٰة والحج ونحوها وحرمة الزنا واللواطة وشرب الخمر والقتل والسرقة والغصب وما اشبه ذلك والامر المختلف فيه هو الذى يحتاج الى التقليد فيه﴾(۱)

''پس وہ متفقہ مسائل جن کا دین میں ہونا بداہۃً معلوم ہے، ان

۱۔ خلاصۃ التحقیق فی حکم التقلید والتلفیق: ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ الیشیق، استنبول

میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں، مثلاً نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی فرضیت اور زنا، لواطت، شراب نوشی، قتل، چوری اور غصب وغیرہ کی حرمت، دراصل تقلید کی ضرورت اُن مسائل میں پڑتی ہے جن میں علماء کا اختلاف رہا ہو۔''

اور علامہ خطیب بغدادیؒ تحریر فرماتے ہیں:

﴿واما الاحکام الشرعية فضربان: احدهما يعلم ضرورة من دين الرسول صلى الله عليه وسلم كالصلوات الخمس والزكوة وصوم شهر رمضان والحج وتحريم الزنا وشرب الخمر وما اشبه ذلك، فهذا لايجوز التقليد فيه لان الناس كلهم يشتركون في ادراكه والعلم به، فلا معنى للتقليد فيه، وضرب آخر لايعلم الا بالنظر والاستدلال كفروع العبادات والمعاملات والفروج والمناكحات وغير ذلك من الاحكام فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قول الله تعالىٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ولأنا لومنعنا التقليد في هذه المسائل التي هي من فروع الدين لاحتاج كل احد ان يتعلم ذلك، وفي ايجاب ذلك قطع عن المعايش وهلاك الحرث والماشية فوجب ان يسقط﴾(۱)

''اور شرعی احکام کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ احکام ہیں جن کا جزو دین ہونا بداہۃً ثابت ہے، مثلاً پانچ نمازیں، زکوٰۃ، رمضان کے روزے، حج، زنا اور شراب نوشی کی حرمت اور اسی جیسے دوسرے احکام، تو اس قسم میں تقلید جائز نہیں، کیونکہ ان چیزوں کا علم تمام لوگوں کو ہوتا ہی ہے، لہٰذا اس میں تقلید کے کوئی معنی نہیں اور دوسری

۱۔ الفقیہ والمتفقہ، للخطیب البغدادیؒ: ج۲/ ۶۷، و۶۸ مطبوعہ دار الافتاء سعودیہ ریاض: ۱۳۸۹ھ

قسم وہ ہے جس کا علم فکر و نظر اور استدلال کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس قسم میں تقلید درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسئلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، نیز اس لیے کہ اگر ہم دین کے ان فروعی مسائل میں تقلید کو ممنوع کر دیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہر شخص با قاعدہ علوم دین کی تحصیل میں لگ جائے، اور لوگوں پر اس کو واجب کرنے سے زندگی کی تمام ضروریات برباد ہو جائیں گی، اور کھیتیوں اور مویشیوں کی تباہی لازم آئے گی، لہٰذا ایسا حکم نہیں دیا جا سکتا۔"

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مسائل تین قسم کے ہیں، اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں، دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں، مگر وجوہ و معانی متعددہ کو محتمل ہوں، گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں، سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں، پس قسم اول میں رفع تعارض کے لیے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہو گی، قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے، اس میں تعیین احد الاحتمالات کے لیے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہو گی قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے، اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس کی تقلید کو۔"(۱)

مذکورہ بالا گزارشات سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اُسے بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جا رہی ہے، یا اُسے شارع (شریعت بنانے والا، قانون ساز) کا درجہ دے کر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جا رہا ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی تو قرآن و سنت کی مقصود ہے، لیکن قرآن و سنت کی مراد کو سمجھنے کے لیے بحیثیت شارحِ قانون اُن کی

۱۔ الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد: ص ۳۴، مطبوعہ دہلی بہ جواب شبہ سیزدہم

بیان کی ہوئی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کے قطعی احکام میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید ضروری نہیں سمجھی گئی، کیونکہ وہاں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا اصل مقصد اس کے بغیر بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔

یہ بات (کہ جس امام کی تقلید کی جائے اسے صرف شارح قرار دیا جائے بذاتِ خود واجب الاتباع نہ سمجھا جائے) خود اصطلاح ''تقلید'' کے مفہوم میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ اور علامہ ابن نجیمؒ ''تقلید'' کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

﴿التقليد العمل بقول من ليس قوله احدى الحجج بلا حجة منها﴾(۱)

''تقلید کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا قول مآخذ شریعت میں سے نہیں ہے اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کیے بغیر عمل کر لینا۔''

اس تعریف نے واضح کر دیا کہ مقلد اپنے امام کے قول کو مآخذ شریعت نہیں سمجھتا، کیونکہ مآخذ شریعت صرف قرآن وسنت (اور انہی کے ذیل میں اجماع وقیاس) ہیں، البتہ یہ سمجھ کر اس کے قول پر عمل کرتا ہے کہ چونکہ وہ قرآن وسنت کے علوم میں پوری بصیرت کا حامل ہے، اس لیے اس نے قرآن وسنت سے جو مطلب سمجھا ہے وہ میرے لیے زیادہ قابل اعتماد ہے۔

اب آپ بہ نظر انصاف غور فرمایئے کہ اس عمل میں کون سی بات ایسی ہے جسے ''گناہ'' یا ''شرک'' کہا جا سکے؟ اگر کوئی شخص کسی امام کو شارع (قانون ساز) یا بذاتِ خود واجب الاطاعت قرار دیتا ہو تو بلاشبہ اس عمل کو شرک کہا جا سکتا ہے، لیکن کسی کو شارح قانون قرار دے کر اپنے مقابلے میں اس کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرنا تو افلاس علم کے اس دور میں اس قدر ناگزیر ہے کہ اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ پاکستان میں جو قانون نافذ ہے وہ حکومت نے کتابی شکل میں مدون اور مرتب کر کے شائع کر رکھا ہے، لیکن ملک کے کروڑوں عوام میں سے

۱۔ تیسیر التحریر، لأمیر بادشاہ البخاریؒ (۴/۲۴۶) مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ وفتح الغفار شرح المنار لابن نجیمؒ (۲/۳۷) مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ

کتنے آدمی ہیں جو براہِ راست قانون کی عبارتیں دیکھ دیکھ کر اس پر عمل کر سکتے ہوں؟ بے پڑھے لکھے افراد کا تو کچھ کہنا ہی نہیں ہے، ملک کے وہ بہترین تعلیم یافتہ افراد جنہوں نے قانون کا باقاعدہ علم حاصل نہیں کیا، اعلیٰ درجہ کی انگریزی جاننے کے باوجود یہ جرأت نہیں کرتے کہ کسی قانونی مسئلہ میں براہِ راست قانون کی کتاب دیکھیں، اور اس پر عمل کریں، اس کے بجائے جب انہیں کوئی قانون سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ کسی ماہر وکیل کو تلاش کر کے اس کے قول پر عمل کرتے ہیں، کیا کوئی صحیح العقل انسان اس طرزِ عمل کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ انہوں نے اس وکیل کو قانون سازی کا اختیار دے دیا ہے اور وہ ملکی قانون کے بجائے وکلاء کو اپنا حاکم تسلیم کرنے لگے ہیں؟

بالکل یہی معاملہ قرآن وسنت کے احکام کا ہے، کہ اُن کی تشریح وتفسیر کے لیے ائمہ مجتہدین کی طرف رجوع کرنے اور اُن پر اعتماد کرنے کا نام ''تقلید'' ہے، لہٰذا تقلید کرنے والے کو یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قرآن وسنت کے بجائے ائمہ مجتہدین کا اتباع کر رہا ہے۔(۱)

(3) کتاب کی اہمیت وافادیت

زیرِ نظر مجموعہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے فقہی مسالک اربعہ کے ائمہ کی سوانح پر مشتمل ہے، اس مجموعہ کو ترتیب دیتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھا گیا:

1- مستند اور معتبر کتب سے اخذ کردہ واقعات کو جمع کرنا تاکہ ان حضرات کی زندگی صحیح معنوں میں سامنے آسکے۔

2- واقعاتی طرزِ بیان کی وجہ سے بات کو یاد رکھنا آسان ہے نیز دلچسپی باقی رہتی ہے۔

3- کتاب کے مقدمہ میں فقہ کی تدوین وترویج اور تقلید کی حقیقت وشرعی حیثیت پر مشتمل مضامین اس کتاب کی اہمیت کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔

4- ہر امام کے واقعات سے پہلے ان کے مختصر حالاتِ زندگی، علمی ماثرات و

۱۔ تقلید کی شرعی حیثیت: ص ۷ تا ۱۵

ملفوظات کا تذکرہ قاری کے علم میں اضافہ کا باعث ہے۔

5- جو حضرات ائمہ اربعہ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت میں اضافہ کے لیے اور جو ان برگزیدہ شخصیات کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں ان کی اصلاح کے لیے اس کتاب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(4) کتاب کی ترتیب

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں فقہ اور تقلید کے حوالہ سے انتہائی ضروری گذارشات کو جگہ دی گئی ہے اور چار اجزاء ائمہ اربعہ کے حالات و واقعات پر مشتمل ہیں۔ ہر امام کے واقعات سے پہلے ان کے تفصیلی حالات زندگی، علمی کارناموں، تعلیم و تربیت، درس و تدریس اور ملفوظات کو جگہ دے گئی ہے اور پھر ان کی زندگی کے معتبر و مستند واقعات کو مستند حوالوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ عنوانات میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ پورے واقعہ کا خلاصہ سامنے آجائے۔

.....◆◆◆.....

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ

هيهات لاياتي الزمان بمثله
ان الزمان بمثله بخيل

''ناممکن ہے کہ زمانہ ان جیسا شخص لا سکے کیونکہ زمانہ ایسے افراد مہیا کرنے میں بخیل ہے۔''

نام ونسب:

آپ کا اسم ونسب یہ ہے ''امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان تیمی، کوفی رحمۃ اللہ علیہ، بعض علماء نے دادا کا نام زوطی بن ماہ بتایا ہے، وجہ یہ ہے کہ قبل اسلام نعمان کا نام زوطیٰ بروزن موسیٰ یا بروزن سلمیٰ تھا اور مرزبان کا نام ماہ تھا جو فارس کے کسی علاقہ کے حاکم تھے، فارسی میں مرزبان حاکم وامیر کو کہتے ہیں یہ بات بے اصل ہے کہ زوطیٰ زُط کا معرب ہے جس کے معنی ہندوستانی جاٹ یا سندھی جٹ کے ہیں، نعمان بن مرزبان کابل کے اعیان واشراف میں بڑی فہم وفراست کے مالک تھے، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں اسلام قبول کرنے کے بعد کوفہ چلے آئے اور یہیں آباد ہو گئے، اس خاندان کو حضرت علیؓ سے خصوصی تعلق تھا۔

امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میرا نام اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے، ہم لوگ ابنائے فارس یعنی فارس النسل ہیں، واللہ ہمارا خاندان کبھی کسی کا غلام نہیں تھا۔ میرے دادا ابوحنیفہ 80ھ میں پیدا ہوئے، پردادا ثابت بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں گئے، آپ نے ان کے اور ان کی اولاد

کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی یہ دعا قبول فرمائی ہے۔ نعمان بن مرزبان نے نوروز کے جشن پر حضرت علیؓ کو فالودہ پیش کیا، تو آپ نے کہا کہ ہمارا ہر دن نوروز ہے، ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ جشن مہرجان کا ہے۔ (۱)

قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ سے حلف وولاء:

یہ خاندان کوفہ کے ایک معزز و شریف قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ سے ولاء اور دوستانہ تعلق کر کے تیمی کی نسبت سے مشہور ہوا، اس قبیلہ کے افراد نجابت و شرافت کی وجہ سے ''مصابیح الظلم'' یعنی ظلمتوں کے چراغ کہلاتے تھے۔ (۲)

امام صاحب کے تلامذہ میں ابوعبدالرحمٰن بن عبداللہ بن یزید مقری مکی موالی آل عمر متوفی رجب 212ھ بڑے زبردست مقری و محدث ہیں، وہ بصرہ یا اہواز کے کسی علاقہ کے رہنے والے تھے، اور حضرت عمرؓ کے خاندان سے ولاء کا تعلق رکھتے تھے۔ ان کا واقعہ امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں ان کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں جب امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دے کر احسان کیا ہے۔ اس پر امام صاحب نے کہا:

﴿لا تقل ھکذا، ولکن وال بعض ھذہ الاحیاء ثم انتم الیھم فانی کنتُ انا کذالک﴾ (۳)

''تم ایسا نہ کہو، بلکہ ان قبائل میں سے کسی کی ولاء میں آ جاؤ۔ پھر ان کی طرف اپنی نسبت کرو، میں نے بھی ایسا ہی تھا۔''

امام طحاویؒ کے تلمیذ حافظ ابن ابی عوام نے فضائل ابی حنیفہ واصحابہ میں مزید لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے مزید کہا کہ فوجدتھم حی صدقٍ یعنی میں نے ان کو سچا پکا پایا۔ امام صاحبؒ کے خاندان کے علاوہ بنی تیم اللہ کی نجابت و شرافت کی وجہ سے متعدد علمی اور دینی خاندان اور افراد ان سے حلف وولاء کی نسبت رکھتے تھے، ان ہی میں مشہور امام

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ وصاحبیہ: ص ۳

۲۔ جمہرۃ انساب العرب: ص ۳۹۹

۳۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۳۲، بحوالہ مشکل الآثار (۵۴/۴)

قرأت حمزہ (ابوعمارہ حمزہ بن حبیب بن عمارۃ زیات کوفی تیمی متوفی 156ھ) بھی تھے جن کے بارے میں امام صاحبؒ کا قول ہے:

﴿غلب حمزة الناس علىٰ القرآن والفرائض﴾(۱)

''حمزہ نے لوگوں کو قرآن اور فرائض حاصل کرنے پر مجبور و مغلوب کردیا۔''

ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ امام صاحب کا خاندان بنی تیم اللہ کا مملوک اور غلام نہیں تھا، نہ اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا، بلکہ عجم کے نومسلم خاندانوں کی طرح یہ خاندان بھی ایک شریف قبیلہ سے رشتۂ وِلاء قائم کر کے اس کی طرف منسوب ہوا، اور یہ روایت بے اصل ہے کہ امام صاحب کے والد کابل سے گرفتار کر کے کوفہ لائے گئے جہاں قبیلۂ تیم اللہ کی ایک عورت نے ان کو خرید کر آزاد کیا، یا ان کے دادا اس قبیلہ کے غلام تھے، اسی طرح یہ قول بھی بے اصل ہے کہ امام صاحب خالص عربی النسل تھے۔ غالبًا یہ بات ''جواب آں غزل'' کے طور پر امام صاحب کو عجمی غلام کہنے والوں کے جواب میں کہی گئی ہے۔

پیدائش اور بچپن:

امام صاحب کی ولادت خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں 80ھ میں کوفہ کے مشرقی علاقہ میں ہوئی، اس وقت کوفہ کی آبادی پر 66-67 سال گزر چکے تھے، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی کثرت تھی، جن کے دم قدم سے کوفہ کا کوچہ کوچہ دارالعلم بنا ہوا تھا، ہر طرف دینی اور علمی مجلسیں اور طبقے قائم تھے، اسی ماحول میں امام صاحبؒ نے ہوش سنبھالا، خاندانی ذریعہ معاش ریشم اور ریشمی کپڑے کی تجارت تھا، کوفہ کی جامع مسجد کے قریب حضرت عمرو بن حریثؓ کے بابرکت مکان میں دُکان تھی۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات:

بچپن میں امام صاحب نے مکہ مکرمہ میں ایام حج میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ان سے ایک حدیث سن کر اس کی

۱۔ تہذیب التہذیب (۲۸/۳)

روایت کی۔ مسند ابی حنیفہ، کتاب العلم میں ہے:

﴿قال ابو حنیفة رضی الله عنه: ولدتُ سنة ثمانین، وحججت مع ابی سنة ست وتسعین، وانا ابن ست عشرة سنة، فلما دخلتُ المسجد الحرام ورایتُ حلقةً، فقلتُ لابی: حلقةُ من هذه؟ فقال: حلقة عبدالله بن الحارث بن جزء صاحب النبی صلی الله علیه وسلم فتقدمتُ فسمعته یقول: سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من تفقه فی دین الله کفاهُ الله مهمه ورزقه من حیث لا یحتسب﴾(۱)

''امام ابوحنیفہؒ نے بیان کیا ہے کہ میں 80ھ میں پیدا ہوا۔ اور 96ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا، اس وقت میں سولہ سال کا تھا۔ جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو ایک حلقۂ درس دیکھا، والد سے پوچھا کہ یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ صحابی رسول عبداللہ بن حارث بن جزء کا حلقہ ہے، یہ سن کر میں آگے بڑھا تو ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مہمات کے لیے کافی ہوگا اور اس کو بے شان وگمان روزی دے گا۔''

امام ابوحنیفہؒ اور علم فقہ وفتویٰ:

امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ امت مسلمہ میں دین، فقہ اور علم اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمر، اور اصحاب عبداللہ بن عباس کے ذریعہ پھیلا، اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابت اور اصحاب

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۳۵، بحوالہ مسند ابی حنیفہ: ص ۲۵

ابن عمر سے ہے، اہل مکہ کا علم اصحاب ابن عباس سے ہے، اور اہل عراق کا علم اصحاب ابن مسعود سے ہے۔(۱)

کوفہ کے اصحاب عبداللہ بن مسعود میں علقمہ بن قیس نخعیؒ متوفی 72ھ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئے تھے، انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم اکابر صحابہ سے روایت کی تھی، حضرات صحابہ علقمہ بن قیس سے فتویٰ دریافت کیا کرتے تھے، وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم کے حقیقی وارث تھے۔

اور علقمہ بن قیس سے ابراہیم بن یزید نخعیؒ متوفی 96ھ نے علم فقہ حاصل کیا، نیز دوسرے اعیان تابعین سے کسب فیض کیا، یہ علقمہ بن قیس کے بھانجے تھے، ان دونوں حضرات کے بارے میں ابوالمثنیٰ رباح کا قول ہے:

﴿اذا رأیت علقمة فلا یضرک ان لا تریٰ عبدالله، اشبه الناس به سمتاً وهدیًا واذا رأیت ابراهیم فلا یضرک ان لا تریٰ علقمة﴾(۲)

"جب تم نے علقمہ کو دیکھ لیا تو ابن مسعود کے نہ دیکھنے سے تم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، وہ ابن مسعود کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور جب تم نے ابراہیم کو دیکھ لیا تو علقمہ کے نہ دیکھنے سے تم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

اور ابراہیم نخعی سے حماد بن ابی سلیمان مسلم متوفی 120ھ نے علم فقہ حاصل کیا، ان کے علاوہ سعید بن میسبؒ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہؒ ابن عباس، حسن بصریؒ، شعبیؒ وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔

اور ان سے امام ابوحنیفہؒ نے فقہ وفتویٰ کی تعلیم حاصل کر کے حضرت عبداللہ بن

۱۔ اعلام الموقعین: (۱/۱۶)

۲۔ تہذیب التہذیب (۷/۲۷۸)

مسعود کے فقہی مکتب کی ترویج و اشاعت کی، اور ان سے ان کے بہت سے اصحاب و تلامیذ نے فقہ وفتویٰ کی وراثت پائی، جن میں یہ حضرات نمایاں ہوئے، قاضی ابو یوسفؒ، محمد بن حسن شیبانیؒ، زفر بن ہذیلؒ، حماد بن ابو حنیفہؒ، قاضی عافیہ بن یزید اودیؒ، نوح بن دراجؒ وغیرہ۔

امام صاحب نے اپنے استاذ اکبر امام شعبیؒ کی تنبیہ وترغیب کے بعد دینی علوم کی طرف خصوصی توجہ کی، اور ان کے حصول سے پہلے مروجہ دینی علوم میں غور کیا تو ان کے نزدیک فقہ کا علم سب سے زیادہ مفید اور نافع ٹھہرا، اس میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کا فقہی مکتب تمام مکاتب فقہ میں اعلیٰ وافضل معلوم ہوا، اس لیے اس کے ترجمان امام حماد بن ابی سلیمان کی درسگاہ میں پہنچے، جہاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے علوم ومعارف کی روشنی میں تفقہ اور اجتہاد کا مزاج کام کرتا تھا۔(۱)

حلقہ درس وتدریس:

امام صاحب کے حلقۂ درس میں بیٹھنے کی تفصیل حماد بن سلمہ اور داؤد طائی نے یوں بیان کی ہے کہ ابراہیم نخعی کی وفات کے بعد ان کے شاگرد حماد بن سلیمان تھے، جو فقہ و فتویٰ میں ہر عام و خاص میں مقبول تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو اہل علم کو ان کے جانشین کی تلاش ہوئی، اور ان کے شاگردوں کی نگاہِ انتخاب ان کے صاحبزادے اسمعیل بن حماد پر پڑی، چنانچہ ابو بکر نہشلی، ابو بردہ عتبی، محمد بن جابر حنفی، ابو حصین حبیب بن ثابت اور ان کے تلامذہ کی ایک جماعت نے اسمعیل کو ان کی جگہ بٹھایا، مگر کچھ دنوں کے بعد اندازہ ہوا کہ اسمعیل نحو، عربیت، کلام عرب اور اشعار ایام عرب کے عالم ہیں، اور فقہ و فتویٰ میں ان کو وہ کمال نہیں ہے جس کی توقع تھی، اس لیے سب لوگوں نے ابو بکر نہشلی کو حماد بن ابی سلیمان کا جانشین بنانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا، اس کے بعد ابو بردہ عتبی سے کہا گیا مگر انہوں نے بھی انکار کر دیا، اس لیے سب حضرات نے متفقہ طور پر ابو حنیفہ کا

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص۵۳

انتخاب یہ کہہ کر کیا:

﴿ان هذا الخزاز حسن المعرفة وان كان حدثًا﴾

''یہ ریشم فروش اگرچہ نوعمر ہے لیکن فقہ کی معرفت اچھی رکھتا ہے۔''

امام صاحبؒ نے اپنے ساتھیوں کی بات رکھتے ہوئے استاد کے حلقہ میں بحیثیت معلم بیٹھنا منظور کرلیا، اور حماد بن ابی سلیمان کے اونچے تلامذہ ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوگئے۔ جب اس کی خبر علمائے کوفہ میں عام ہوئی تو ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زُفر بن ہذیل، ولید بن ابان، ابوبکر ہذلی اور دوسرے اہل علم آنے لگے۔ اور کوفہ کی جامع مسجد اتنی پرکشش ہوگئی کہ امراء وحکام اور اعیان واشراف تک جمع ہونے لگے۔

ابتداء میں امام صاحبؒ کو استاذ کی جانشینی اور اپنا حلقہ درس قائم کرنے میں بڑا تردد اور خلجان تھا، ان ہی دنوں انہوں نے ایک خواب دیکھا جو بظاہر بہت پریشان کن تھا، ان کا بیان ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھود رہا ہوں، جس کی وجہ سے بہت زیادہ گھبراہٹ پیدا ہوئی اور میں نے بصرہ جاکر ایک شخص کے ذریعہ ابن سیرین سے اس کی تعبیر دریافت کی اور انہوں نے فرمایا کہ:

﴿هذا رجل ينبس اخبار النبى صلى الله عليه وسلم﴾

''یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ظاہر کرے گا۔''

اس کے بعد امام صاحب پورے انشراح وانبساط کے ساتھ فقہ وفتویٰ کا درس دینے لگے۔

امام صاحب تفقہ فی الدین کی تعلیم دیتے تھے، ان کے حلقۂ درس میں علماء وفضلاء کی بڑی جماعت شریک ہوتی تھی، ان میں ہر علم وفن کے مشاہیر ہوتے تھے، ایک مرتبہ وکیع بن جراح نے کہا کہ ابوحنیفہ کسی دینی معاملہ میں غلطی کیسے کرسکتے ہیں، ان کی مجلس درس میں ہر علم وفن کے اہل کمال موجود ہوتے ہیں۔ ابو یوسف، زفر بن ہذیل اور محمد بن حسن جیسے قیاس واجتہاد میں یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان بن علی اور معذل بن علی جیسے حدیث کی معرفت وحفظ میں، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن جیسے لغت وعربیت میں، داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بنؒ عیاض جیسے زہد وتقویٰ میں اپنا جواب نہیں

رکھتے ہیں، جس شخص کے حلقہ درس میں ایسے اہل علم شریک رہتے ہوں وہ غلطی کیسے کر سکتا ہے؟ اگر کوئی ایسی بات ہوگی تو یہ لوگ رہنمائی کریں گے۔(۱)

علمی ماثرات اوران سے استفادہ:

اسلام میں فقہی ترتیب پر تصنیف و تالیف کا باقاعدہ رواج دوسری صدی کے وسط میں ہوا، اور عالم اسلام کے خال خال علماء و محدثین نے کتاب لکھی، ربیع بن صبیح متوفی 160ھ نے بصرہ میں، معمر بن راشد متوفی 152ھ نے کوفہ میں، عبداللہ بن مبارک متوفی 181ھ نے خراسان میں، ولید بن مسلم متوفی 194ھ نے شام میں ہشیم بن بشیر متوفی 183ھ نے واسط میں اور اسی زمانہ میں امام ابوحنیفہ نے بھی کوفہ میں فقہ کی تدوین کی، اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کو لے کر المجمع الفقہی قائم کیا اور احادیث و فقہ کا املاء کرایا، بعد میں تلامذہ نے ان کتابوں کو اپنے حلقۂ درس میں روایت کیا جس کی وجہ سے وہ کتابیں ان کی طرف منسوب ہوئیں، پھر بھی کچھ کتابیں امام صاحب کے نام سے باقی رہ گئیں، ابن ندیم نے ان کتابوں کے نام دیئے ہیں:

(1) کتاب الفقہ الاکبر
(2) کتاب رسالۃ الی البستی
(3) کتابُ العالم والمتعلم
(4) کتاب الرد علی القدریہ۔(۲)

امام صاحب کی وفات کے بہت بعد تک ان کی کتابوں سے استفادہ ہوتا رہا اوران کا ذکر اس زمانہ کے اہل علم کے یہاں ملتا ہے۔

عبداللہ بن داؤد واسطی کا قول ہے:

﴿من اراد ان یخرج من ذل العمی والجهل ویجدلذة الفقه فلینظر فی کتب ابی حنیفة﴾(۳)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۶۰۔۶۲

۲۔ الفہرست: ص ۲۸۵

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۸۷

''جو شخص چاہتا ہے کہ کور چشمی اور جہالت کی ذلت سے نکل کر فقہ کی لذت پائے وہ ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھے۔''

زائدہ بن قدامہ کا بیان ہے کہ میں نے سفیان ثوری کے سرہانے ایک کتاب پائی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے، میں نے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے دے دی۔

﴿فاذا کتاب الرهن لابی حنیفة، فقلت له تنظر فی کتبه فقال ودِدْتُ انها کلها عندی مجتمعة انظر فیها فما بقی فی شرح العلم غایةً ولکن ما ننصفه﴾(۱)

''وہ ابوحنیفہ کی کتاب الرہن تھی، میں نے کہا کہ آپ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا میری خواہش ہے کہ ان کی تمام کتابیں میرے پاس جمع ہوتیں اور میں ان کو دیکھتا رہتا، علم کی تفصیلات کی کوئی انتہاء نہیں ہے، ہم نے ابوحنیفہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔''

سجادہ کا بیان ہے کہ میں اور ابومسلم مستملی دونوں یزید بن ہارون کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ بغداد میں خلیفہ منصور کے یہاں مقیم تھے، ابومسلم نے ان سے سوال کیا:

﴿ماتقول یا ابا خالد فی ابی حنیفة والنظر فی کتبه﴾

''ابوخالد! آپ ابوحنیفہ اور ان کی کتابیں دیکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

انہوں نے کہا کہ تم لوگ ان کی کتابیں دیکھا کرو، اگر تم لوگ فقیہ بننا چاہتے ہو، میں نے فقہاء میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو ناپسند کرے اور سفیان ثوری نے حیلہ سے ان کی کتاب الرہن نقل کی ہے۔(۲)

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ میں ملک شام میں امام اوزاعی کے پاس گیا

۱۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه: ص ۶۵

۲۔ تاریخ بغداد (۳۴۲/۱۳)

اور بیروت میں ان سے ملاقات کی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے خراسانی! یہ کون بدعتی ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور ابوحنیفہ کی کنیت رکھتا ہے؟ میں نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اپنی قیام گاہ پر واپس آ کر ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔

﴿فرجعت الی بیتی، فاقبلتُ علی کتب ابی حنیفة فاخرجت منها مسائل من جیاد المسائل وبقیتُ فی ذلک ثلاثة ایام﴾

''میں اپنی قیام گاہ پر واپس آ کر ابوحنیفہ کی کتابوں میں لگ گیا، اور تین دن تک ان کو پڑھ کر ان سے اچھے اچھے مسائل نکالے۔''

تیسرے دن ان کے پاس گیا اور مسائل کی کتاب میرے ہاتھ میں تھی، امام اوزاعی نے پوچھا یہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے ان کو کتاب دے دی، انہوں نے اس کو دیکھنا شروع کیا اور ایک مسئلہ پر ان کی نظر پڑی جس میں میں نے قال النعمان لکھا تھا، اذان ہوگئی تھی، اقامت کا وقت قریب ہو گیا، اور ان کو امامت کرنی تھی، اس کے باوجود کھڑے کھڑے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا، پھر کتاب اپنی آستین میں رکھ کر نماز پڑھائی فراغت کے بعد پھر اس کو پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی اور کہا کہ خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ایک شیخ ہیں جن سے میں نے عراق میں ملاقات کی ہے۔ اوزاعی نے کہا۔

﴿هذا نبیل من المشائخ، اذهب فاستکثر منه﴾

''یہ بہت اونچے مشائخ میں سے ہیں، تم جا کر ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔''

اس کے بعد میں نے ان کو بتایا کہ یہی ابوحنیفہ ہیں جن کے پاس جانے سے آپ نے مجھ کو منع کیا تھا۔ خطیب بغدادی کی روایت یہیں تک ہے، عقود الجمان میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی دونوں مکہ میں ملے، میں نے اوزاعی کو دیکھا کہ ان مسائل میں ابوحنیفہ سے بحث کر رہے ہیں، اور ابوحنیفہؒ اس سے زیادہ وضاحت اور دلائل کے ساتھ ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں جن کو

میں نے لکھا تھا اس کے بعد میں اوزاعی سے ملا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ ابوحنیفہ کی کثرت علم اور وفور عقل پر رشک ہو رہا ہے، میں بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا، تم ان سے مل کر علم حاصل کرو۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں:

﴿من لم ينظر فی کتب ابی حنيفة لم يتبحر فی الفقه﴾

''جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہیں دیکھے گا فقہ میں تبحر نہیں ہو سکتا ہے۔''

امام شافعیؒ کا یہ قول دوسری روایت میں یوں ہے:

﴿من لم ينظر فی کتب ابی حنيفة لم يتبحر فی العلم ولايتفقه﴾

''جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہیں دیکھے گا وہ علم اور فقہ میں تبحر نہیں ہوگا۔''

امام مالک نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر ابوحنیفہ کی کتابیں طلب کیں اور انہوں نے بھیجا۔

﴿يسأله ان يحمل اليه شيئًا من کتب ابی حنيفة ففعل﴾

''امام مالکؒ نے خالد سے سوال کیا کہ ابوحنیفہؒ کی کچھ کتابیں بھیج دو، چنانچہ انہوں نے یہ کام کیا۔''

عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعمش نے حج کا ارادہ کیا، اور کہا کہ:

﴿من هٰهنا يذهب الی ابی حنيفة يکتب لنا کتاب المناسک﴾

''کوئی یہاں ہے جو ابوحنیفہؒ کے پاس جا کر ہمارے لیے کتابُ المناسک لکھ دے۔''(۱) ——

ا۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص:۸۹

حلیہ، لباس، رفتار اور گفتار:

امام صاحب نہایت وجیہ وشکیل اور خوبصورت آدمی تھے، قد درمیانہ اور رنگ گندمی تھا، بہترین کپڑے اور عطریات استعمال کرتے تھے، خوشبو کی وجہ سے ان کی آمد سے پہلے ہی ان کا پتہ چل جاتا تھا، گفتگو نہایت شیریں، آواز نہایت سریلی تھی، ان کے دیکھنے والوں نے ان کو حسن الوجہ، حسن الثیاب، (عمدہ کپڑوں والے) طیب الریح، (بہترین خوشبو والے) حسن المجلس، (بہترین ہم نشین) شدید الکرم، (انتہائی سخی) حسن المواساۃ لاخوانہ، (ہمدردی کرنے والے) بتایا ہے۔

جوتے نہایت نفیس پہنتے تھے، گھر سے نکلتے تو تسمہ وغیرہ درست کر لیتے تھے، موزہ بھی استعمال کرتے تھے، کئی ٹوپیاں تھیں، جامع مسجد کے حلقہ درس میں لمبی سیاہ ٹوپی لگاتے تھے جو کوفہ کے تاجروں میں رائج تھی، بوقت ضرورت اونی کپڑے اور سنجاف وسمور بھی استعمال کرتے تھے، جمعہ کے دن ردا اور قمیص (تہبند اور کرتا) پہنتے تھے، ایک شاگرد ابومطیع کے اندازہ کے مطابق ان دونوں کی قیمت چار درہم تھی، گھر میں عام طور سے چٹائی بچھی رہتی تھی۔

نضر بن محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے فجر کی نماز امام صاحب کے ساتھ پڑھی اس وقت میرے بدن پر قومسی کمبل تھا، امام صاحب کہیں جانے کی تیاری کر رہے تھے، مجھ سے کمبل مانگا، واپسی پر کہا کہ تمہارے کمبل کی وجہ سے مجھے شرمندگی ہوئی، میں نے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ وہ موٹا ہے، حالانکہ وہ کمبل مجھے بہت پسند تھا میں نے پانچ دینار میں خریدا تھا، اس کے بعد امام صاحب کے بدن پر میں نے قومسی کمبل دیکھا جس کی قیمت میرے اندازہ کے مطابق تیس دینار تھی۔(۱)

ملفوظاتِ امام ابوحنیفہؒ:

امام صاحب علم وحکمت میں اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور ان کی عقل مندی، حاضر جوابی، معاملہ فہمی کے سب لوگ قائل تھے۔ ان کے بہت سے حکیمانہ اقوال کتابوں میں مذکور ہیں، چند اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۹۲

- علماء دین کے واقعات بیان کرنا اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنا میرے نزدیک بہت سے فقہی مباحث سے بہتر ہے کیونکہ ان کے اقوال و مجالس ان کے آداب واخلاق ہیں۔
- کوئی شدید ضرورت پیش آ جائے تو پوری کیے بغیر کھانا نہ کھاؤ، کیونکہ کھانا عقل میں ثقل پیدا کر دیتا ہے۔
- جو شخص وقت سے پہلے عزت و شرف اور سیادت طلب کرے گا، زندگی بھر ذلیل رہے گا۔
- جو شخص علم دین دنیا کے لیے حاصل کرے گا، اس کی برکت سے محروم رہے گا، اور علم اس کے دل میں راسخ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے کسی کو نفع پہنچے گا۔

سب سے بڑی عبادت اللہ پر ایمان ہے اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔

- جو شخص بغیر تفقہ کے حدیث پڑھتا ہے وہ اس عطار کے مانند ہے جو دوا فروخت کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کس مرض کے لیے ہے اس کو طبیب بتاتا ہے، اسی طرح محدث حدیث جانتا ہے مگر فقیہ کا محتاج ہوتا ہے۔
- جب کوئی عورت اپنی جگہ سے اٹھ جائے تو اس کی جگہ پر جب تک گرم رہے نہ بیٹھو، اگر علمائے دین اللہ کے ولی اور دوست نہیں ہے تو کون اس کا ولی ہوگا؟
- میں نے ابتداء میں گناہ کے کام ذلت و رسوائی کے ڈر سے چھوڑے اور آخر میں یہ عمل دین و دیانت بن گیا۔
- قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا تو حضرت علی، حضرت معاویہ اور ان کے معاملات کے بارے میں سوال نہیں کرے گا، بلکہ جن باتوں کا مجھ کو مکلّف کیا ہے، ان ہی کے بارے میں سوال کرے گا۔ میرے لیے انہی میں مشغول رہنا بہتر ہے۔

امام صاحب یہ اشعار پڑھتے تھے

عطاء ذی العرش خیرٌ من عطائکم   وسیبه واسعٌ یرجیٰ وینتظر
انتم یکدر ما تعطون منّکم   واللہ یعطی بلامنٍّ ولا کدر

''عرش والے کی عطا تمہاری عطا سے بہتر ہے اور اس کی دین وسیع ہے جس کی امید کی جاتی ہے، تم جو کچھ دیتے ہو اس کو تمہارا احسان جتانا خراب کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بلا احسان جتائے بلا کسی خرابی کے دیتا ہے۔''(۱)

غروبِ آفتابِ حق:

امام صاحب کو اپنے زمانہ کے حکمرانوں کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھائی پڑی تھی، اموی دور میں امیر عراق ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضا پیش کیا اور انکار پر ایک سو دس کوڑے اس طرح رسید کیے کہ روزانہ ایک گھوڑے پر لیجا کر دس کوڑے مارے جاتے تھے اور امام صاحب انکار کرتے تھے، اس کے بعد عباسی دور میں پھر ان کو عہدۂ قضاء پیش کیا گیا اور انکار پر زہر دے دیا گیا۔

عہدۂ قضاء قبول نہ کرنے پر دُرّے مارنے یا زہر دے کر جان لینے کی اندرونی وجہ کچھ اور تھی، امام صاحبؒ کے نزدیک اموی اور عباسی امراء اسلام کے جادۂ مستقیم سے دور تھے اور ظلم و زیادتی میں حد سے تجاوز کرتے تھے، اس لیے عہدۂ قضاء کا عہدہ قبول کرنا ظلم و جور میں تعاون کے مترادف تھا، اس دور کے محتاط اہل علم و فضل کا یہی رویہ تھا اور وہ ان حکومتوں میں کسی قسم کا عہدہ لینا معصیت سمجھتے تھے، امراء و خلفاء ان کے رویہ سے غیر مطمئن اور خائف رہا کرتے تھے، اور کسی بہانہ سے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے تھے، بڑے بڑے عہدے اور بھاری بھاری رقمیں پیش کر کے ان پر دباؤ ڈالتے تھے، یہی صورت حال امام صاحب کے ساتھ تھی، امام صاحب ان کے مقابلہ میں علوی دعاۃ کے حق میں تھے، اسی لیے ابوجعفر منصور نے عہدۂ قضاء قبول نہ کرنے کے بہانہ سے جیل خانہ میں زہر دلوا دیا۔

خطیب بغدادی نے زفر بن ہذیل کا بیان نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابو طالب قتیل باخمریٰ کی دعوت و خروج کے زمانہ میں امام

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۹۵۔۹۷

صاحب نہایت زور وشور سے ان کے موافق بات کرتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہماری گردنوں میں رسی ڈلوا کر ہی خاموش ہوں گے، اسی حال میں ابوجعفر منصور کا پیغام امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آیا کہ ابوحنیفہ کو ہمارے پاس بھیج دو، چنانچہ امام صاحب کو بغداد لے جایا گیا، جہاں پندرہ دن تک وہ زندہ رہے، پھر ان کو زہر دیا گیا اور انتقال کر گئے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ابراہیم بن عبداللہ نے اپنے بھائی محمد النفس الزکیہ کے قتل کے بعد بصرہ خروج کر کے اپنی دعوت دی، ابوجعفر منصور نے اپنے چچازاد بھائی اور امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کو لکھا اور وہ پانچ ہزار فوج لے کر آیا، کوفہ کے قریب مقام باخمریٰ میں مقابلہ ہوا، اور ابراہیم بن عبداللہ معرکہ میں کام آئے، یہ واقعہ 145ھ کا ہے، امام صاحب ابراہیم بن عبدلالہ کے ہمنواؤں اور طرفداروں میں تھے۔

ذہبی نے لکھا ہے:

﴿وقد رُوی ان المنصور سقاه السم فمات شهيداً رحمه الله لقيامه مع ابراهيم﴾

''بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کو زہر دیا تھا اور ابراہیم کا ساتھ لینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی۔''

نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے اس کو بیان کیا ہے۔

جس وقت امام صاحب ابوجعفر منصور کے سامنے پیش کیے گئے اس نے آپ کو عہدۂ قضاء پیش کیا اور انکار پر جیل خانہ بھیج دیا، جہاں زہر سے رجب 150ھ میں شہادت ہوئی، میت کو پانچ سرکاری ملازم باہر لائے اور غسل دیا گیا، جنازہ میں پچاس ہزار سے زائد خلق اللہ شریک ہوئی، چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی، اور مشرقی بغداد کے مقبرۂ خیزران میں دفن کیے گئے قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دینے کے بعد امام صاحب کی جناب میں یوں خراج تحسین پیش کیا:

﴿یرحمک الله، لم تفطر مند ثلاثین سنةً ولم تتوسد یمینک باللیل منذاربعین، کنت افقهنا واعبدنا وازهدنا، واجمعنا لخصال الخیر، وقبرت اذقبرت الی خیر وسنة، واتعبت من بعدک وفضحت القراء﴾

''ابوحنیفہ! اللہ آپ پر رحم کرے، آپؒ نے تیس سال تک روزے رکھے، چالیس سال تک رات میں نہیں سوئے، آپ ہم میں سب سے بڑے فقیہ، سب سے عابد، سب سے بڑے زاہد اور نیک خصلتوں کے سب سے بڑے جامع تھے، سنت اور نیکی پر موت پائی، اپنے بعد لوگوں کو رنج وغم میں مبتلا کر دیا، اور علماء کا بھرم جاتا رہا۔''

جنازہ میں ہجوم کی وجہ سے چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی، سمعانی کا بیان ہے:

﴿وصلی علیه ست مرات من کثرة الازدحام آخرهم صلی علیه ابنه حماد﴾

''یعنی ازدحام کی کثرت کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی، آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد نے پڑھی۔''

ایک مرتبہ قاضی حسین بن عمارہ نے امام صاحب کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ سلف کے خلف تھے، اور آپ نے اپنے بعد ایسے شاگرد چھوڑے ہیں جو آپ کے علم کے خلف بن سکتے ہیں مگر ورع وتقویٰ میں اللہ کی توفیق ہی سے خلف بن سکتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک بغداد آئے تو امام صاحب کی قبر پر جا کر کہا ابوحنیفہ آپ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے، ابراہیم نخعی نے مرنے کے بعد اپنا جانشین چھوڑا، حماد بن ابی سلیمان نے مرنے کے بعد اپنا جانشین چھوڑا، مگر آپ نے مرنے کے بعد روئے زمین پر اپنا جانشین نہیں چھوڑا، یہ کہا اور پھوٹ پھوٹ کر خوب روئے۔(۱)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص۹۳۔۹۵

باغ باقی ہے باغبان نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسبان نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

اولاد واحفاد:

امام صاحب کی اولاد میں صرف حماد کا پتہ چلتا ہے، جن کا نام امام صاحب نے اپنے شیخ حماد بن ابی سلیمان کے نام پر رکھا تھا وہ باپ کے علوم کے وارث اور ورع وتقویٰ میں ان کے مثیل تھے، فقہ اور حدیث دونوں اصول کے حامل تھے، ان کے لڑکے اسمٰعیل خلیفہ مامون کے زمانہ میں بصرہ کے قاضی تھے۔ ان کے علاوہ حماد کے تین لڑکے ابوحبان، عثمان اور عمر تھے۔(۱)

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

.....◆◆◆.....

ا۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۹۵

امام ابوحنیفہؒ اور علم حدیث

امام اعظمؒ کو حدیث کے معاملہ میں عرصہ دراز سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا رہا اور آپ کی محدثانہ شان کو مجروح کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں، علمائے حقہ کی طرف سے اس بے جا تنقید کے انتہائی عمدہ اور دندان شکن جوابات دیئے گئے۔ اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں بھی تالیف کی گئیں ہیں۔ ذیل میں مولانا قاضی اطہر مبارکپور صاحب کی ''سیرت ائمہ اربعہ'' کا ایک طویل اقتباس معمولی ترمیم کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، اس تحریر کا مطالعہ کرنے کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ شان کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور حدیث کے میدان میں امام اعظمؒ کی خدمات آشکارا ہوں گی۔

امام صاحب تقریباً بائیس سال کی عمر تک کلام اور جدل و مباحثہ کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرتے رہے اور اس میں درجۂ کمال تک پہنچے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دینی علوم خصوصاً علم حدیث سے اس مدت میں بالکل بے تعلق رہے بلکہ اس دور میں بھی وہ علم حدیث کی مجالس میں شریک ہو کر شیوخ و محدثین سے روایت کرتے تھے، البتہ علم کلام میں غلو کی وجہ سے علم حدیث کی طرف توجہ کم تھی جیسا کہ انہوں نے خود امام شعبی سے کہا تھا کہ میں علماء کے یہاں کم آمد و رفت رکھتا ہوں، اور حماد بن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کے بعد امام صاحب رات دن دینی علوم کی تحصیل میں لگ گئے، امام حماد کے فقہی درس میں روزانہ صرف تین مسائل پر احادیث و آثار اور روایت و درایت کی روشنی میں بحث و تمحیص ہوتی تھی، باقی اوقات دوسرے علماء و محدثین کی مجالس میں آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

امام صاحب کے سوانح نگاروں نے ان کے بہت سے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہیں، ابوحفص الکبیر کے حکم سے امام صاحب کے شیوخ کی فہرست تیار کی گئی تو چار ہزار نام نکلے، حافظ ابوبکر محمد بن عمر جبالی نے ''کتاب الانتصار'' میں خاص طور سے

امام صاحب کے بہت سے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، شیخ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی دمشقی نے ''تسہیل السبیل'' میں امام صاحب کے شیوخ کا ذکر کیا ہے، اور ''عقود الجمان'' میں حروف تہجی پر ان کے نام شمار کیے ہیں جن کی تعداد دوسواسی سے زائد ہے۔(۱)

اگر تفقہ فی الدین میں امام حماد بن ابی سلیمانؒ ان کے شیخ اکبر ہیں تو امام عامر بن شرجیل شعبیؒ حدیث رسول میں ان کے شیخ اکبر ہیں جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے:

﴿وھو اکبر شیخ لابی حنیفۃ﴾(۲)

''وہ ابوحنیفہ کے شیخ اکبر ہیں۔''

امام صاحب تفقہ و اجتہاد میں ائمہ اربعہ متبوعین میں سب سے آگے تھے، اور تفقہ و اجتہاد کا دارومدار کتاب وسنت پر ہے، بغیر اس کے کوئی عالم فقیہ و مجتہد نہیں ہوسکتا ہے، البتہ وہ حدیث کی روایت سے زیادہ حدیث کی درایت اور اس سے مسائل کے استخراج پر توجہ دیتا ہے، اس لیے ہر فقیہ و مجتہد کا محدث ہونا ضروری ہے۔

امام اعمشؒ امام صاحبؒ کے استاد حدیث ہیں، ایک مرتبہ امام صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے کئی علمی سوالات کیے اور امام صاحب نے ان کے جوابات دیئے، ہر سوال کے جواب پر امام اعمشؒ کہتے تھے کہ تم یہ جواب کس دلیل سے دے رہے ہو؟ اور امام صاحب کہتے تھے کہ آپ ہی سے روایت کردہ احادیث سے جواب دے رہا ہوں، آخر میں امام اعمش نے کہا:

﴿یامعشر الفقھاء، انتم الاطباءُ ونحن الصیادلۃ﴾(۳)

''اے فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں، اور ہم دوافروش ہیں۔''

امام صاحب کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا جو حدیث کی تشریح اور اس کے فقہی اسرار و حکم کا ابوحنیفہ سے زیادہ جاننے والا ہو، میں نے بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کر کے ان میں غور کیا تو معلوم ہوا

۱۔ عقود الجمان: ص ۶۳

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۷۵)

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۳

کہ ان کا مسلک درست ہے۔ میں بسا اوقات فقہ کے مقابلہ میں حدیث کی طرف مائل ہو جاتا تھا مگر بعد میں معلوم ہوتا تھا کہ امام صاحب صحیح حدیث کے بارے میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔(۱)

نیز قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ ایک دن اعمشؒ نے کہا کہ تمہارے استاذِ فقہ ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول کیوں ترک کر دیا؟

﴿عتق الامة طلاقها﴾

''باندی کی آزادی اس کے حق میں طلاق ہے۔''

میں نے جواب دیا:

﴿لحديث حدثتناه عن ابراهيم عن الاسود، عن عائشة ان بريرة حين اعتقت خيرت﴾

''اس حدیث کی وجہ سے جس کو آپ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابراہیم نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہؓ جب آزاد کی گئیں تو ان کو اختیار دے دیا گیا تھا۔''

یہ جواب سن کر اعمش نے کہا کہ واقعی ابوحنیفہ حدیث کے موقع و محل کو خوب پہچانتے ہیں اور اس میں بڑا شعور رکھتے ہیں اور ابوحنیفہ کے علم حدیث اور اس سے استدلال پر اظہار تعجب کیا۔(۲)

حسن بن صالح کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ احادیث کے ناسخ و منسوخ کی جانچ میں بہت شدت سے کام لیتے تھے، اور ان کے روایتی اور درایتی معیار کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے جو حدیث مل جاتی تھی اسی پر عمل کرتے تھے، وہ علمائے کوفہ کی احادیث و فقہ دونوں کو پہچانتے تھے، اور اپنے شہر کے تعامل کی اتباع کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کے حافظ تھے جس پر آپ کا وصال ہوا، اور جو علماء کوفہ تک پہنچا۔

ایک مرتبہ محمد بن واسع خراسان گئے، لوگوں نے ان سے فقہی مسائل دریافت

۱۔ تاریخ بغداد (۳۴۰/۱۳)

۲۔ تاریخ بغداد (۳۴۰/۱۳)

کیے، انہوں نے کہا کہ فقہ کوفہ کے نوجوان عالم ابوحنیفہ کا فن ہے، لوگوں نے کہا کہ وہ حدیث نہیں جانتے وہاں عبداللہ بن مبارک موجود تھے، انہوں نے یہ سن کر برجستہ کہا کہ تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ ابوحنیفہ حدیث نہیں جانتے۔ ایک مرتبہ ان سے رُطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جائز قرار دیا، اس کے مقابلہ میں اہل علم نے حضرت سعد کی حدیث پیش کی تو ابوحنیفہ نے بتایا کہ وہ حدیث شاذ ہے، زید بن ابی عیاش راوی کی وجہ سے مقبول نہیں ہے، کیا جو شخص ایسی بات کرے وہ حدیث نہیں جانتا۔(۱)

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوحنیفہؒ نے مجھ کو محدث بنایا اور درس حدیث کے لیے بٹھایا، صورت یہ ہوئی کہ میں کوفہ گیا تو ابوحنیفہ نے وہاں کے اہل علم سے کہا کہ سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار کی احادیث کے سب سے بڑے عالم ہیں، اس کے بعد وہاں کے اہل علم میرے گرد جمع ہو گئے اور میں نے عمرو بن دینار کی احادیث بیان کیں۔ واضح ہو کہ عمرو بن دینار، امام ابوحنیفہ کے بھی استاذ حدیث ہیں مگر انہوں نے ان کی احادیث کا سب سے بڑا عالم سفیان بن عیینہ کو بتا کر اپنے شہر کے اہل علم سے ان کا تعارف کرایا، یہ ان کے اعلیٰ ظرف کی دلیل ہے۔

عبداللہ بن داؤد خریبیؒ کہا کرتے تھے کہ اہل اسلام پر فرض ہے کہ ابوحنیفہؒ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، انہوں نے مسلمانوں کے لیے سنن یعنی احادیث اور فقہ کو محفوظ کر دیا۔(۲)

سفیان ثوری کا قول ہے کہ ابوحنیفہ صرف صحیح حدیث کو لیتے تھے، حدیث کے ناسخ و منسوخ کا پختہ علم رکھتے تھے، ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل اور اہل کوفہ کے مسلک پر عمل کرتے تھے، اور اسی کو دین بناتے تھے، ایک جماعت نے ان پر طعن و تشنیع کی ہے، ہم ایسے لوگوں کے بارے میں سکوت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔(۳)

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۱۱

۱۔ تاریخ بغداد (۳۴۴/۱۳)

۳۔ عقود الجمان: ص ۱۹۱

امام صاحب احادیث کی روایت کے بارے میں کہا کرتے تھے:

﴿لاینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الاما یحفظ من وقت ماسمعه﴾(۱)

''آدمی کو چاہیے کہ صرف وہی حدیث بیان کرے جس کو اس نے سماع کے وقت یاد کرلیا ہے۔''

یحییٰ بن معین کا قول ہے:

﴿کان ابو حنیفة ثقة، لایحدث الا ماحفظ، ولایحدث بما لایحفظ﴾(۲)

''ابوحنیفہ ثقہ ہیں، وہ صرف وہی حدیث بیان کرتے ہیں جو ان کو یاد ہے اور جو یاد نہیں ہے اس کو بیان نہیں کرتے۔''

امام صاحب کے تلمیذ ابوعبدالرحمٰن مقری مکی کے بارے میں بشر بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے تو کہتے تھے:

﴿حدثنا شاها نشاه﴾

''یعنی شہنشاہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔''(۳)

ایک مرتبہ یحییٰ بن معین سے سفیان ثوری کی ان احادیث کے بارے میں سوال کیا گیا جن کو انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ:

﴿ثقة، ماسمعت احداً ضعفه هذا شعبة بن الحجاج یکتب له ان یحدث ویامره، وشعبة شعبة﴾(۴)

''ابوحنیفہ ثقہ ہیں، میں نے نہیں سنا کہ کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو، شعبہ بن حجاج ان کو حدیث بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے اور ان کو اس کا حکم دیتے تھے، اور شعبہ بہرحال شعبہ ہیں۔''

۱۔ مناقب ابی حنیفة وصاحبیه: ص۲۲
۲۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۵۴)
۳۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۵)
۴۔ عقود الجمان: ص۲۰۳

ایک مرتبہ ابوسعد صنعانی نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ سفیان ثوری سے روایت کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امام صاحب نے ان سے کہا کہ:

﴿اُکتب عنه فانه ثقة ماخلا احادیث ابی اسحاق عن الحارث واحادیث جابر الجعفی﴾(۱)

''تم ان سے حدیث لکھو، وہ ثقہ ہیں سوائے ابواسحٰق کی ان احادیث کے جو حارث سے مروی ہیں اور سوائے جابر جعفی کی احادیث کے۔''

رُواۃ حدیث کی جرح وتعدیل کے بارے میں بھی امام صاحب کے اقوال کتابوں میں ملتے ہیں، ایک قول یہ ہے:

﴿مارأیتُ اکذب من جابر الجعفی، ولا افضل من عطاء بن ابی رباح﴾(۲)

''میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابورباح سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔''

امام صاحب علوم حدیث کے تمام سرچشموں سے سیراب تھے، اور اس میں ان کو جامعیت حاصل تھی، ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر منصور کے یہاں گئے، عیسیٰ بن موسیٰ نے امام صاحب کے بارے میں کہا کہ:

﴿هذا عالم الدنیا الیوم﴾

''یعنی آج یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔''

ابوجعفر منصور نے پوچھا کہ آپ نے کس سے علم حاصل کیا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا حضرت عمرؓ کا علم اصحاب عمر سے، حضرت علیؓ کا علم اصحاب علی سے، حضرت ابن مسعودؓ کا علم اصحاب ابن مسعود سے، حضرت ابن عباسؓ کا علم اصحاب ابن عباس سے، اور ابن عباس کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔ یہ سن کر ابوجعفر منصور نے کہا کہ آپ نے بہت ہی معتبر ومستند علم حاصل کیا ہے۔(۳)

۱۔ عقود الجمان: ص ۱۶۷

۲۔ تہذیب التہذیب (۱۰/۴۵۱)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۳۴)

حدیث کے چند شیوخ:

جیسا کہ معلوم ہوا کہ امام صاحب کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہاں چند اساطین علم وفضل اور کبار تابعین و تبع تابعین کے نام دیئے جاتے ہیں جن سے امام صاحب نے علم دین حاصل کیا ہے، عامر بن شراحیل حمیری کوفی، حماد بن ابی سلیمان مسلم اشعری کوفی، علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی، حکم بن عتیبہ کوفی، عاصم بن ابی النجود کوفی، سلمہ بن کہیل حضرمی کوفی، علی بن الاقمر کوفی، زیاد بن علاقہ کوفی، عطاء بن ابی رباح مکی، سعید بن مسروق ثوری، ابوجعفر الباقر محمد بن علی بن حسین، عدی بن ثابت انصاری کوفی، عطیہ بن سعید عوفی کوفی، ابوسفیان سعدی، ابوامیہ عبدالکریم ابومخارق بصری، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ مدنی، نافع بن مولی ابن عمر مدنی، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج مدنی، قتادہ بن دعامہ بصری، عمرو بن دینار مکی، ابواسحٰق سبیعی کوفی، محارب بن دثار کوفی، ہیثم بن حبیب صواف کوفی، محمد بن منکدر مدنی، سماک بن حرب کوفی، قیس بن مسلم کوفی، یزید بن صہیب کوفی، عبدالعزیز بن رفیع مکی کوفی، ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی، منصور بن معتمر کوفی، سلیمان بن مہران الاعمش بصری، اور بہت سے دوسرے علمائے تابعین۔

قلت روایت کی وجہ:

چونکہ امام صاحب کا خاص فن تفقہ اور اجتہاد تھا اس لیے احادیث کے بارے میں بڑی شدت اور احتیاط سے کام لیتے تھے، روایت سے زیادہ درایت پر توجہ دیتے تھے۔ اس لیے ان کی احادیث بظاہر کم معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان کے حاسدوں نے اس بات کو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کیا، حالانکہ دوسرے ائمہ دین بھی شدت احتیاط کی وجہ سے قلیل الحدیث ہیں۔ مثلاً امام مالکؒ کی احادیث کا مجموعہ صرف ان کی کتاب مؤطا ہے، جو دوسری کتب حدیث کے مقابلہ میں مختصر سی کتاب ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام مالکؒ کو حدیث معلوم نہیں تھی، بلکہ انہوں نے حدیث کے بارے میں شدت اختیار کی اور تکثیر روایت سے پرہیز کیا۔

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ مالک کی حدیث

کیوں کم ہے؟ انہوں نے بتایا کہ بکثرۃ تمییزہ یعنی ان کی بہت زیادہ احتیاط اور پرکھ کی وجہ سے یہ بات ہے، خود امام مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری سے بہت سی احادیث کا سماع کیا ہے مگر نہ کبھی ان کی روایت کی ہے اور نہ ہی روایت کروں گا، جب اس کی تعداد معلوم کی گئی تو کہا کہ ان احادیث پر عمل نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے انتقال کے بعد ان کی کتابیں نکالی گئیں جن میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیثیں بہت زیادہ تھیں اور ان میں سے مؤطا میں صرف دو حدیثیں ہیں۔(۱)

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جب امام مالکؒ کو کسی حدیث کے بعض حصے میں شک پڑ جاتا تھا تو پوری حدیث ترک کر دیتے تھے، عبداللہ بن وہب کہتے ہیں کہ لوگوں کا علم بڑھتا ہے اور امام مالکؒ کا علم ہر سال حدیث کے متعلق کم ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح امام ابوحنیفہؒ حدیث کے بارے میں شدت سے کام لیتے تھے اور اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے متبع تھے جن کا حال یہ تھا کہ ایک ایک سال تک اپنی زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے تھے اور جب یہ جملہ کہتے تو کانپ جاتے تھے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اور چونکہ امام صاحب نے تحدیث کے مقابلہ میں تفقہ کو ترجیح دی اور کتاب وسنت سے احکام ومسائل کے استخراج واستنباط کا طریقہ اختیار کیا اس لیے احکام کی ان احادیث پر زور دیا جن سے تفقہ واجتہاد میں کام لیتے تھے، ابن شبرمہ کا قول ہے:

﴿اقل الروایۃ تفقہ﴾

''تم حدیث کی روایت کم کرو فقیہ ہو جاؤ گے۔''

اور حسن بصری نے کہا ہے:

﴿من لم یکن لہ فقہ من سوسہ لم تنفعہ الروایۃ للحدیث﴾(۲)

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۱۴۹)

۲۔ المحدث الفاضل: ص ۵۵۸

''جس کو تفقہ کا فطری ذوق نہ ہو اس کے لیے حدیث کی روایت نفع بخش نہیں ہے۔''

فقیہ کے لیے محدث ہونا ضروری ہے، جب تک احادیث و آثار کا علم نہیں ہوگا ان سے احکام و مسائل کا استنباط کیسے ہو سکتا ہے، مگر تکثیر روایت اس کا مقصد نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے عام محدثین کی طرح وہ احادیث جمع کرنے کی کوشش نہیں کرتا، یہ حضرات محدثین کا کام ہے۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حدیث کے لیے دور دراز مقامات کا سفر کیا اور مشقت برداشت کر کے ان کو جمع کیا۔(۱)

۱۔　سیرت ائمہ اربعہ: ص ۴۳۔۵۲

امام ابوحنیفہؒ کے دلچسپ واقعات

اٹھارہ سال، ایک استاد کی خدمت میں

امام صاحب سے ایک روایت میں ہے کہ میں جس زمانہ میں حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس سے علیحدگی کا خیال کر رہا تھا بصرہ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں کے لوگوں نے مجھ سے مسائل دریافت کیے اور میں کئی مسائل کے جواب نہ دے سکا، اس لیے ارادہ کرلیا کہ حماد کی زندگی میں ان سے جدا نہیں ہوں گا، چنانچہ اٹھارہ سال تک ان کی خدمت میں رہا۔

امام حماد بن ابی سلیمان کی وفات 120ھ میں ہوئی، اور امام صاحب اُن کے انتقال تک ان کے ساتھ رہے جس کی مدت اٹھارہ سال ہے، اس حساب سے امام صاحب اپنے استاذ کے حلقۂ درس میں 102ھ میں گئے جب کہ ان کی عمر بائیس سال کی تھی، اس سے پہلے علم کلام اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ اسلام کی طرف سے دفاعی خدمت انجام دیتے تھے۔

امام صاحب ابتداء میں حماد بن ابی سلیمان کے پاس گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ فقہ حاصل کرنے کے لیے، اس پر حماد نے کہا تم روزانہ تین مسائل سیکھا کرو، اس سے زیادہ نہ سیکھو۔ امام صاحبؒ نے ان کا مشورہ قبول کرلیا اور فقہ میں ایسی مہارت و شہرت حاصل کی کہ ان کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں۔(۱)

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

جن دنوں امام صاحب علم کلام اور بحث و مباحثہ کی طرف سے بیزار ہو رہے

ا۔ اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ: ص٦

تھے ایک اور واقعہ پیش آیا جس نے ان کی تمام تر توجہ دینی علوم کی طرف موڑ دی، امام صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام شعبی کی درسگاہ کی طرف سے گزر رہا تھا، انہوں نے مجھے آواز دی، میں حاضر ہوا تو کہا تم کس کے یہاں آتے جاتے ہو؟ میں نے بتایا کہ فلاں شخص کے پاس جا رہا ہوں، امام شعبیؒ نے کہا کہ میرے سوال کا مطلب بازار آنے جانے کا نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم کن علماء کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے ہو؟ میں نے کہا کہ:

﴿انا قلیل الاختلاط الیھم﴾

''یعنی میں علماء کے پاس کم آتا جاتا ہوں۔''

اس پر امام شعبیؒ نے کہا کہ:

﴿لاتفعل، وعلیک بالنظر فی العلم ومجالسة العلماء فانی اریٰ فیک یقظة وحرکة﴾

''تم ایسا نہ کرو، میں تمہارے اندر ذہنی وفکری بیداری اور حرکت دیکھ رہا ہوں، تم علم دین اور علماء دین کی مجلس اختیار کرو۔''

امام شعبیؒ کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی، اور اسی وقت سے بازار اور دکان میں آنا جانا بند کر کے علم دین کی تحصیل میں لگ گیا، اللہ تعالیٰ نے امام شعبی کی بات سے مجھے نفع پہنچایا۔(۱)

﴿مسئلہ کا فیصلہ﴾

ایک مرتبہ ابو یوسف اور زفر امام صاحب کے دائیں بائیں بیٹھ کر کسی مسئلہ پر بحث میں ایک دوسرے کی دلیل کا رد کر رہے ہیں۔ اسی میں ظہر کا وقت ہو گیا تو امام صاحب نے زفر سے کہا کہ جس جگہ ابو یوسف ہوں تم اپنی برتری کی طمع نہ کرو، یہ کہہ کر ابو یوسف کے حق میں فیصلہ صادر کیا۔(۲)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۴۳، بحوالہ عقود الجمان: ص ۱۶۰

۲۔ تاریخ بغداد (۴/ ۲۴۷)

﴿مسجد میں تکرار﴾

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں ابوحنیفہ کی مجلس درس سے گزرا دیکھا کہ ان کے اردگرد شاگردوں کی جماعت بلند آواز سے بحث و مباحثہ کر رہی ہے، میں نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو مسجد میں شور کرنے سے کیوں نہیں روکتے ہیں؟ انہوں نے کہا:

﴿دَعهُم فانهُم لایتفقّهون الاّ بهٰذا﴾

''ان کو اپنے حال پر چھوڑو، وہ اسی طرح سے تفقہ حاصل کریں گے۔''

امام صاحب کا معمول تھا کہ اہم مسائل پر سالوں غور وفکر کرتے تھے اور جب تک پورے طور سے تحقیق و تنقیح نہیں ہو جاتی تھی شاگردوں کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے۔(۱)

﴿ایثار و ہمدردی کا انوکھا واقعہ﴾

ایک مرتبہ حاجیوں نے امام صاحب کی خدمت میں بہت سے جوتے ہدیہ میں پیش کیے چند دنوں کے بعد امام صاحب نے اپنے لیے جوتا خریدنا چاہا، لوگوں نے پوچھا کہ ہدیے کے جوتے کیا ہوئے، آپ نے بتایا کہ ان میں سے ایک جوڑی بھی میرے یہاں نہیں ہے۔ میں نے سب اپنے شاگردوں کو دے دیا۔(۲)

﴿خوگر عشق وفا﴾

ایک شخص نے دکان پر آ کر کپڑا خریدنا چاہا، امام صاحب نے ملازم سے کہا کہ کپڑا نکال کر دکھاؤ، اس نے تھان نکالا اور اس پر ہاتھ رکھ کر صلی اللہ علی محمدٍ کہا، یہ سن کر امام صاحب سخت برہم ہو گئے اور ملازم سے کہا کہ تم میرے کپڑے کی تعریف درود سے کرتے ہو؟ آج خرید و فروخت بند رہے گی، چنانچہ ایسا ہی کیا۔(۳)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۴۶، بحوالہ الفقیہ والمتفقہ (۱۴/۲)

۲۔ اخبار ابی حنیفۃ وصاحبیہ: ص ۵۰

۳۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۴۷، بحوالہ عقود الجمان: ص ۳۰۹

﴿درویش صفت﴾

قاضی ابو یوسف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام صاحب کے ساتھ جا رہا تھا، راستہ میں لڑکوں نے دیکھ کر شور مچانا شروع کیا کہ یہی ابوحنیفہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے، امام صاحبؒ نے کہا کہ ابو یوسف! دیکھ رہے ہو یہ بچے کیا کہتے ہیں؟ میں اللہ کے لیے اپنے اوپر واجب کرتا ہوں کہ رات کو نہیں سوؤں گا۔

عبدالمجید بن ابورواد کہتے ہیں کہ میں نے ایام حج میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ طواف، نماز اور فتویٰ میں مشغول کسی کو نہیں دیکھا، وہ تمام رات، تمام دن عبادت میں رہ کر تعلیم بھی دیا کرتے تھے، میں مسلسل دس دن تک دیکھتا رہا کہ وہ طواف، نماز اور تعلیم میں مصروف رہ کر نہ رات کو سوئے، اور نہ دن میں ایک گھنٹہ آرام کیا۔

عبداللہ بن لبید الخلنسی بیان کرتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ آتا تو ابوحنیفہؒ قرآن کی تاویلات میں اپنے کو مصروف کر لیتے اور آخری عشرہ میں ان سے بات کرنا مشکل ہوتا تھا۔(۱)

﴿والدہ کی راحت کا خیال﴾

امیر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری نے امام صاحب کے لیے عہدۂ قضا تجویز کیا مگر آپ نے انکار کر دیا، اس پر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو ایک سو دس کوڑے کی سزا دی، آپ کہتے ہیں کہ مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی کہ اس حادثہ پر والدہ کے رنج و غم سے ہوئی، والدہ نے کہا کہ نعمان، جس علم کی وجہ سے تم کو یہ دن دیکھنا پڑا، اس سے ترک تعلق کر لو، میں نے کہا کہ اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا میں نے یہ علم صرف اللہ کی رضا جوئی اور اپنی نجات کے لیے حاصل کیا ہے۔(۲)

﴿دو درہم، ماہانہ خرچ﴾

فیض بن محمد رقی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بغداد میں ابوحنیفہؒ سے

۱۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۴۱

۲۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۵۳

ملاقات کی اور کہا کہ میں کوفہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں، کوئی ضرورت ہو تو فرمایئے، امام صاحبؒ نے کہا کہ تم میرے بیٹے حماد کے پاس جا کر میری طرف سے کہہ دینا کہ میرا ماہانہ خرچ دو درہم ہے، کبھی ستو، کبھی روٹی پر گزر اوقات کرتا ہوں اور تم نے اس کو بھی نہیں بھیجا جلدی سے بھیج دو۔(۱)

درد والم سے بے نیاز محو جمال یار ہوں

عبدالرزاق صنعانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ بُردبار شخص نہیں دیکھا، ہم لوگ ان کے ساتھ مسجد خیف میں تھے، بصرہ کے ایک حاجی نے امام صاحب سے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے جواب دیا، اس نے کہا کہ حسن بصری اس مسئلہ میں یوں کہتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا کہ حسن بصری نے غلطی کی ہے، یہ سن کر ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا امام صاحب کو بدترین گالیاں دینے لگا اور کہا کہ تم کہتے ہو کہ حسن بصری نے غلطی کی ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ اس شخص کو مارنے کے لیے دوڑے، مگر امام صاحب نے سب کو خاموش کیا، پھر کہا کہ ہاں اس مسئلہ میں حسن بصریؒ نے غلطی کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت کی جو میرے قول کے مطابق ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ امام صاحب کوفہ کی جامع مسجد میں درس دے رہے تھے، ایک شخص مسجد کے گوشہ میں کھڑا ہوا امام صاحبؒ کو برا بھلا کہہ رہا تھا، آپ سب کچھ سنتے رہے اور پڑھاتے رہے، شاگردوں کو بھی بات کرنے سے منع کر دیا، فارغ ہو کر باہر نکلے تو وہ شخص بھی پیچھے پیچھے چلا، جب امام صاحب اپنے دروازہ پر پہنچے تو اس سے کہا کہ یہ میرا مکان ہے، اگر تمہاری بات پوری نہ ہوئی ہو تو آ کر پوری کر لو، ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ سن کر وہ شخص شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔(۲)

فقہاء کی علمی شان

امام اعمشؒ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حدیث ہیں، ایک مرتبہ امام صاحبؒ ان کی

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۶۷

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۸۱، بحوالہ عقود الجمان: ص ۲۸۷

خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے کئی علمی سوالات کیے اور امام صاحب نے ان کے جوابات دیئے، ہر سوال کے جواب پر امام اعمشؒ کہتے تھے کہ تم یہ جواب کس دلیل سے دے رہے ہو؟ اور امام صاحب کہتے تھے کہ آپ ہی سے روایت کردہ احادیث سے جواب دے رہا ہوں، آخر میں امام اعمش نے کہا:

﴿یامعشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة﴾(۱)

''اے فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم دوا فروش ہیں۔''

﴿مسجد حرام کی توسیع کا ایک دلچسپ واقعہ﴾

خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک مرتبہ حج کے موقع پر مسجد حرام کی تنگی دیکھ کر اس کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا، اور آس پاس کے مکانوں کو حرم میں ملانے کے لیے ان کے مالکوں کو خطیر رقم پیش کی، مگر وہ لوگ جوارِ حرم چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوئے، ابو جعفر منصور بہت پریشان ہوا۔ زبردستی کر کے مکانات غصب بھی نہیں کر سکتا تھا، اس سال امام ابوحنیفہ بھی حج کو گئے، مگر لوگوں کو ان کی آمد کی خبر نہیں تھی اور نہ ہی ابھی تک وہ فقیہ و مفتی کی حیثیت سے مشہور و متعارف ہوئے تھے، جب امام صاحب کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو خود ابوجعفر کے پاس گئے، اور کہا کہ یہ معاملہ بہت آسان ہے، امیر المومنین مکان کے مالکوں کو بلا کر اُن سے دریافت کریں کہ کعبہ تمہارے جوار اور پڑوس میں اُترا ہے، یا تم اس کے جوار میں آ کر آباد ہوئے ہو؟ اگر وہ جواب دیں کہ کعبہ ہمارے پاس اُترا ہے تو یہ جھوٹ ہے، اگر وہ جواب دیں کہ ہم کعبہ کے جوار میں اترے ہیں، تو ان سے کہا جائے گا کہ اب اس کے زائرین وحجاج زیادہ ہو گئے ہیں اور مہمانوں کے لیے اس کا صحن تنگ ہو گیا ہے اور وہ اپنے سامنے کے میدان کا زیادہ حقدار ہے، اس لیے اس کی زمین خالی کرو، چنانچہ اس رائے کے مطابق ابوجعفر منصور نے مکان کے مالکوں کو طلب کر کے یہی بات کہی اور ان کے ہاشمی نمائندوں نے اقرار کیا کہ ہم لوگ کعبہ کے جوار میں قیام پذیر ہوئے ہیں، اس کے بعد سب لوگ اپنے مکانات فروخت کرنے پر راضی ہو گئے۔(۲)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۴۵، بحوالہ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۳

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۸۴، بحوالہ احسن التفاسیر فی معرفۃ الاقالیم: ص ۷۵

﴿فقیہ، فقیر نہیں ہوسکتا!﴾

حسن بن زیاد لؤلؤیؒ امام صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، جب وہ امام صاحب کی مجلس میں شریک ہونے لگے تو ان کے والد نے امام صاحب سے کہا ''میری کئی بیٹیاں ہیں اور حسن کے علاوہ میرا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے اس لئے میں بہت پریشان ہوں'' امام صاحب نے حسن بن زیاد کو بلا کر کہا ''تمہارے والد ایسا ایسا کہہ رہے تھے، تم میرے پاس رہو، میں نے کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا ہے''۔

اس کے ساتھ ہی امام صاحب نے ان کا وظیفہ جاری کردیا جو ان کی فراغت تک برابر جاری رہا۔(۱)

﴿آنکھوں کا نور﴾

امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی، ہم لوگ امام صاحب کے حلقہ درس میں ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے، حاضرین میں داؤد طائی، قاسم بن معن، عافیہ بن یزید، وکیع بن جراح، مالک بن مغول اور زفر بن ہذیل بھی شامل تھے، امام صاحب نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''تم لوگ میرے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو، میں نے تم لوگوں کو تفقہ فی الدین میں اس قابل بنادیا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں، تم میں سے ہر ایک عہدہ قضاء کی صلاحیت رکھتا ہے، میں اللہ تعالی اور تمہارے علم کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ علم دین کو اجرت اور مزدوری کی ذلت سے محفوظ رکھنا اور اس کو ذریعہ معاش نہ بنانا۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی عہدہ قضاء میں مبتلا ہو جائے اور اس بارے میں اپنے اندر کوتاہی یا خرابی محسوس کرے جس سے عوام بے خبر ہوں تو اس کے لئے اس منصب میں رہنا جائز نہیں ہے اگر مجبوراً اس منصب پر جانا ہی پڑے تو عوام سے بے تعلق نہ ہو،

ا۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۶۴ بحوالہ اخبار ابی حنیفۃ ؓ و اصحابہ، ص:۹۲

پانچوں وقت محلّہ کی مسجد میں عام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھے اور ان کی دینی ضروریات معلوم کرے، اگر درمیان میں بیمار پڑ جائے اور مجلس قضاء میں حاضر نہ ہو تو وظیفہ سے غیر حاضری کے دن ساقط کر دے اور جو فیصلہ میں ناانصافی کرے گا، اس کا فیصلہ جائز اور قابل قبول نہیں ہوگا''۔(۱)

﴿نعمت کا اثر﴾

امام صاحبؒ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب اپنے کسی شاگرد کو خستہ حال دیکھتے تو مجلس درس ختم ہونے کے بعد ان کو بیٹھنے کا حکم دیتے اور جب مجمع چلا جاتا تو اس کی مدد کرتے تھے۔

ایک دن ایک طالب علم کے جسم پر پھٹے پرانے کپڑے دیکھے تو حسب معمول اس کو بیٹھے رہنے کا حکم دیا اور جب سب لوگ چلے گئے تو کہا ''مصلی اٹھاؤ! اس کے نیچے رقم ہے، لے لو اور اپنی ہیئت بدل ڈالو'' اس طالب علم نے کہا ''میں امیر آدمی ہوں، ناز ونعمت میں زندگی بسر کرتا ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے'' امام صاحب نے فرمایا ''تم کو یہ حدیث معلوم نہیں:

﴿ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ﴾

''اللہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔''

جب تم مالدار آدمی ہو تو اپنی حالت درست کر لو تاکہ تمہارے احباب تمہاری خستہ حالی دیکھ کر غمگین نہ ہوں''۔(۲)

﴿واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے!﴾

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جہاں فقہ کے امام تھے اسی طرح آپ کو تصوف میں بھی امامت کا درجہ حاصل تھا، آپ کے دن روزہ کی حالت میں اور راتیں اللہ کے ساتھ

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۷۷ بحوالہ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۶۱

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۷۸ بحوالہ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ، ص:۱۷

راز و نیاز میں گزرتی تھیں، ذیل میں اس کا کچھ حال پیش کیا جارہا ہے:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''رات کو نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہونا اور عبادت کرنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بتواتر ثابت ہے اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کا نام ''وتد'' (کیل) رکھ دیا تھا بلکہ تیس سال تک رات بھر عبادت کرتے رہے اور ایک ایک رکعت میں ایک ختم قرآن شریف کرتے تھے۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ رات بھر قرآن شریف پڑھتے اور رات کو خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے کہ آپ کے ہمسائے آپ پر رحم کرتے، گھر کے جس حصہ میں آپ کی وفات ہوئی وہاں سات ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم فرمایا تھا''۔

عبداللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے آپ کی غیبت کی فرمایا ''تجھ پر افسوس ہے تو ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے پینتالیس سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور ایک رکعت میں قرآن ختم فرماتے تھے اور جو کچھ مجھے فقہ کا علم ہے وہ سب میں نے اُن سے حاصل کیا''۔

ابو مطیع نے فرمایا ''میں شب میں جس وقت بھی امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا میں نے انہیں طواف کی حالت میں پایا''۔

حسن ابن عمارہ نے جب آپ کو غسل دیا تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو بخش دے، تیس سال سے آپ نے روزہ نہ چھوڑا اور آپ نے بعد والوں کو تھکایا اور قاریوں کو رسوا کیا، آپ کی شب بیداری کا سبب یہ تھا کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ دوسرے سے کہہ رہا ہے یہ امام ابوحنیفہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے۔ یہ سن کر آپ نے امام ابو یوسف سے فرمایا ''سبحان اللہ! کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس ذکر کو پھیلا دیا، اب یہ بات تو مناسب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اس حال کے علاوہ کسی اور کیفیت میں ملاقات کریں، خدا کی قسم! ایسا نہ ہوگا کہ لوگ وہ بات بیان کریں جس کو میں نہیں کرتا'' اسی دن سے رات بھر نماز پڑھتے، گریہ وزاری کرتے اور دعا مانگتے رہتے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ ہر رات دن میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے اور رمضان شریف سے یوم عید تک باسٹھ

قرآن ختم فرماتے، آپ بہت بڑے سخی اور علم سکھانے پر بڑے صابر تھے، جو کچھ آپ کو کہا جاتا اس پر آپ تحمل فرماتے اور غصے سے دور رہتے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ بیس برس تک اول شب میں وضو کیا، اسی وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور جو شخص ہم سے قبل آپ کی خدمت میں رہا اس نے کہا کہ چالیس سال سے یہی حال ہے''۔

مسعر فرماتے ہیں ''میں نے ان کو دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر لوگوں کو علم سکھانے کے لئے بیٹھتے، حتیٰ کہ ظہر کی نماز پڑھتے، پھر عصر تک بیٹھتے، پھر عصر کے بعد مغرب کے قریب تک بیٹھتے، پھر بعد مغرب سے عشاء تک بیٹھتے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عبادت کس وقت کرتے ہیں میں ضرور اس کو دیکھوں گا، پس جب لوگ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر آرام کرنے لگے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب دلہن کی طرح پاک و صاف ہو کر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور عبادت میں فجر تک مشغول رہے پھر واپس تشریف لائے، اپنا لباس پہنا اور فجر کی نماز کو تشریف لے گئے اور حسب معمول روز سابق کام میں مشغول ہوئے، یہاں تک کہ جب عشاء کی نماز پڑھی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص دو راتیں تو نہایت نشاط سے عبادت کرتا رہا آج کی رات پھر دیکھیں گے تو میں نے وہی مشغلہ ان کا دیکھا۔ تب میں نے عزم کر لیا کہ مرتے دم تک ان کا ساتھ نہ چھوڑوں گا تو میں نے ان کو برابر دن میں صائم اور شب میں قائم دیکھا اور وہ قبل ظہر ذرا سا اونگھ جاتے تھے''۔ امام مسعر نے بحالت سجدہ امام ابوحنیفہ کی مسجد میں وفات پائی۔

فضیل بن وکین فرماتے ہیں ''میں نے تابعین کی ایک جماعت کو دیکھا لیکن ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہ سے اچھی طرح نماز پڑھتے نہ پایا، آپ نماز شروع کرنے سے پہلے روتے اور خوب دعا کرتے تھے۔ کہنے والا کہتا ہے بخدا وہ اللہ سے ڈر رہے ہیں اور میں ان کو جب بھی دیکھتا تو کثرت عبادت سے مثل مشک کہنہ کے محسوس ہوتے۔ ایک شب نماز میں برابر یہ آیت پڑھتے رہے:

﴿بل الساعة موعدهم والساعة ادهىٰ وامر﴾

''بلکہ قیامت کے وقوع کا ان سے وعدہ کیا گیا اور قیامت ایک دہشتناک اور کڑوی چیز ہے''

ایک رات قرأت شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے:

﴿فمن الله علینا ووقانا عذاب السموم﴾

''پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں گرم ہوا کہ عذاب سے بچالیا''

تو اس کو فجر کی اذان تک بار بار پڑھتے رہے''۔

آپ کی ام ولد فرماتی ہیں ''میں جب سے آپ کو جانتی ہوں کبھی شب میں بچھونے کا تکیہ نہ بنایا، گرمی کے زمانہ میں ظہر وعصر کے درمیان اور جاڑے میں اول شب ذرا دیر کو سو رہتے''۔

ابن ابی رواد فرماتے ہیں ''میں نے طواف، نماز اور فتاویٰ جاری کرنے میں عمر بھر کسی شخص کو امام صاحب سے زیادہ صابر نہ پایا، گویا وہ چوبیس گھنٹے آخرت کی طلب اور اس کی نجات کی فکر میں مشغول رہتے تھے اور میں نے ان کو دس رات دیکھا تو کبھی رات کو سوتا ہوا نہ پایا اور نہ دن کو کبھی نماز، طواف وتعلیم سے خالی رہے''۔

بعض اہل مناقب نے ذکر کیا کہ جب آپ نے زندگی کا آخری حج فرمایا تو خدام کعبہ معظمہ کو اپنا آدھا مال اس بنا پر دے دیا کہ اندرون کعبہ نماز پڑھنے کی اجازت دیں، اجازت ملنے پر آپ نے وہاں نصف قرآن ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا، پھر دوسرا نصف دوسرے پاؤں پر...... اور بارگاہ خداوندی میں یہ درخواست پیش کی:

''اے میرے رب میں نے تجھے پہچانا حق پہچاننے کا اور تیری عبادت نہ کی جو حق عبادت کا تھا تو بوجہ میرے کمال معرفت کے میری عبادت کا نقصان مجھے بخش دے''۔

گوشۂ بیت اللہ سے آواز آئی تو نے پہچانا اور اچھی طرح پہچانا اور خالص خدمت کی، میں نے تجھے بخش دیا اور ہر ایک اس شخص کو جو تیرے مذہب پر قیامت تک ہوگا''۔(۱)

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۸۱۔۸۴

﴿امام محمد امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں﴾

امام محمد رحمہ اللہ کے زمانہ میں کوفہ علم حدیث، فقہ اور لغت کا گہوارہ بن چکا تھا، حضرات صحابہ کرام کا وہاں قیام اور حضرت علی کا کوفہ کو دارالخلافہ بنانا، مزید اس کی علمی چمک دمک میں اضافہ کر رہا تھا، امام محمد قرآن سیکھنے اور کچھ حصے حفظ کرنے کے بعد وہاں کی ادبی مجلسوں اور حلقہ ہائے درس میں شامل ہونے لگے، جب ۱۴ سال کی عمر کو پہنچے تو امام ابو حنیفہؒ کے پاس گئے، انہوں نے امام صاحب سے پوچھا ''آپ ایسے نابالغ لڑکے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد رات کو احتلام ہو جائے؟ کیا عشاء کی نماز لوٹائے گا؟'' امام صاحب نے فرمایا ''جی ہاں!'' امام محمدؒ نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر عشاء کی نماز لوٹا دی، امام صاحب نے یہ دیکھ کر فرمایا:

﴿ان هذا الصبي يفلح ان شاء الله﴾

''اگر اللہ نے چاہا تو یہ بچہ ضرور فلاح پائے گا۔''(۱)

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فقہ کی محبت آپ کے دل میں ڈال دی چنانچہ آپ حصول فقہ کے لئے امام ابوحنیفہ کی مجلس میں پہنچ گئے، امام صاحب نے فرمایا ''پہلے قرآن کریم حفظ کرلو، پھر سبق میں آجانا''۔

سات دن بعد امام محمد نے واپس آکر عرض کیا ''میں نے حفظ قرآن مکمل کرلیا ہے''۔ پھر امام صاحب سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا، امام صاحب نے پوچھا ''یہ سوال کسی سے سنا ہے یا خود تمہارے ذہن میں پیدا ہوا؟'' عرض کیا ''کسی سے نہیں سنا، بلکہ میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے'' امام صاحب نے فرمایا ''یہ تو بڑے لوگوں کا سوال ہے، آپ پابندی کے ساتھ درس فقہ میں شریک ہوا کریں'' اسکے بعد امام محمد چار سال متواتر امام صاحب کے درس میں شریک ہوتے رہے اور مجلس فقہ کے تمام مسائل کے جوابات لکھ کر اسے مرتب کرتے رہے۔

۱۔ بلوغ الامانی، ص: ۵۔۶

امام ابوحنیفہؒ کی فراست

ایک مرتبہ کوفہ شہر پر خوارج کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے وہاں کے مشائخ کو گرفتار کرنا شروع کر دیا، اسی دوران انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو بھی گرفتار کر لیا اور اپنے سردار کے سامنے پیش کیا، اس نے امام صاحب سے کہا ''تم کفر سے توبہ کرو'' امام صاحب نے اعلیٰ درجہ کی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''میں کفر سے توبہ کرتا ہوں'' آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ میں تمہارے کفر سے توبہ کرتا ہوں، یہ سن کر اس سردار نے امام صاحب کا رستہ چھوڑ دیا، جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ''یہ شخص تمہیں جُل دے کر نکل گیا ہے'' لہٰذا اس نے امام صاحب کے پیچھے آدمی بھیج کر دوبارہ گرفتار کر لیا اور ان سے پوچھا ''کیا تم نے میرے کفر سے توبہ کی ہے؟'' امام صاحب نے کہا ''نہیں! میں نے تو ہر طرح کے کفر سے توبہ کی ہے'' پھر فرمایا:

''اب تم بھی توبہ کرو کیونکہ تم نے میرے بارے میں بدگمانی بھی کی ہے اور مجھ پر الزام بھی لگایا ہے اور یہ دونوں چیزیں تمہارے نزدیک گناہ کبیرہ ہیں اور تمہارے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے لہٰذا اب تم کفر سے توبہ کرو'' یہ سن کر وہ سردار بہت پشیمان ہوا اور امام صاحب کے ہاتھ پر توبہ کرنے لگا۔

اس قصہ سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کی فراست معلوم ہوئی تو اسی طرح خوارج کی ذہنی سطح بھی معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اسلام سے دور کرتا ہے تو اس کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی وسعت علمی

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی لاٹھی، پتھر یا کوڑے وغیرہ سے قتل کر دے تو یہ قتل عمد نہ ہو گا بلکہ شبہ عمد ہو گا، لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے گا بلکہ دیت لی جائے گی۔

اس مسئلہ کے بارے میں ایک قصہ بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ لغت کے امام عمرو بن علاء حضرمی نے امام صاحب کا یہ موقف سنا تو کہا کہ ''اگر کوئی شخص کسی کو چٹان پھینک کر

مار ڈالے تو آپ پھر بھی اس پر قصاص لازم نہیں کریں گے؟" امام صاحب نے فرمایا "ولو بأبا قبیس"، یعنی اگر کوئی کسی پر ابوقبیس نامی پہاڑ بھی گرادے پھر بھی ہم اس پر قصاص کو لازم نہیں کریں گے۔

اس واقعہ کو بنیاد بنا کر چند جاہل لوگ امام صاحب کی علمی استعداد کو کمزور ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحب نے "بأبا قبیس" کہا حالانکہ حرف جر کی وجہ سے انہیں "بأبی قبیس" کہنا چاہئے تھا۔ حالانکہ ان جہلاء کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسمائے ستہ مکبرہ میں مختلف قبائل کی مختلف آراء ہیں۔ ہمارے ہاں درسی کتابوں میں جو رائے پیش کی جاتی ہے وہ تو ایک قبیلہ کی رائے ہے، جبکہ امام صاحب نے دوسرے قبیلہ کی رائے کو سامنے رکھتے ہوئے بابا قبیس کہا تھا۔

دشمن عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ کا واقعہ

کوفہ میں ایک شخص نعوذ باللہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہودی کہا کرتا تھا، امام صاحب نے اس کے پاس جا کر ایک مرتبہ اس سے کہا "میں تمہاری لڑکی کے لئے شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں، لڑکا نہایت شریف، مالدار، حافظ قرآن، سخی اور عبادت گزار ہے، خدا کا خوف رکھتا ہے، نماز، روزہ کا سخت پابند ہے"۔

یہ سن کر اس نے کہا "میں تو اس سے کم حیثیت والے شوہر پر راضی تھا، یہ رشتہ بہت خوب ہے"۔

امام صاحب نے فرمایا "مگر ایک بات ہے...... وہ یہ کہ لڑکا یہودی ہے"

یہ سنتے ہی اس نے شدت سے انکار کرتے ہوئے کہا "آپ یہودی سے میری لڑکی کی شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

امام صاحب نے جواب دیا "تمہارے خیال کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی یہودی سے کی تھی"۔

یہ سنتے ہی اللہ تعالیٰ نے حق کے لئے اس کا دل کھول دیا اس نے فوراً استغفار کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عزم کرلیا۔(۱)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۸۳ بحوالہ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۶۴

﴿غم آخرت کا روشن چراغ﴾

اسد بن عمرو فرماتے ہیں ”امام صاحب کا رونا شب میں سنا جاسکتا تھا یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر رحم کرنے لگتے“۔

امام وکیع فرماتے ہیں ”وہ بڑے امانتدار تھے اور اللہ تعالیٰ کی نہایت تعظیم کرتے اور رضا الٰہی کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کیلئے ان پر تلواریں پڑتیں اس کو بھی سہار لیتے، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو جس طرح ابرار (نیک اور برگزیدہ بندوں) سے راضی ہے کہ یہ بھی ابرار ہی میں سے تھے“۔

یحییٰ بن قطان کا فرمان ہے ”جب میں ان کو دیکھتا تو سمجھتا کہ یہ متقی ہیں اور ایک شب رات بھر اس آیت کو پڑھتے اور دہراتے اور روتے اور گڑگڑاتے رہے:

﴿بل الساعة موعدهم والساعة ادهیٰ وامر﴾

”بلکہ قیامت کو وقوع کا ان سے وعدہ کیا گیا اور قیامت ایک دہشتناک اور کڑوی چیز ہے۔“

اور ایک رات الھکم التکاثر تک پہنچے اور صبح تک برابر اسی کو دہراتے رہے۔

یزید بن لیث فرماتے ہیں ”ایک مرتبہ امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ اذا زلزلت الارض پڑھی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مقتدی تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب رحمہ اللہ متفکر بیٹھ کر ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں۔ میں وہاں سے اُٹھ گیا تاکہ آپ کا دل مشغول نہ ہو اور قندیل کو روشن ہی چھوڑ دیا اور اس میں تھوڑا سا تیل ابھی باقی تھا...... پھر طلوع فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ قندیل روشن ہے اور امام صاحب اپنی ریش مبارک پکڑے کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں:

”اے وہ ذات کہ بمقدار ذرۂ خیر کے جزائے خیر دے گا اور بمقدار ذرۂ شر کے جزائے شر دے گا۔ نعمان کو تو اپنے پاس آگ سے بچالے کہ آگ کے قریب بھی نہ جائے اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل کرلے۔“

جب میں اندر گیا تو امام صاحب نے پوچھا ''کیا قندیل لینا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا ''میں صبح کی اذان بھی دے چکا ہوں'' فرمایا ''جو کچھ تم نے دیکھا اس کو چھپانا کسی پر ظاہر نہ کرنا'' پھر دو رکعت سنت فجر پڑھ کر بیٹھے یہاں تک کہ نمازِ فجر کی تکبیر ہوئی اور آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز اول شب کے وضو سے پڑھی۔

ابوالاحوص فرماتے ہیں ''امام صاحب کی استقامت اور پابندی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی آپ سے یہ کہہ دیتا کہ آپ تین دن میں انتقال فرمائیں گے تو جو کچھ آپ کا معمول تھا اس میں کچھ زیادہ نہ فرماتے''۔

کسی نے عیسیٰ بن یونس سے امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کیا تو انہوں نے امام صاحب کے لئے دعا کی اور کہا کہ امام صاحب کی غایت کوشش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں اور اس کے حرمات کی تعظیم کریں اور فرمایا کہ اگر حرج نہ ہوتا تو میں کبھی فتویٰ نہ دیتا۔ سب سے زیادہ ڈر کی بات جس سے میں ڈرتا ہوں یہ ہے کہ میرا فتویٰ مجھے آگ میں نہ ڈال دے اور کہا کہ جب سے میں فقیہ ہوا کبھی اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک غلام کو سنا کہ قیمت مانگتا ہے تو اتنا روئے کہ دونوں کنپٹیاں اور مونڈھے پھڑکنے لگے، دُکان بند کرنے کا حکم دیا اور سر ڈھانپ کر جلدی کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم لوگ خدائے تعالیٰ پر کس قدر جری ہیں! ہم میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ ہم خدا سے جنت مانگتے ہیں اور یہ اپنے دل سے مانگتا ہے میرے جیسے آدمی کے لئے تو یہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے عفو اور درگزر مانگے۔

امام نے ایک دن صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی:

﴿ولا تحسبن الله غافلاً عما يعمل الظلمون﴾

''تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل نہ سمجھنا اس چیز سے جسے ظالم لوگ کر رہے ہیں۔''

مضطرب ہوئے یہاں تک کہ اس کو اوروں نے پہچانا۔ امام صاحب کی عادت تھی کہ جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تو اپنے اصحاب سے فرماتے ''اس کا کوئی سبب نہیں سوائے کسی گناہ کے جو مجھ سے ہوا ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش طلب

کرتے، بسا اوقات کھڑے ہوتے وضو کرتے دو رکعت نماز پڑھتے پھر استغفار کرتے تو مسئلہ آپ پر واضح ہو جاتا۔ اس کے بعد فرماتے ''میں خوش ہوا اس لئے اُمید کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول ہوئی کہ مسئلہ مجھے معلوم ہو گیا''۔

یہ خبر فضیل رحمہ اللہ کو پہنچی تو بہت روئے اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحم فرمائے، یہ امام صاحب کی بے گناہی کا باعث ہے دوسروں کو تو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے گناہ اس کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں''۔

ایک مرتبہ آپ نے انجانے میں ایک لڑکے کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا اس نے کہا ''اے شیخ! قیامت کے دن کے قصاص سے نہیں ڈرتا ہے؟'' اتنا سننا تھا کہ امام صاحب پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو کسی نے کہا ''اس لڑکے کا کہنا آپ کے قلب پر کس قدر اثر کر گیا!'' فرمایا ''میرا خیال یہ ہے کہ یہ کلمہ اس کے دل میں ڈالا گیا ہے''۔

کسی نے امام صاحب اور ابن المعتمر کو دیکھا کہ آپس میں سرگوشی کر رہے ہیں اور مسجد میں رو رہے ہیں، جب مسجد سے نکلے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ دونوں کو کیا ہوا جو اس قدر روئے؟ فرمایا ''ہم نے موجودہ زمانہ کو دیکھا اور اہل خیر پر اہل باطل کے غلبہ کو یاد کیا لہٰذا ہم رو پڑے''۔

رات میں نماز پڑھتے وقت چٹائی پر آپ کے آنسوؤں کا ٹپکنا اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے بارش ہو اور رونے کا اثر آپ کی دونوں آنکھوں اور دونوں رخساروں پر معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔(۱)

﴿واں ایک خامشی تیرے سب کے جواب میں﴾

ایک مناظر نے ایک مرتبہ آپ سے کہا ''اے مبتدع! اے زندیق!......''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تجھے بخشے! اللہ تعالیٰ میری نسبت تیرے کہنے کے خلاف جانتا ہے اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے برابر کسی کو

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۸۶۔۹۰

نہیں سمجھا اور سوائے اللہ کی معافی کے سوا مجھے کسی چیز کی امید نہیں اور اس کے عذاب کے سوا مجھے کسی بات کا ڈر نہیں"۔

اس کے بعد آپ نے اللہ کے عذاب کا ذکر کیا اور اس قدر روئے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو اس شخص نے کہا "مجھے معاف کیجیے" امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جو شخص میرے بارے میں جہالت سے کچھ کہے وہ سب معاف ہے اور جو باوجود علم کے کچھ کہے اس کے اعمال میں حرج باقی ہے اس لئے کہ علماء کی غیبت ان کے گزر جانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے"۔(۱)

لایعنی سے احتراز اور مفید کاموں کا اہتمام

فضیل بن وکین فرماتے ہیں "امام صاحب باہیبت آدمی تھے، جواب دینے کے لئے کلام فرماتے، لایعنی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ ان کو سنتے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا "اللہ تعالی سے ڈرو!" یہ سن کر آپ کانپ اٹھے اور اپنے سر کو جھکا لیا پھر فرمایا:

"اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے بہتر جزا دے، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس وقت کسی نصیحت کرنے والے کے محتاج ہوتے جب ان کے سینوں سے علم کا فیضان برس رہا ہو اور وہ اس بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہو رہے ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے اعمال میں صرف اللہ کو ہی راضی کرنے کا ارادہ کرلیں۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ عزوجل یقیناً مجھ سے سوال کرے گا اور میں یقیناً سلامتی کے حصول کا متمنی اور حریص ہوں"۔

امام صاحب کی عادت تھی کہ جب کوئی آنے والا آپ کے پاس آتا اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کرتا کہ ایسا ہوا اور ویسا ہوا اور اس کو زیادہ کرتا تو فرماتے:

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۹۰

''اس کو چھوڑو اس بارے میں کیا کہتے ہو اس میں کیا کہتے ہو تو اس کے کلام کو قطع فرما دیتے اور فرماتے کہ لوگوں کی ایسی بات نقل کرنے سے بچو جس کو وہ پسند نہ کرتے ہوں، جو شخص میرے بارے میں ناپسندیدہ بات کہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے اور جو اچھی بات کہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔ دین میں سمجھ حاصل کرو۔ لوگوں کو ان کے کاموں میں لگا رہنے دو اس چیز کے بارے میں جو انہوں نے اپنے نفس کے بارے میں منتخب کر لی ہے، اگر تم لوگوں کی عزتیں اچھالنے کے پیچھے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دے گا اور تمہیں لوگوں کا محتاج بنا دے گا''۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ علقمہ اور اسود میں سے کون بہتر ہے؟ فرمایا ''خدا کی قسم! میری یہی حیثیت ہے کہ میں ان دونوں کی تعظیم کروں اور اُن کو دعا اور استغفار سے یاد کروں تو میں ان دونوں کو ایک دوسرے پر کیسے فضیلت دے سکتا ہوں''۔

ایک مرتبہ عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا ''امام ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر دور رہتے ہیں میں نے انہیں کبھی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا'' سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمانے لگے ''وہ عقلمند ہیں، یہ نہیں چاہتے کہ اپنی نیکیوں پر ایسی چیز کو مسلط کریں جو انہیں ضائع کر دے''۔

ضمیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ مستقیم اللسان تھے، آپ نے کبھی کسی کو برائی کے ساتھ یاد نہ کیا، ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ ''لوگ آپ کی برائی کرتے ہیں اور آپ کسی کی برائی نہیں کرتے۔'' فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے''۔(۱)

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی

امام ابو یوسفؒ اپنی زمانہ طالبعلمی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۹۱، ۹۲

تنگی اور عسرت کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کر رہا تھا، ایک دن میرے والد آئے اور مجھے درس سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور کہا کہ ابوحنیفہؒ خوشحال آدمی ہیں، تم تنگ دست ہو ان کی برابری نہ کرو، اس کے بعد میں نے امام صاحب کے ہاں آمدورفت بند کر دی۔

جب میری غیر حاضری کو کچھ دن گزر گئے تو آپ نے حلقہ نشینوں سے میرے متعلق دریافت فرمایا، چند دن کے بعد دوبارہ ان کے یہاں گیا تو غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن بیان کی، مجلس کے ختم پر بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ سب لوگ چلے گئے تو ایک تھیلی دی اور فرمایا ''اس سے اپنا کام چلاؤ اور برابر آتے رہو یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دینا'' اس تھیلی میں سو درہم تھے، اس کے تھوڑے دن بعد بغیر کہے دوسری تھیلی دی، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے بڑے اطمینان وسکون سے تعلیم حاصل کی، میں سترہ سال تک ابوحنیفہؒ کی خدمت میں یوں رہا کہ عید کے دن کے علاوہ کسی دن غیر حاضر نہیں ہوا۔(۱)

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سخاوت

ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سوانح پر لکھی ہوئی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''**الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان**'' (ص:۹۳) میں نقل کیا ہے:

> امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، آپ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ انتہائی شفقت اور بھلائی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، لہٰذا آپ محتاجوں کی شادی کروا دیتے اور انہیں خرچ کے لئے مال عطا فرماتے اور ہر ایک کے پاس اس کے

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۶۵ بحوالہ اخبار ابی حنیفة واصحابہ، ص:۹۲

شایان شان تحفہ بھیجا کرتے۔ایک مرتبہ آپ نے ایک شاگرد کو پھٹا ہوا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا فرمایا ''یہیں بیٹھنا یہاں تک کہ سب لوگ رخصت ہو جائیں'' جب لوگ چلے گئے تو آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا''اس جائے نماز کے نیچے جو کچھ ہے وہ سارے کا سارا لے لو!'' اس نے جائے نماز کو اٹھایا تو اس کے نیچے دس ہزار درہم موجود تھے''۔(۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور قرآن کی عظمت

جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حماد نے سورۂ فاتحہ ختم کی تو امام صاحب نے ان کے استاد کو پانچ سو دراہم بھجوائے، (ایک روایت میں ہے کہ ہزار درہم عطا فرمائے) اس رقم کو دیکھ کر استاذ صاحب کہنے لگے'' میں نے کیا ایسا کام انجام دیا ہے جس کے بدلے آپ نے کثیر رقم بھیجی ہے؟'' امام صاحب نے ان کو بلا بھیجا اور معذرت کی پھر فرمایا:

'' میرے لڑکے کو جو کچھ آپ نے سکھایا ہے اس کو حقیر نہ جانیں، واللہ! اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن شریف کی عظمت کے پیش نظر وہ سب آپ کی نذر کر دیتا''۔(۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجارت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تجارت فرمایا کرتے تھے اور اپنا مال تجارت بغداد بھجوایا کرتے تھے، آپ اس کا نفع سال بھر تک جمع فرماتے اس سے اپنی ضروریات مثلاً کھانا کپڑا خریدتے اور باقی اپنے اساتذہ ومحدثین کی خدمت میں حاضر کرتے اور عرض کرتے کہ اسے اپنی ضروریات میں صرف فرمالیجئے اور اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف کیجیے، کیونکہ میں نے اپنے مال سے کچھ نہیں حاضر کیا کیونکہ یہ اللہ کا فضل ہے جو اس نے میرے ہاتھ پر عطا فرمایا''۔

وکیع فرماتے ہیں'' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس سال سے

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۳

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۳

جب بھی میں چار ہزار درہم سے زیادہ کا مالک ہوا تو اس کو اپنی ملک سے علیحدہ کر دیا اور صرف چار ہزار روک رکھا کیونکہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ چار ہزار درہم اور اس سے کم گزر بسر کے لئے کافی ہے اور اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ تجارت میں مجھے اس کی ضرورت پڑے گی تو ایک درہم بھی نہ روکتا''۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ بہت صدقہ فرماتے اور جو کچھ حاصل کرتے اس میں سے کچھ ضرور راہ خدا میں نکالتے اور میرے پاس اس قدر کثرت سے تحائف بھیجتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں ان کی کثرت سے متعجب ہوا تو میں نے ان کے ایک شاگرد سے اس کا تذکرہ کیا انہوں نے کہا کہ کاش کہ آپ ان تحائف کو دیکھتے جو امام صاحب نے سعید بن عروبہ کے پاس بھیجے ہیں آپ کا معمول یہ تھا کہ کسی محدث کو بغیر کثرت احسان کے نہیں چھوڑتے تھے۔(۱)

﴿دفینہ کی تلاش﴾

ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر امام صاحبؒ سے کہا ''میں نے اپنے گھر میں ایک چیز دفن کی تھی، اب اس جگہ کا پتہ نہیں چلتا ہے'' امام صاحبؒ نے کہا ''جب تم کو معلوم نہیں تو مجھے کیسے معلوم ہوگا؟''

اس کے بعد آپ اپنے شاگردوں کو لے کر اس کے گھر گئے اور اس سے اس کے خاص کمرے کے متعلق پوچھا جس میں کپڑے وغیرہ رکھتا تھا، اس کے بتانے پر آپ شاگردوں کر لے کر اندر گئے اور کہا ''اگر تم لوگ اس کمرہ میں کوئی چیز دفن کرتے تو کہاں دفن کرتے؟'' پانچ طالب علموں نے اپنی اپنی جگہ کی نشاندہی کی، امام صاحب نے ان جگہوں کو کھودنے کا حکم دیا، ابھی تیسری جگہ کی کھدائی کی باری آئی تھی کہ وہ چیز مل گئی۔(۲)

﴿امام ابو یوسف، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کفالت میں﴾

امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مایہ ناز اور جید تلامذہ میں سے

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۴

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۸۵ بحوالہ اخبار ابی حنیفة و اصحابه، ص: ۲۵

ایک ہیں ،فقہ حنفی کا دوسرا بڑاامام ہونے کا رتبہ بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔آپ کے علوم وفنون کا بہت سا حصہ امام اعظم رحمہ اللہ کا فیضان ہے ۔آپ نے امام صاحب کے معمولات کوانتہائی جامع اور مختصر انداز میں بیان کیا ہے،ابن حجر مکی نے " الخیرات الحسا ن فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان" (ص:۹۵) میں اسے نقل کیا ہے:

''امام صاحب اگر کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا شکریہ ادا کرتا تو آپ کوغم ہوتا اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ وہ خدا کی دی ہوئی روزی ہے جواس نے مجھ تک پہنچائی ہے۔آپ بیس سال تک میری اور میرے عیال کی کفالت فرماتے رہے اور جب میں کہتا کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا تو فرماتے کہ تیرا کیا حال ہوتا اگر تو حضرت حماد کو دیکھ لیتا...... میں نے کسی کو خصائل حمیدہ کا آپ سے زیادہ جامع نہ دیکھا۔لوگ کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کوعلم وعمل،سخاو بذل اور اخلاق قرآنیہ کے ساتھ مزین کیا ہے''۔(۱)

﴿چار ہزار درہم کا قرض ،ایک آن میں معاف﴾

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ راستہ سے گزر رہے تھے،اتنے میں ایک شخص نے ان کو دیکھا ،پھر چھپ گیا اور دوسرا راستہ اختیار کرلیا۔آپ نے اسے پکارا ، وہ آیا تو آپ نے فرمایا:

''تم کیوں اپنی راہ سے بے راہ ہوکر چلے؟''

اس نے کہا'' آپ کا مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہے جس کو زمانہ دراز ہو گیا اور میں تنگدست ہوں اس لئے آپ سے شرماتا ہوں''۔

جود وسخا کے اس پیکر پر قربان جائیں اس کے اس عذر کو سننے کی دیر تھی کہ فرمایا:

''سبحان اللہ! اگر یہی وجہ ہے تو میں نے وہ سب تم کوبخش دیا اور میں

۱۔ الخیرات الحسا ن فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان،ص:۹۵

نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا تو مت چھپ اور مجھے معاف کر
اس خوف سے جو میری جانب سے تیرے دل میں واقع ہوا"۔(۱)

﴿اہل علم کے ساتھ تعاون﴾

ابراہیم بن عیینہ چار ہزار درہم سے زیادہ قرض کی وجہ سے قید ہوئے تو ان کے بھائیوں نے چاہا کہ چندہ کر کے اس قدر جمع کر لیں، جب امام صاحب کے پاس چندہ کے لئے آئے تو آپ نے فرمایا کہ "لوگوں سے جو کچھ لیا ہے وہ سب واپس کر دیا جائے" پھر ان کا تمام قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔(۲)

﴿ایک حدیث کے لئے......!﴾

ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص کچھ ہدیہ لایا آپ نے بدلہ میں کئی گنا زیادہ عطا فرمایا۔ اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس قدر عطا فرمائیں گے تو میں یہ ہدیہ حاضر ہی نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا "ایسی بات نہ کہو کیونکہ فضیلت تو ہمیشہ آگے بڑھنے والے کے لئے ہوتی ہے، کیا تم نے وہ حدیث نہ سنی جو مجھ سے ہشیم نے بروایت ابی صالح مرفوعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا جو شخص تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کو بھرپور بدلہ عطا کرو، اور اگر بدلہ کے لئے کچھ نہ پاؤ تو اس کی تعریف کرو"۔ پھر فرمایا:
"یہ حدیث مجھے اپنے تمام اموال مملوکہ سے زیادہ محبوب ہے"۔(۳)

﴿امام اوزاعیؒ کے دل میں امام صاحب کی عظمت﴾

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں امام اوزاعی کے پاس گیا اور بیروت میں ان سے ملاقات کی، انہوں نے مجھ سے کہا "اے خراسانی! یہ کون بدعتی ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور ابوحنیفہ کی کنیت رکھتا ہے؟" میں نے اس وقت انہیں کوئی جواب

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۵
۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۶
۳۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۶

نہیں دیا اور اپنی قیام گاہ پر واپس آ کر ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھنے لگا اور تین دن تک ان کو پڑھ کر ان سے اچھے اچھے مسائل نکالے۔

تیسرے دن ان کے پاس گیا اور مسائل کی کتاب میرے ہاتھ میں تھی، امام اوزاعی نے پوچھا ''یہ کون سی کتاب ہے؟'' میں نے ان کو کتاب دے دی، انہوں نے اس کو دیکھنا شروع کیا اور ایک مسئلہ پر ان کی نظر پڑی جس میں میں نے قال النعمان لکھا تھا، اذان ہوگئی تھی، اقامت کا وقت قریب ہوگیا اور ان کو امامت کرنی تھی، اس کے باوجود کھڑے کھڑے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا، پھر کتاب آستین میں رکھ کر نماز پڑھائی، فراغت کے بعد پھر اس کو پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی، پھر مجھ سے پوچھا ''خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟'' میں نے کہا ''یہ ایک شیخ ہیں جن سے میں نے عراق میں ملاقات کی ہے'' اوزاعی نے کہا:

﴿هذا نبيل من المشائخ اذهب فاستكثر منه﴾

''یہ بہت اونچے مشائخ میں سے ہیں تم جا کر ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔''

اس کے بعد میں نے ان سے کہا ''یہی ابوحنیفہ ہیں جن کے پاس جانے سے آپ نے مجھ کو منع کیا تھا!!!''۔

خطیب بغدادی کی روایت یہیں تک ہے، عقود الجمان میں یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کے بعد عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی دونوں مکہ میں ملے، میں نے اوزاعی کو دیکھا کہ ان مسائل میں ابوحنیفہ سے بحث کر رہے ہیں اور ابوحنیفہ اس سے زیادہ وضاحت اور دلائل کے ساتھ ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں جن کو میں نے لکھا تھا، اس کے بعد میں اوزاعی سے ملا تو انہوں نے اعتراف کیا:

''ابوحنیفہ کی کثرت علم اور وفور عقل پر رشک ہو رہا ہے، میں بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا، تم ان سے مل کر علم حاصل کرو۔''(۱)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۸۸، ۸۹ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۳۸ و عقود الجمان، ص: ۱۹۲

﴿ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں﴾

امام ابو یوسفؒ اپنی زمانہ طالبعلمی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں تنگی اور عسرت کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کررہا تھا، ایک دن میرے والد آئے اور مجھے درس سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور کہا کہ ابوحنیفہؒ خوشحال آدمی ہیں، تم تنگ دست ہو ان کی برابری نہ کرو، اس کے بعد میں نے امام صاحب کے ہاں آمد ورفت بند کردی۔

جب میری غیر حاضری کو کچھ دن گزر گئے تو آپ نے حلقہ نشینوں سے میرے متعلق دریافت فرمایا، چند دن کے بعد دوبارہ ان کے یہاں گیا تو غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن بیان کی، مجلس کے ختم پر بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ سب لوگ چلے گئے تو ایک تھیلی دی اور فرمایا ''اس سے اپنا کام چلاؤ اور برابر آگے رہو یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دینا'' اس تھیلی میں سو درہم تھے، اس کے تھوڑے دن بعد بغیر کہے سنے دوسری تھیلی دی، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے بڑے اطمینان وسکون سے تعلیم حاصل کی، میں سترہ سال تک ابوحنیفہؒ کی خدمت میں یوں رہا کہ عید کے دن کے علاوہ کسی دن غیر حاضر نہیں ہوا۔(۱)

﴿امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ابن مبارک رحمہ اللہ کی نظر میں﴾

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ ایک باندی لینا چاہی تو دس سال تک (اور روایت میں ہے بیس سال تک) پسند کرتے اور مشورہ لیتے رہے کہ قیدیوں کے کسی ایسے گروہ میں سے خریدیں جو شبہ سے بالکل پاک وصاف ہو۔

اس کے بعد آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی منقبت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے کسی کو آپ سے زیادہ پرہیزگار نہ دیکھا۔ کیا تم قدرت رکھتے ہو ایسے شخص کی تعریف کرنے کی جن پر بہت سا مال پیش کیا

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۶۵ بحوالہ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص: ۹۲

گیا مگر انہوں نے اس کی مطلقاً پرواہ نہ کی نفس پروروں نے آپ کو کوڑوں سے مارا۔ آپ نے آسائش و تکلیف دونوں حالت میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی اور اس چیز کو قبول نہ فرمایا جس کی لوگ خود سے خواہش کرتے ہیں اور اپنے لیے چاہتے ہیں۔'' (۱)

تاجروں کے لئے ایک عظیم نمونہ

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے شریک کے پاس تجارت کا مال بھیجا جس میں ایک کپڑا عیب دار تھا، آپ نے انہیں یہ پیغام بھی دیا تھا کہ جب اس کو بیچیں تو عیب کو ضرور بیان کریں۔ انہوں نے کپڑا بیچ دیا مگر عیب کو بیان کرنا غلطی سے بھول گئے اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس شخص نے خریدا ہے۔ جب امام صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے پوری قیمت صدقہ فرمادی جو تیس ہزار درہم تھی نہ صرف یہ بلکہ اپنے شریک سے بھی علیحدگی اختیار فرمالی۔ (۲)

قسم کھانے پر نفس کو سزا

حضرت وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''امام صاحب نے اپنے نفس پر لازم کرلیا تھا کہ اگر کلام میں سچی بات پر بھی خدا کی قسم کھائیں گے تو ایک درہم صدقہ کریں گے۔ ایک مرتبہ قسم کھائی تو ایک درہم صدقہ کیا۔ پھر اپنے نفس پر لازم کیا کہ اب اگر قسم کھائیں گے تو ایک دینار صدقہ کریں گے تو جب کبھی قسم کھاتے ایک دینار صدقہ فرماتے''۔ (۳)

مہینہ بھر کا خرچ......!

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا ''دنیا آپ پر پیش کی جاتی ہے اور آپ عیالدار ہیں اور آپ کو روپیہ کی ضرورت ہے پھر کیوں نہیں قبول فرماتے؟'' امام صاحب نے فرمایا ''میرے اہل وعیال کا ذمہ دار اللہ ہے۔ ہمارا خرچ مہینہ بھر میں دو درہم

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۹۷

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۹۸

۳۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۹۸

ہے، ہمیں اولاد کے لئے ایسا مال جمع کرنے میں کیا فائدہ؟ جبکہ ان لوگوں کی اطاعت یا معصیت کا سوال ہم سے کیا جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی روزی دونوں فریقوں کے لئے صبح آتی شام کو جاتی ہے اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿وفی السمآء رزقکم وماتوعدون﴾

''آسمان میں تمہارا رزق اور وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے''(۱)

﴿امام ابوحنیفہؒ کے اخلاق﴾

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک شاگرد حج کے لئے گئے اور اپنی باندی آپ کے پاس چھوڑ گئے، چار مہینہ تک سفر میں رہے جب واپس آئے تو امام صاحب سے پوچھا ''آپ نے اس کو کیسا پایا؟'' آپ نے فرمایا ''جس شخص نے قرآن پڑھا اور لوگوں کے دین کی حفاظت کی اس کو ضرورت ہے کہ اپنے نفس کو فتنہ سے بچائے، بخدا جب سے تم گئے اس وقت سے تمہاری واپسی تک میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا'' پھر انہوں نے باندی سے امام صاحب کے اخلاق کے متعلق پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے ان جیسا نہ سنا نہ دیکھا، میں نے ان کو دن رات میں کبھی جنابت سے غسل کرتے نہ دیکھا نہ کبھی دن میں افطار کرتے دیکھا۔ آخر شب میں تھوڑا سا کھانا کھاتے اور ذرا دیر کو سو رہتے پھر نماز کو تشریف لے جاتے''۔(۲)

﴿اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر﴾

امام صاحب کے پاس ایک عورت ایک ریشمی کپڑا لائی جس کو وہ سو درہم میں بیچ رہی تھی، آپ نے فرمایا ''یہ سو درہم سے زیادہ کا ہے کیا قیمت لے گی؟'' اس نے ایک ایک سو بڑھانا شروع کی، یہاں تک کہ چار سو درہم تک پہنچ گئی، آپ نے فرمایا ''یہ اس سے بھی زیادہ کا ہے'' اس نے کہا ''کیا آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں؟'' امام صاحب نے فرمایا

۱۔ الخیرات الحسا ن فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۹

۲۔ الخیرات الحسا ن فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۹۹

''کسی مرد کو بلا لاؤ!'' وہ ایک آدمی کو بلا کر لائی، آپ نے اس سے اس کپڑے کا سودا فرمایا تو وہ اس کپڑے کو پانچ سو درہم کا خرید نے پر تیار ہو گیا۔(۱)

﴿رفع یدین کے بارے میں امام صاحب کا مناظرہ﴾

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مناظرہ ہوا، اس علمی مناظرہ کو قارئین اور بالخصوص اہل علم حضرات کی خدمت میں عربی عبارت کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام اوزاعی:

﴿ما بالكم لا ترفعون عند الركوع والرفع منه﴾

''آخر کیا وجہ ہے کہ آپ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے؟''

امام ابوحنیفہ:

﴿لاجل انه لم يصح عنه صلى الله عليه وسلم فيه شيء﴾

''اس لئے کہ اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔''

امام اوزاعی:

﴿كيف لم يصح وقد حدثني الزهري عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذاافتتح الصلوة وعند الركوع وعند الرفع منه﴾

''آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی صحیح حدیث منقول نہیں حالانکہ زہری سے سالم سے اور سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے، رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔''

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان: ص ۱۰۰

امام ابوحنیفہ:

﴿حدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن عبدالله بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان لا يرفع يديه الاعند افتتاح الصلوة ثم لا يعود لشیء من ذلك﴾

''ہم سے حماد نے اور ان سے ابراہیم نے اور ان سے علقمہ اور اسود نے عبد اللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہ کرتے تھے۔''

امام اوزاعی:

﴿احدثك عن الزهرى عن سالم عن ابيه وتقول حدثنى حماد عن ابراهيم﴾

''میں آپ کو زہری عن سالم عن ابن عمر کو روایت بیان کر رہا ہوں اور آپ حماد عن ابراہیم کی روایت پیش کرتے ہیں۔''

امام ابوحنیفہ:

﴿كان حماد افقه من الزهرى وكان ابراهيم افقه من سالم وعلقمة ليس بدون ابن عمر فى الفقه وان كانت لابن عمر صحبة وله فضل صحبة فالاسود له فضل كثير وعبدالله عبدالله﴾

''حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں، ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، علقمہ بھی فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگر چہ ابن عمر کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، اسود بھی ایک صاحب فضیلت بزرگ ہیں اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں۔''(۱)

۱۔ قد نقل هذه القصة الشيخ احمد على السهارنفورىؒ فى تعليق البخارى، (۱/۱۰۲)

گام گام احتیاط

ایک مرتبہ کوفہ کی بکریوں میں ایک چھینی ہوئی بکری مل گئی، امام صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا اور تحقیق کی کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے اور رائے اس پر ٹھہری کہ ایک بکری سات سال تک زندہ رہ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ نے سات سال تک کوفہ میں بکری کا گوشت نہ کھایا۔

اسی عرصہ میں آپ نے ایک فوجی کو دیکھا کہ اس نے گوشت کھا کر اس کا لقمہ کوفہ کی نہر میں ڈال دیا، آپ نے مچھلی کی عمر کے متعلق تحقیق فرمائی اور رائے اس پر ٹھہری کہ مچھلی ایک سال کی زندگی گزارتی ہے۔ لہٰذا آپ نے ایک سال تک مچھلی کا گوشت نہ کھایا۔(۱)

مقروض کے سایہ میں بیٹھنے سے احتراز

ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ کے "باب التقوی" میں فرمایا ہے کہ امام صاحب اپنے قرض دار کے درخت کے سایہ میں بیٹھنے سے بھی بچتے تھے اور فرماتے، جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے۔

اسی طرح یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے کسی کو امام صاحب سے زیادہ پرہیز گار نہ پایا، میں نے ایک دن ان کو ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے کہا "اگر حضور اس سایہ میں تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا" فرمایا "مالک مکان پر میرا قرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس سے نفع حاصل کروں اور اس کے مکان کے سایہ میں بیٹھوں"۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں "اس سے بڑھ کر پرہیز گاری اور کیا ہوگی"۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے اس مکان کے سایہ میں بیٹھنے سے اجتناب فرمایا تو کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا "مالک مکان پر میرا قرض

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۰۰

ہے میں پسند نہیں کرتا کہ اس کی دیوار کے سایہ میں بھی بیٹھوں کہ یہ بھی تحصیل منفعت ہے، مگر میں اور لوگوں پر اس بات کو واجب نہیں سمجھتا، لیکن ایک عالم کے لئے ضروری ہے کہ جس بات کی طرف لوگوں کو بلائے اس سے زیادہ پر خود عمل کرے''۔(۱)

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

شام کے اندر ایک آدمی نے حکم بن ہشام ثقفی سے کہا ''ہمارے سامنے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صفات بیان کیجئے'' آپ نے فرمایا:

''وہ سب سے زیادہ امانت دار تھے، ایک مرتبہ بادشاہ نے چاہا کہ کہ اپنے تمام خزانوں کی کنجیوں کا آپ کو ذمہ دار بنادے، اس نے یہ بھی کہا کہ اگر اس کو پسند نہ کریں گے تو بادشاہ کی حکم عدولی کے جرم میں کوڑے پڑیں گے، امام صاحب نے کوڑا کھانے کی حتمی تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے احتمال عذاب پر پسند فرمایا''۔

اس شخص نے حکم بن ہشام سے کہا ''جو تعریف آپ کر رہے ہیں ایسی تعریف کسی اور کو کرتے ہوئے تو میں نے نہیں دیکھا'' حکم بن ہشام نے فرمایا ''بخدا! وہ ایسے ہی ہیں''۔(۲)

افسوسناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ

امام ابوحنیفہؒ سے ایک عالم نے دریافت کیا کہ ''آپ کو کبھی اپنے کسی اجتہاد پر افسوس اور پشیمانی بھی ہوئی ہے؟'' فرمایا کہ ''ہاں ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا ایک حاملہ عورت مرگئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے، کیا کرنا چاہئے؟'' میں نے اس سے کہا ''عورت کا شکم چاک کر کے بچہ کو نکال دیا جائے'' لیکن بعد میں مجھے اپنے اجتہاد پر افسوس ہوا کیونکہ بچے کے زندہ نکلنے کا تو مجھے بھی علم نہیں، تاہم ایک مردہ عورت کو تکلیف دینے کے فتوی پر مجھے افسوس رہا'' پوچھنے والے عالم نے کہا ''یہ اجتہاد تو قابل

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۰۱

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۰۲

افسوس نہیں بلکہ اس میں تو اللہ کا فضل شامل رہا کیونکہ آپ کے اس اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر اس مرتبہ کو پہنچنے والا بچہ میں ہی ہوں''۔(۱)

﴿اللہ پر توکل کا عجیب کرشمہ﴾

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے کپڑے کو گوٹ مارے ہوئے مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں آپ کی گود میں چھت سے ایک بہت بڑا سانپ آ گرا، مگر آپ نے کوئی حرکت کی نہ اپنی جگہ سے کھسکے اور نہ ہی آپ کی حالت بدلی، پھر فرمایا ''ہمیں ہرگز وہ نقصان نہیں پہنچ سکتا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں نہیں لکھا'' اس کے بعد اسے بائیں ہاتھ سے پکڑا اور دوسری جانب پھینک دیا۔(۲)

﴿امام صاحبؒ کی حکمت بھری باتیں﴾

ایک دفعہ آپ نے اپنے شاگردوں کے سامنے چند پیشین گوئیاں فرمائیں جو حرف بحرف پوری بھی ہوئیں۔ان پیشین گوئیوں میں آپ نے امام زفر اور داؤد طائی سے فرمایا تھا ''تم گوشہ نشینی اختیار کر کے عبادت کرو گے'' امام ابو یوسفؒ سے فرمایا تھا ''تم دنیا کی طرف متوجہ ہو گے'' آپ کی یہ باتیں اسی طرح پوری بھی ہوئیں۔آپ نے یہ بھی فرمایا:

''جب تم کسی کو لمبے سر والا دیکھو تو جان لو کہ یہ احمق ہے، جب کسی کو اچھے حافظہ والا دیکھوں تو اس کی احادیث کو دلیل بناؤ، جب کسی کو حد سے زیادہ لمبی داڑھی والا دیکھو تو جان لو کہ یہ بیوقوف ہے، جب کسی دراز قد کو عقلمند پاؤ تو غنیمت جانو کیونکہ دراز قد لوگ بہت کم عقلمند ہوتے ہیں''۔(۳)

۱۔ کتابوں کی درس گاہ میں، ص:۲۷، بحوالہ حدائق الحنفیۃ، ص:۷۰

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص:۱۰۳

۳۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص:۱۰۴

﴿عہدہ قضاء سے انکار اور اس پر اصرار﴾

ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے قاضی بنانے کے لئے کچھ علماء کو اکٹھا کیا جن میں سفیان ثوری، مسعر، شریک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ شامل تھے، ان میں سے ہر ایک اس عہدہ کو قبول نہ کرنا چاہتا تھا، چنانچہ سفیان ثوری، مسعر اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا باہم مشورہ ہوا کہ کس طرح اس آفت سے جان چھڑائی جائے، امام صاحب نے اس مسئلہ کا حل بتاتے ہوئے فرمایا ''میں تو کسی حیلہ سے بچ جاؤں گا، سفیان رفع حاجت کے بہانہ سے جائیں اور راستہ سے بھاگ جائیں اور مسعر مجنون بن جائیں، اس طرح شریک قاضی بنادیے جائیں گے''۔

منصور کے دربار میں پہنچ کر سب سے پہلے سفیانؒ نے کہا ''میں قضاء حاجت کو جانا چاہتا ہوں'' ایک سپاہی ان کے ساتھ چلا، وہ دریا کے قریب ایک دیوار کی اوٹ میں گئے، اتنے میں ایک کشتی وہاں سے گزری، سفیان ثوریؒ نے کشتی والوں سے کہا ''یہ آدمی جو دیوار کی دوسری طرف کھڑا ہے یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے''۔ لہٰذا لوگوں نے انہیں کشتی میں ڈالا اور چھپا کر لے گئے۔ کشتی سپاہی کے پاس سے گزری لیکن اسے علم نہ ہوا کہ اس کا ''ملزم'' اس میں چھپا ہوا ہے۔

جب دیر ہوئی تو اس نے آپ کو پکارا، کچھ جواب نہ آنا تھا اور نہ ہی آیا، وہ حضرت سفیان کی تلاش میں نکلا لیکن سفیان تو کجا نام ونشان بھی ندارد! چنانچہ مایوس ہوکر واپس آیا، اپنے افسر کو اطلاع دی، وہ سخت ناراض ہوا اور سپاہی کو برا بھلا کہا۔

باقی تینوں خلیفہ کے پاس پہنچے، سب سے پہلے مسعر ملے، مصافحہ کیا اور پوچھا ''امیر المومنین! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کی باندیاں کیسی ہیں؟ چوپائے کیسے ہیں؟ اے امیر المومنین! آپ مجھے قاضی بنادیجئے!!!'' ایک شخص جوان کے پاس کھڑا تھا کہنے لگا ''یہ مجنون ہیں'' خلیفہ نے کہا ''تم ٹھیک کہتے ہو، ان کو نکال دو''۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہ کو بلایا گیا آپ تشریف لائے اور فرمایا ''اے امیر المومنین! میں نعمان بن ثابت بن ملوک ریشمی پارچہ فروش کا لڑکا ہوں، کوفہ والے اس

کو پسند نہ کریں گے کہ ایک ریشمی پارچہ فروش کا لڑکا ان پر حاکم ہو" منصور نے کہا "تم سچ کہتے ہو"۔ اس نے امام صاحب کا عذر قبول کرلیا اور آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق یہ عہدہ تفویض نہ کیا۔ اس کے بعد شریک نے کچھ معذرت کرنی چاہی تو دونوں میں ایک دلچسپ مکالمہ پیش آیا:

منصور: "خاموش رہیں! اب آپ کے سوا کون باقی رہا، اپنا عہدہ لیجیے"۔

شریک: "مجھے نسیان بہت ہے"۔

منصور: "لبان چبایا کیجیے"۔

شریک: "مجھ میں خفت عقل ہے"۔

منصور: "کچہری آنے سے قبل فالودہ بنا کر کھالیا کیجئے"۔

شریک: میں ہر آنے جانے پر حکومت کروں گا"۔

منصور: "اگرچہ میرا لڑکا ہی کیوں نہ ہو اس پر بھی تم حاکم ہو"۔

اس ساری بحث کے بعد حضرت شریکؒ نے اس عہدہ کو قبول کرلیا۔(۱)

﴿ارجائیت کا الزام اور اس کا جواب﴾

کتب اسماء الرجال میں مذکور ہے کہ بعض وجوہات کی بنا پر احناف کی طرف ارجائیت کی نسبت کی جاتی رہی ہے اور بعض حضرات نے تو امام صاحب کو مرجیہ فرقہ کا فرد قرار دیا ہے۔

امام صاحب سے عقیدت رکھنے والے ایک محدث جن کا نام "عثمان بتّی" تھا انہوں نے امام صاحب کی طرف ایک خط لکھا:

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اعمال کو ایمان کا جز نہیں مانتے جس کی وجہ سے ایمان میں کمی وزیادتی کے قائل نہیں لہٰذا لوگ آپ کو مرجیہ کہتے ہیں اور اس سے مجھے دکھ ہوتا ہے کیونکہ مجھے آپ سے محبت ہے"۔

اس پر امام صاحب نے ان کو خط کا جواب دیا اور اس میں اپنے دعویٰ پر تقریباً

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۰۵

پانچ دلیلیں ذکر کیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی نازل ہوئی اس وقت سارے لوگ مشرک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک خدا اور رسالت کی طرف دعوت دی، اس وقت نماز اور روزہ وغیرہ کوئی عبادت نہ تھی، وہ ایمان لائے تو وہ بھی مومن بنے، اگر آپ اعمال کو جزو مانتے ہیں تو جز کے بغیر کل کیسے آیا؟ یعنی اعمال کی تکمیل کے بغیر ایمان کیسے آ گیا۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا جاتا تھا تو کیا یہ حضرات صرف ان پر امیر تھے جو نماز وغیرہ پڑھتے یا یہ سب پر تھے؟ حالانکہ سب پر امیر تھے جو واجب کو ترک کرتا یا فرائض کے ترک کا مرتکب ہوتا۔ اس پر امیر بھی تھے، معلوم ہوا صحابہ کے زمانے میں اعمال کو جزو نہیں سمجھا جاتا تھا۔

(3) شام والوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، کئی صحابہ کرام قتل ہوئے، قتال کبیرہ گناہ ہے، اس کے باوجود جب حضرت علی سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہیں؟ تو فرمایا ''یہ مومن ہیں''۔

(4) قرآن میں ایمان کی نسبت دل کی طرف ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا ''اولم تومن '' تو فرمایا ''ولکن لتطمئن قلبی'' اسی طرح فرمایا ''وقلبه مطمئن بالایمان'' (۱)

(5) قرآن میں اعمال کا عطف ایمان پر ہے، جابجا ارشاد فرمایا ''ان الذین آمنو وعملوا الصلحت'' حالانکہ جزو کل پر عطف نہیں ہوتا۔ (۲)

علامات سے معلول پر دلالت

ایک شخص مسجد میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے گزرا، آپ نے ازروئے

۱۔ سورۃ النحل: ۱۰۶

۲۔ درس ابن ماجہ، ص:

فراست فرمایا ''یہ ایک مسافر ہے جس کی آستین میں مٹھائی ہے اور یہ لڑکوں کو پڑھاتا ہے'' دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں باتیں ٹھیک ہیں۔ کسی نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ''میں نے اس کو دیکھا کہ یہ دائیں بائیں دیکھ کر چل رہا ہے، یہ عمل مسافر کیا کرتا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ اس کی آستین پر مکھیاں بیٹھی ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کی آستین میں مٹھائی ہے اور میں نے دیکھا کہ لڑکوں کو دیکھ رہا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ لڑکوں کو پڑھاتا ہے''۔(۱)

﴿چند انوکھے سوالات﴾

آپ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے ایک عجیب سوال کیا، کہنے لگا ''آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جنت کا امیدوار نہ ہو، نہ دوزخ سے ڈرتا ہو نہ پروردگار سے اور مردار کھاتا ہے، بے رکوع وسجود نماز پڑھتا ہے، بن دیکھی بات پر گواہی دیتا ہے، سچی بات کو ناپسند کرتا ہے، فتنہ کو دوست رکھتا ہے، رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے؟'' آپ نے فرمایا ''کیا تجھے اس شخص کا علم ہے؟'' اس نے کہا ''نہیں مگر میں نے اس سے زیادہ برا کسی کو نہ دیکھا اس لئے آپ سے سوال کیا''۔

امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا ''ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''ایسا شخص بہت ہی برا ہے یہ صفت کافر کی ہے''۔ یہ جواب سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا ''وہ شخص خدائے تعالیٰ کا سچا دوست ہے'' اس کے بعد اس شخص سے کہا ''اگر اس کا جواب بتا دوں تو تو میری بدگوئی سے باز رہے گا اور جو چیز تجھے نقصان پہنچائے گی اس سے بچے گا'' اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:

''وہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا بلکہ رب جنت کی امید رکھتا ہے اور جہنم سے نہیں ڈرتا بلکہ جہنم کے رب سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ اپنی بادشاہت میں کسی پر ظلم کرے،

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص:۱۰۶

مردہ مچھلی کھاتا ہے، جنازہ کی نماز پڑھتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے، ان دیکھی بات پر گواہی دینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور موت کو ناپسند کرتا ہے جو برحق ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرے اور مال و اولاد فتنہ ہے جس کو دوست رکھتا ہے، رحمت بارش ہے، یہود کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے لیست النصاری علی شئی (عیسائی بالکل گمراہی پر ہیں) اور انصاریٰ کی اس قول میں تصدیق کرتا ہے لیست الیہود علی شئی (یہود بالکل گمراہی پر ہیں)''

جب اس شخص نے یہ پرمغز اور مسکت جواب سنا تو کھڑا ہوا اور امام صاحب کے سر مبارک کا بوسہ دیا اور کہا ''میں قسم کھا کے گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں''۔(۱)

اجرت کا ایک انوکھا مسئلہ

جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ لڑکا مرجائے تو روئے زمین پر کوئی شخص اس کا قائم مقام نہ ہوگا، جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو صحت ہوئی تو ان میں قدرے خود پسندی آنے لگی اور فقہ پڑھانے کی اپنی مجلس علیحدہ قائم کرلی، لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی مجلس میں شریک ہونے لگے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے ایک شاگرد سے فرمایا ''ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ ایک شخص نے دھوبی کو میلا کپڑا دیا کہ دو درہم میں دھو دے، کچھ دنوں کے بعد اس نے کپڑا مانگا دھوبی نے انکار کیا اس کے بعد اس نے پھر مانگا دھوبی نے دھلا ہوا کپڑا اس کو دے دیا تو اس کپڑے کی دھلائی اس شخص کے ذمہ واجب ہوگی یا نہیں، اگر جواب دیں کہ ہاں اس دھوبی کو اُجرت ملنی چاہئے تو کہنا کہ آپ نے غلطی کی ہے اور جو کہیں کہ اس کو اجرت نہ ملنی

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۰۶۔۱۰۸

چاہئے تو کہنا کہ آپ سے غلطی ہوئی ہے''۔

پس وہ شخص امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی مسئلہ دریافت کیا، امام ابو یوسف نے فرمایا'' ہاں! دھلائی مالک پر واجب ہے'' اس نے کہا ''آپ نے غلط کہا'' اس کے بعد کچھ دیر سوچ کر فرمایا ''نہیں'' اس شخص نے کہا آپ نے غلطی کی۔

امام ابو یوسفؒ اسی وقت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا'' شاید دھوبی والے مسئلہ کی وجہ سے آئے ہو'' امام ابو یوسف نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا'' سبحان اللہ! جو شخص مفتی بن جائے، لوگوں کو فتوے دینے بیٹھے، دین الٰہی کا ہادی بنے اور رتبہ اس کا اتنا ہو کہ ایک مسئلہ اجارہ کا بھی نہ معلوم ہو''۔

امام ابو یوسف نے عرض کی ''حضرت آپ ہی مجھے بتا دیجئے'' آپ نے فرمایا ''اگر اس نے غصب سے پہلے دھویا تو اجرت واجب ہے اس لئے کہ اس نے مالک کے لئے دھویا اور اگر غصب و انکار کے بعد دھویا تو اجرت کا مستحق نہیں کیونکہ اس نے اپنے لئے دھویا ہے''۔(۱)

دو بھائیوں کی شادی اور ایک مشکل

امام ابوحنیفہؒ دیگر علماء کے ساتھ ایک ایسے آدمی کی دعوت ولیمہ میں تشریف لے گئے جس نے اپنی دو بیٹیوں کا عقد دو بھائیوں سے کر دیا تھا، اس تقریب کے دوران سرپرست انتہائی پریشانی کے عالم میں مکان سے باہر آیا اور کہنے لگا'' ہم لوگ سخت مصیبت میں پڑ گئے، رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں اور ایک شخص دوسری عورت سے ہم بستر ہوا ہے'' سفیان نے کہا ''کوئی مضائقہ نہیں، امیر معاویہؓ نے اسی قسم کا ایک سوال بھیجا تھا حضرت علیؓ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہر شخص پر صحبت کی وجہ سے مہر واجب ہے اور ہر عورت اپنے شوہر کے پاس چلی جائے'' لوگوں نے اس جواب کو پسند کیا، امام صاحب

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۰۸۔۱۰۹

خاموش تھے، مسعر نے امام صاحب سے کہا ”آپ فرمائیے!“ سفیان نے کہا ”اس کے سوا اور کیا کہیں گے؟“ امام صاحب نے فرمایا ”دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ“ دونوں حاضر کئے گئے تو آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ رات جس عورت کے پاس تم رہے وہ تم کو پسند ہے؟“ دونوں نے اثبات میں جواب دیا، پھر آپ نے لڑکیوں کے نام دریافت فرمائے اور مسئلہ کا یہ حل تجویز کیا کہ دونوں مردوں کا نکاح جن عورتوں سے ہوا تھا ان کو طلاق دے دیں اور ہر ایک اس سے نکاح کرلے جس سے اس نے ہم بستری کی ہے۔

لوگوں نے آپ کے اس جواب کو بہت وقعت وعزت سے دیکھا، مسعر کھڑے ہوئے اور آپ کی پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا ”کیا تم لوگ ایسے شخص کی محبت پر مجھے ملامت کرتے ہو؟“ حضرت سفیانؒ نے بھی اس جواب پر سکوت اختیار فرمایا۔(۱)

﴿الجھن کا حل﴾

امام صاحب ایک ہاشمی سید کے جنازے میں تشریف لے گئے جس میں اور معززین کوفہ وعلمائے کرام بھی شریک تھے، اتنے میں اس کی ماں ننگے سر منہ کھولے ہوئے غایت غم سے باہر نکلی اور اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا، یہ صورت حال دیکھ کر اس کے شوہر نے قسم کھائی کہ واپس ہو جاؤ ورنہ طلاق ہے، اس عورت نے قسم کھائی کہ اگر بغیر نماز جنازہ ہوئے واپس جاؤں تو میرے مملوک آزاد ہیں۔

یہ باتیں سن کر سب لوگ ششدر اور دم بخود رہ گئے، کسی نے کوئی بات نہ کی، اس کے باپ نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا آپ نے اس سے اور اس کی بیوی سے قسم دہرانے کو کہا، پھر حکم دیا کہ نماز پڑھی جائے اس کے بعد اس عورت کو واپس جانے کے لئے فرمایا۔ اس طرح عورت کو طلاق بھی نہ ہوئی اور اس کی قسم بھی پوری ہوگئی۔(۲)

﴿انوکھی تقسیم﴾

عبد اللہ ابن مبارک نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ کسی

۱۔ الخيرات الحسان في مناقب الامام ابی حنيفة النعمان، ص: ۱۰۹

۲۔ الخيرات الحسان في مناقب الامام ابی حنيفة النعمان، ص: ۱۱۰

شخص کے دو درہم ایک دوسرے شخص کے ایک درہم میں مل گئے پھر ان میں سے دو گم ہو گئے یہ نہیں معلوم کہ کون سے دو گم ہو گئے، اب دونوں میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا۔ آپ نے فرمایا ''جو درہم باقی رہ گیا اسی میں 2/3 اس کا ہے جس کے دو درہم تھے اور 1/3 اس کا ہے جس کا ایک درہم تھا''۔

ابن مبارک نے کہا کہ میں نے ابن شبرمہ سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''یہ سوال آپ نے کسی سے دریافت کیا ہے؟'' ابن مبارکؒ نے کہا ''ہاں یہ مسئلہ میں نے امام ابوحنیفہ پوچھا تھا'' یہ سن کر انہوں نے کہا ''امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جو درہم باقی رہا وہ دونوں کا ہے تین حصے ہو کر'' ابن مبارکؒ نے ہاں میں جواب دیا تو ابن شبرمہ نے کہا ''بندہ خدا نے خطا کی کیونکہ دو درہم جو گم گئے ایک کے متعلق تو اس بات کا علم یقینی ہے کہ وہ دو والے کا تھا اور دوسرا درہم دونوں کا تو باقی دونوں کے درمیان نصف تقسیم گا''۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب میرے دل کو لگا، پھر میں امام ابو حنیفہؒ سے ملا جن کی عقل اگر نصف روئے زمین والوں سے موازنہ کیا جائے تو ضرور امام صاحب کی عقل ان سب کی عقل سے وزنی ہوگی، آپ نے فرمایا ''تم ابن شبرمہ سے ملے تھے انہوں نے آپ کو یہ جواب دیا تھا کہ یہ تو یقیناً معلوم ہے کہ دو درہموں میں سے ایک درہم گم ہو گیا ہے۔ جو درہم گم نہیں ہوا وہ دونوں شخصوں میں برابر تقسیم ہوگا'' میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تینوں درہم مل گئے تو ہر ایک میں ان دونوں کی شرکت اثلاثا (تین تین کے اعتبار سے) ہو گئی تو ایک درہم والے کے لئے ہر درہم میں ایک حصہ تہائی اور دو درہم والے کے لئے ہر درہم میں دو تہائی حصہ ہوا تو جب درہم گم ہوا تو شرکت کے حصہ کے مطابق ہر ایک کا حصہ گم ہوگا، اس لئے باقی میں ایک حصہ اور دو حصہ رہے گا''۔(۱)

﴿وراثت کا ایک اہم مسئلہ﴾

آپ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہا ''میرا بھائی مر گیا اور چھ سو

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۱۲

دینار ترکہ چھوڑا ہے مجھے اس میں سے صرف ایک دینار ملا ہے'' آپ نے فرمایا'' تمہارے حصوں کو کس نے تقسیم کیا؟'' عرض کی'' داؤد طائی رحمہ اللہ نے'' آپ نے فرمایا'' بے شک تیرا ایک ہی دینار ہے، تیرے بھائی نے دو لڑکیاں، ماں، بیوی، 12 بھائی اور ایک بہن کو چھوڑا ہے''۔ اس نے کہا'' ہاں'' آپ نے فرمایا'' تو اسی طرح مسئلہ ہوگا''۔(۱)

﴿اتنا آساں نہیں ہے خوگر آزار ہو جانا﴾

ایک دن امام ابوحنیفہؒ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس قضا میں تشریف لے گئے، قاضی صاحب نے متخاصمین کو بلایا اور فرمایا کہ'' اپنا مقدمہ امام صاحب کو سنائیں'' ایک شخص کھڑا ہوا اور دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یا ابن الزانیہ (حرامی) کہا ہے'' قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے فرمایا'' تمہارے پاس اس بات کا کیا جواب ہے؟'' امام صاحب نے فرمایا'' آپ اس شخص سے کیا پوچھتے ہیں؟ یہ تو مدعی ہونے کا حق دار نہیں، مدعیہ اس کی ماں کو ہونا چاہئے تو کیا اس کی جانب سے اس کی وکالت ثابت ہے؟'' قاضی صاحب نے فرمایا'' نہیں'' امام صاحب نے فرمایا تو اس سے پوچھئے'' اس کی ماں زندہ ہے یا مردہ ہے'' جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس کی وفات پر گواہ لاؤ، اس نے والدہ کی موت پر گواہ قائم کر دیئے۔

پھر مدعی سے پوچھا گیا کہ اس کی والدہ کا کوئی وارث ہے یا نہیں؟ اس نے منفی میں جواب دیا تو وارث نہ ہونے پر گواہی کا مطالبہ کیا گیا اس نے گواہ پیش کر دیئے۔

پھر قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے دریافت کرنے کا ارادہ کیا تو امام صاحب نے فرمایا'' پہلے مدعی سے ثابت کیجیے کہ ماں اس کی آزاد ہے یا باندی؟'' اس نے کہا'' آزاد ہے'' آپ نے فرمایا'' ثابت کرو'' اس نے ثابت کر دیا۔ قاضی صاحب پھر مدعا علیہ سے سوال کرنے لگے، آپ نے فرمایا'' مدعی سے پوچھئے کہ اس کی ماں مسلمان ہے یا ذمیہ؟'' اس نے کہا'' مسلمان ہے'' فرمایا'' گواہ لاؤ'' اس نے گواہوں سے ثابت کیا۔

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۱۵

امام صاحب نے فرمایا ''اب وقت آ گیا ہے کہ آپ مدعا علیہ سے دریافت کیجیے''۔(۱)

﴿ابوحنیفہؒ اور حضرت قتادہؒ کا ایک دلچسپ واقعہ﴾

ایک مرتبہ امام قتادہ کوفہ میں تشریف لائے فرمایا ''مجھ سے جو کوئی مسئلہ حرام و حلال کا دریافت کرے گا اس کا جواب دوں گا'' امام صاحب نے ایک سوال بھجوایا کہ ''کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے غائب ہو گیا اور کئی سال تک غائب رہا یہاں تک کہ اس کے مرنے کی خبر آئی اس کے مرنے کو یقینی جان کر دوسری شادی کر لی جس سے اولاد بھی پیدا ہوئی، اس دوران پہلا شوہر بھی واپس آ گیا، پہلے شوہر نے اس لڑکے سے انکار کیا اور دوسرے نے دعویٰ کیا تو کیا دونوں نے اس پر زنا کی تہمت لگائی یا صرف انکار کرنے والے نے؟'' امام صاحب نے یہ بھی فرمایا ''اگر اس کا جواب رائے سے دیں گے تو خطا کریں گے اور اگر حدیث سے دیں گے تو غلط کہیں گے'' قتادہ نے پوچھا ''کیا ایسا واقع ہوا ہے؟'' لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو قتادہ نے کہا ''جو بات ابھی ہوئی نہیں اس کے متعلق کیوں پوچھتے ہو؟'' اس کے جواب میں امام صاحب نے فرمایا ''علماء کو آئندہ کے حالات کے لئے مستعد ہو جانا چاہئے اور مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے اس کو سمجھ لیں تاکہ اس میں پڑنے اور اس سے نکلنے کو جان لیں'' قتادہ نے کہا ''اس کو چھوڑو اور تفسیر کے متعلق دریافت کرو''۔

اب امام صاحب نے دوسرا سوال کیا ''**الذی عندہ علم من الکتاب**'' سے کون شخص مراد ہے؟'' قتادہ نے فرمایا ''اس سے مراد آصف بن برخیا کاتب حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں، ان کو اسم اعظم معلوم تھا'' امام صاحب نے فرمایا ''حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اسم اعظم جانتے تھے یا نہیں'' انہوں نے کہا ''نہیں'' امام صاحب نے فرمایا ''کیا ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کے زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہو جو اس بڑا عالم ہو'' قتادہ نے کہا ''نہیں ہو سکتا'' پھر فرمایا ''بخدا میں تم لوگوں سے تفسیر بیان نہیں کروں گا، مجھ سے مختلف فیہ مسائل دریافت کرو''۔

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۱۵، ۱۱۶

امام صاحب نے فرمایا ''کیا آپ مومن ہیں؟'' قتادہ نے کہا'' میں امید کرتا ہوں'' امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا'' کیوں؟'' کہا'' بوجہ قول باری تعالیٰ **والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین**'' امام صاحب نے فرمایا'' تو کیوں نہیں کہا جس طرح سیدنا ابراہیمؑ نے عرض کی جبکہ باری تعالیٰ نے فرمایا **اولم تؤمن** کیا تو ایمان نہیں لایا عرض کی ہاں **ولکن لیطمئن قلبی** اور لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے قتادہ غصہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور قسم کھائی کہ ان سے کوئی حدیث بیان نہ کریں گے۔

امام صاحب نے فرمایا ''کیا آپ مومن ہیں؟'' قتادہ نے کہا'' میں امید کرتا ہوں'' امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا'' کیوں؟'' کہا'' بوجہ قول باری تعالیٰ **والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین**'' امام صاحب نے فرمایا'' آپ نے یوں کیوں نہیں کہا کیوں نہیں کہا جس طرح سیدنا ابراہیمؑ نے عرض کی جبکہ باری تعالیٰ نے فرمایا **اولم تؤمن** کیا تو ایمان نہیں لایا عرض کی ہاں **ولکن لیطمئن قلبی** اور لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' یہ سن کر حضرت قتادہ غصہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور قسم کھائی کہ ان سے کوئی حدیث بیان نہ کریں گے۔(۱)

﴿انوکھی مشکل اور اس کا حل﴾

ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی بیوی سے کلام نہ کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھ سے کلام کرے اور اس نے بھی قسم کھائی ہے کہ وہ مجھ سے بات نہ کرے گی یہاں تک کہ میں اس سے بات کروں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں سے کوئی حانث نہیں۔ سفیان ثوری نے سنا تو غصہ ہونے لگے اور کہا'' آپ حرام چیزوں کو حلال کرتے ہیں، آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے بتایا؟'' آپ نے فرمایا'' مرد کے قسم کھانے کے بعد جب عورت نے کلام کیا تو اس کی قسم تمام ہوگئی تو پھر جب اس شخص نے اس عورت سے کلام کیا تو نہ مرد کی قسم ٹوٹی نہ عورت کی، اس لئے کہ اس عورت نے اس سے کلام کیا اور اس شخص نے اس عورت سے بعد قسم کے کلام کیا تو دونوں کی قسم پوری

ا۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص:۱۱۶۔۱۱۷

ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا ''آپ کے لئے ایسے علوم کھولے جاتے ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں''۔(۱)

ابلتی ہنڈیا میں پرندہ گر جائے!

ابن مبارک نے آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ ہنڈیا پکا رہا تھا ایک پرندہ اس میں گر کر مر گیا، آپ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کے خیال میں اس کا کیا جواب ہے؟ شاگردوں نے ابن عباسؓ کی حدیث سے جواب دیا کہ شوربا بہا دیں اور گوشت کو دھو کر مصرف میں لائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو اس وقت میں ہے جب پانی کے سکون کے وقت پرندہ گرا ہو اور اگر جوش کے وقت گرا ہو تو گوشت بھی پھینک دیا جائے گا۔ ابن مبارک نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''اس لئے کہ اس وقت اس کے اندر تک نجاست پہنچ جائے گی بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں صرف ظاہر تک پہنچے گی''۔ ابن مبارک کو یہ جواب بہت پسند آیا۔(۲)

بھولی ہوئی بات یاد کرنے کا نسخہ

ایک مرتبہ ایک شخص اپنا مال کہیں دفن کر کے بھول گیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا ''یہ کوئی فقہی مسئلہ تو ہے نہیں کہ میں بیان کروں، ہاں البتہ تم جاؤ اور آج صبح تک نماز پڑھتے رہو، تمہیں یاد آ جائے گا'' اس شخص نے نماز پڑھنا شروع کی، ابھی چوتھائی رات بھی نہ گزری تھی کہ یاد آ گیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا ''مجھے معلوم تھا کہ تیرا شیطان تجھے رات بھر نماز پڑھنے کبھی نہ دے گا تجھ پر افسوس ہے کہ اس کے شکریہ میں رات بھر تو نے نماز کیوں نہ پڑھی''۔(۳)

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۰

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۸۴ بحوالہ اخبار ابی حنیفة واصحابه، الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۱

۳۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۱

﴿چور کی تلاش﴾

ایک شخص کے یہاں چور گھس آئے اور سب کپڑے اس کے لے لئے اور اس سے طلاق کی قسم لے لی کہ کسی کو اس کی خبر نہ دے گا اس شخص نے قسم کھالی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کا کپڑا بازار میں بک رہا ہے مگر وہ بول نہیں سکتا۔

اس نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا ''اپنے قبیلہ کے سب لوگوں کو میرے پاس بلاؤ'' جب سب لوگ حاضر ہو گئے تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ وہ سب کے سب ایک جگہ جمع ہوں اور ایک ایک کر کے نکلیں اور اس سے پوچھا جائے کہ یہ تیرا چور ہے اگر نہ ہو تو کہہ دے نہیں اور اگر ہو تو چپ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا اس سے چور معلوم ہو گیا اس نے تمام اموال مسروقہ واپس کر دیا اور اس کی قسم بھی نہ ٹوٹی۔ اس لئے کہ اس نے کسی کو خبر نہ دی۔ (۱)

﴿نکاح کا عجیب وغریب مسئلہ﴾

ایک شخص نے ایک عورت سے پوشیدہ طور پر نکاح کیا جب اس کا لڑکا پیدا ہوا تب وہ شخص مکر گیا۔ اس عورت نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس دعویٰ دائر کیا، قاضی صاحب نے عورت کو نکاح کا گواہ لانے کا حکم دیا۔ عورت نے کہا کہ اس شخص نے مجھ سے اس طرح نکاح کیا کہ اللہ تعالیٰ ولی ہے اور دونوں فرشتے گواہ ہیں۔

قاضی صاحب نے دعویٰ خارج کر دیا وہ عورت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جا اور کہہ کہ مدعا علیہ کو بلوائیے اور میں گواہ لاتی ہوں جب وہ اس کو بلائیں تو کہہ کہ ولی اور شاہدین کے نہ ہونے کا انکار کر، اس شخص سے نہ ہو سکا اور اس نے نکاح کا اقرار کر لیا۔ لہٰذا قاضی نے مہر اس کے ذمہ لازم کیا اور لڑکا اس شخص کو دلایا۔

تنبیہ: اس مسئلہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ولی اور گواہ دونوں میں سے کوئی نہ تھے اس لئے کہ اس صورت میں تو نکاح بالاجماع باطل ہو گا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نکاح پوشیدہ طور پر دو

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان: ص ۱۲۲

مجہول گواہوں کے سامنے ہوا تو جب وہ عورت اس کو ثابت نہ کرسکی تب اس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ہوا۔ اس لئے امام صاحب نے اسے وہ بات سکھائی جس کی وجہ سے اگر عورت سچی ہے تو اس شخص کو مجبوراً نکاح کا اقرار کرنا پڑے اور امام صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈرانے والے تھے اور واقعہ وہی تھا جو آپ کو الہام ہوا۔(۱)

﴿ایک غلام دو مالک﴾

یحییٰ بن سعید قاضی کوفہ نے امام صاحب کی رائے پر اجماع اہل کوفہ کا انکار کیا آپ نے اپنے شاگردوں کو جن میں امام زفر اور امام ابو یوسف بھی تھے ان سے مناظرہ کے لئے بھیجا انہوں نے پوچھا آپ اس غلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کے دو مالک تھے ان میں سے ایک نے اس کو آزاد کر دیا؟ قاضی صاحب نے فرمایا ”یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں شریک کا نقصان ہے اور یہ ممنوع ہے“ ان سے دوسرا سوال کیا گیا ”اگر دوسرے شریک نے بھی آزاد کر دیا؟“ یحییٰ بن سعید نے کہا ”جائز ہو گیا“ ان سے کہا گیا ”آپ نے متناقص باتیں فرمائیں اس لئے کہ اگر پہلے کا آزاد کرنا لغو تھا تو دوسرے شریک نے ایسے وقت آزاد کیا کہ وہ غلام ہے تو یہ بھی نافذ نہ ہوا“۔ قاضی صاحب یہ سوال سن کر خاموش ہو گئے۔(۲)

﴿امام صاحب کی حیرت انگیز حاضر دماغی﴾

لیث بن سعد نے کہا کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور مشتاق ملاقات تھا ایک سال میں مکہ معظمہ میں تھا دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں میں نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے پکارا ”اے امام ابوحنیفہ!“ تب میں نے جانا کہ یہ وہی شخص ہیں ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ ”میں بہت بڑا مالدار ہوں میرا ایک لڑکا ہے میں بہت کچھ روپیہ صرف کر کے اس کی شادی کر دیتا ہوں مگر وہ طلاق دے دیتا ہے میرا مال مفت میں ضائع ہو جاتا ہے تو کیا اس کی کوئی ترکیب ہے؟“ آپ نے فرمایا ”اس کو

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۳

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۴

باندیوں کے بازار میں لے جاؤ اور جسے وہ پسند کرے اسے خرید لو، پھر اس کی شادی اس باندی سے کر دو، تو اگر طلاق بھی دے گا وہ تمہاری باندی ہو کر رہے گی وہ اگر آزاد کرے گا اس کا حق نافذ نہ ہوگا اس لئے کہ وہ تمہاری مملوک ہے"۔

لیث بن سعد نے کہتے ہیں "بخدا مجھے ان کا جواب اس قدر تعجب خیز نہ ہوا جس قدر ایسے مشکل مسئلے کا فوراً جواب دینا پسند آیا"۔(۱)

﴿آئے تھے ان کو ڈھونڈنے خود سے بے خبر گئے﴾

ایک مرتبہ آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا کہ آج منصور کے دربار میں آپ کو قتل کروا دوں گا۔ پھر اس نے منصور کے سامنے امام صاحب سے پوچھا "اے ابو حنیفہ! ایک شخص ہم میں سے ان کو (منصور کو) امیر المؤمنین کہتا ہے یہ اس کی گردن مارنے کا حکم دیتے ہیں، میں نہیں جانتا ہوں اس کا کیا سبب ہے کیا ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟" آپ نے فرمایا "امیر المؤمنین حق حکم دیتے ہیں یا باطل" اس نے کہا "حق" آپ نے فرمایا "حق کو نافذ کرو جہاں تک ہو سکے اور اس کی وجہ دریافت کرنا فضول ہے"۔ امام صاحب نے اس ترکیب کے ذریعہ خود کو اس کے شر سے بچا لیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے "اس شخص نے چاہا تھا کہ مجھے باندھ لے مگر میں نے اس کو جکڑ ڈالا"۔(۲)

﴿چور کے سر میں پر﴾

ایک مرتبہ آپ کے پڑوسی کا مور چوری ہو گیا، اس نے آپ کے پاس شکایت کی آپ نے فرمایا "فی الحال تم خاموش رہو، پھر دیکھیں گے"۔

جب آپ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا "کیا ایسا آدمی حیا نہیں کرتا جس نے اپنے پڑوسی کا مور چوری کیا ہے اور پھر اس حال میں نماز پڑھنے آ گیا ہے کہ مور کا پر اس کے سر میں ہے"۔

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۵

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۲۷

پس اتنے میں یہ سن کر ایک شخص نے اپنا سر پونچھا، آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ”اے شخص! تو مور واپس کر دے“ اس پر اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور مور واپس کر دیا۔(۱)

﴿امام اعمشؒ کی مشکل کا حل﴾

حضرت اعمش محدث رحمہ اللہ سے ان کی تیز مزاجی کی وجہ سے لوگ پریشان تھے۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ ان کو پیش آیا کہ انہوں نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھالی کہ اگر آپ کی بیوی آپ کو آٹے کے ختم ہو جانے کی خبر دے یا لکھ کر بتائے یا پیغام بھیجے یا دوسرے شخص سے اس غرض سے ذکر کرے کہ وہ شخص آپ سے اس کا تذکرہ کرے یا اس کے بارے میں اشارہ کرے تو اس کو طلاق ہے۔

اس معاملہ میں آپ کی بیوی بہت پریشان ہوئیں تو کسی نے ان سے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کیجیے تب وہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے حضور میں حاضر ہوئیں اور اس واقعہ کو عرض کیا امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ”جب آٹے کا تھیلا خالی ہو جائے تو اسے ان کی نیند کی حالت میں ان کے کپڑوں سے باندھ دیجیے گا جب بیدار ہوں گے اس کو دیکھیں گے اور آٹے کا ختم ہونا ان کو معلوم ہو جائے گا انہوں نے ایسا ہی کیا تو حضرت اعمش رحمہ اللہ آٹے کے ختم ہونے کو سمجھ گئے اور کہنے لگے ”خدا کی قسم یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حیلوں میں سے ہے آپ زندہ ہیں تو ہم کیسے فلاح پائیں گے، آپ تو ہماری عورتوں کے سامنے رسوا کرتے ہیں کہ ان کو ہمارا عاجز ہونا اور ہماری سمجھ کا ضعف دکھاتے ہیں“۔(۲)

﴿رمضان میں بیوی سے صحبت!!!﴾

ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی سے رمضان شریف کے دن میں ہم بستر ہو گا۔ لوگوں کو اس کی خلاصی میں سخت تردد ہوا۔ امام صاحب نے فرمایا ”یہ تو آسان ہے

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۱۲۷

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۱۲۸

رمضان شریف میں اپنی بیوی کو لے کر سفر کرے پھر اس سے ہم بستر ہو"۔(۱)

سب سے قوی کون؟

ایک مرتبہ آپ سے کسی رافضی نے پوچھا کہ "سب لوگوں سے زیادہ قوی کون ہے؟" فرمایا "ہمارے نزدیک تو حضرت علیؓ کہ انہوں نے جان لیا کہ خلافت حضرت ابوبکرؓ کا حق ہے تو اس کو ان کے سپرد کر دیا اور تم لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ قوی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جنہوں نے بقول تمہارے حضرت علیؓ سے خلافت کو جبراً چھین لیا اور حضرت علیؓ ان سے لے نہ سکے"۔ یہ جواب سن کر وہ رافضی لاجواب ہو گیا۔(۲)

تین طلاق کا اہم مسئلہ

کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ ایک شخص نے کہا "آج اگر جنابت کا غسل کروں تو تین طلاق" پھر کہا "اگر آج کے دن کوئی نماز چھوڑوں تو تین طلاق" پھر کہا "آج بیوی سے ہم صحبت نہ ہوں تو تین طلاق" وہ شخص کیا کرے اور اس کی خلاصی کی کیا صورت ہے؟" آپ نے فرمایا "وہ شخص عصر کی نماز پڑھ کر اپنی بیوی سے ہم بستر ہو، آفتاب ڈوبے پر غسل کرے اور مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرے اس لئے کہ آج کے دن کی نمازوں سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے"۔(۳)

دو انوکھے سوال

کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ:

1- ایک شخص کی بیوی سیڑھی پر تھی اس نے کہا کہ اگر تو چڑھے تو تجھے طلاق ہے اور اگر تو اترے تو تجھے طلاق ہے اب وہ شخص کیا کرے۔ آپ نے فرمایا وہ سیڑھی پر چڑھی ہوئی ہو اور سیڑھی اتار لی جائے یا بغیر اس کے ارادہ کے کوئی شخص اسے

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۲۸

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۲۹

۳۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۲۸

اٹھا کر زمین پر رکھ دے۔

2- ایک شخص کی بیوی کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا اس نے کہا کہ تو اگر اسے پئے یا بہائے یا رکھے یا کسی شخص کو دے تو تجھے طلاق ہے اس صورت میں عورت کیا کرے تا کہ طلاق نہ پڑے امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی کپڑا ڈال کر پانی کو سکھا دے۔(۱)

﴿انڈہ نہ کھانے کی قسم اور اس کا حل﴾

ایک شخص نے قسم کھائی کہ انڈا نہ کھائیں گے پھر قسم کھائی کہ فلاں شخص کے آستین میں جو چیز ہے وہ ضرور کھائیں گے دیکھا گیا تو وہ انڈا ہی تھا فرمایا کسی مرغی کے نیچے رکھ دے جب بچہ ہو جائے تو بھون کر کھالے یا پکا کر مع شوربا کے سب کو کھالے۔

علامہ احمد بن حجر مکیؒ فرماتے ہیں" ہمارے نزدیک حیلہ یہ ہے کہ اس کو حلوے میں ڈال دے پس قسم پوری ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے آستین کی چیز کو کھالیا۔ اور یہ نہیں صادق آتا ہے کہ اس نے انڈہ کھایا اس لئے کہ وہ مستہلک ہو گیا"۔(۲)

﴿اگر میں قیاس کرتا تو یوں کہتا......﴾

امام صاحب مدینہ طیبہ میں حضرت محمد بن حسن بن علیؓ کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے فرمایا آپ میرے جد امجد ﷺ کے احادیث کی قیاس سے مخالفت کرتے ہیں آپ نے فرمایا" معاذ اللہ! آپ تشریف رکھیں اس لئے کہ آپ کے لئے عظمت ہے جس طرح آپ کے جد کریم ﷺ کے لئے عظمت ہے" محمد بن حسن تشریف فرما ہوئے، امام صاحب ان کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور پوچھا "مرد ضعیف ہے یا عورت؟" انہوں نے فرمایا" عورت" آپ نے پوچھا" عورت کا حصہ کس قدر ہے؟" فرمایا" مرد کے حصہ کا آدھا" امام صاحب نے فرمایا" اگر میں قیاس سے کہتا تو اس کے برعکس حکم دیتا" پھر پوچھا "نماز افضل ہے یا روزہ؟" انہوں نے فرمایا

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۳۰

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۳۱

''نماز'' آپ نے کہا ''اگر میں قیاس سے حکم کرتا تو حائضہ کے نماز کی قضاء کا حکم دیتا نہ روزے کی قضاء کا'' پھر پوچھا ''پیشاب زیادہ ناپاک ہے یا منی؟'' انہوں نے فرمایا ''پیشاب''۔ آپ نے فرمایا ''اگر میں قیاس کو مقدم رکھتا تو پیشاب سے وجوب غسل کا حکم دیتا نہ کہ منی سے''۔(۱)

﴿کوفی کی مشکل اور اس کا حل﴾

ایک مسافر اپنی نہایت ہی خوبصورت بیوی کو لے کر کوفہ پہنچا، اس عورت پر ایک کوفی عاشق ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور بیوی بھی اپنے شوہر کی مخالفت کرنے لگی۔ شوہر اس بات سے عاجز ہوا کہ اپنا نکاح اس عورت سے ثابت کرے، یہ مسئلہ امام صاحب کے روبرو پیش ہوا۔

امام صاحب، قاضی ابن ابی لیلیٰ اور کچھ علماء شوہر کے مکان پر گئے اور چند عورتوں کو وہاں جانے کے لئے فرمایا، ان سب کو دیکھ کر اس کا کتا بھونکنے لگا اس کے بعد اس عورت سے جانے کو کہا اس کے جانے کے وقت کتا دم ہلاتا ہوا اس کے آگے پیچھے چلنے لگا'' امام صاحب نے فرمایا ''حق واضح ہو گیا'' پس اس عورت نے نکاح کا اقرار کر لیا۔(۲)

﴿پسندیدہ چیز﴾

ایک شخص نے ایک آدمی کو وصیت کی اور ایک تھیلی سپرد کی جس میں ہزار دینار تھے اور کہا کہ جب میرا لڑکا بڑا ہو تو اس میں سے جو تجھے پسند ہو اس کو دے دینا!'' جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اس شخص نے اس کو خالی تھیلی دے دی اور سب اشرفیاں رکھ لیں۔ لڑکا امام صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض حال کیا۔ آپ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا ''ہزار دینار اس کے حوالہ کر! اس لئے کہ وہی تجھے محبوب ہیں کہ تو نے اسی کو روکا ہے جو تجھے پسند ہیں کیونکہ ہر شخص اسی کو رکھتا ہے جو اس کو پسند ہوتا ہے اور ناپسندیدہ دے دیتا ہے''۔(۳)

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۳۱

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۳۲

۳۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۳۵

﴿خود سے بے خبر﴾

عبدالرزاق ؒ فرماتے ہیں ''میں نے کسی کو امام ابوحنیفہ ؒ سے زیادہ بردبار نہ دیکھا ہم ان کے ساتھ مسجد خیف میں تھے اور لوگ آپ کے گرد جمع تھے کہ آپ سے کسی بصری نے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا اس نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حسن بصریؒ اس کے مخالف ہیں، آپ نے فرمایا'' انہوں نے خطا کی'' ایک شخص بول اٹھا ''اے ابن الزانیہ! تو یہ کہتا ہے کہ حسن بصریؒ نے خطا کی'' یہ سن کر لوگ چلا اٹھے اور اس شخص کی مرمت کو دوڑے، امام صاحب نے سب کو روکا اور انہیں خاموش کیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا'' ہاں حسن بصریؒ نے خطا کی اور ابن مسعودؓ نے اس حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی راہ راست پر ہیں''۔(۱)

﴿دشمن سے بھلائی﴾

آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا جب نشہ میں ہوتا یہ شعر گاتا ہے

اضاعونی رای فتی اضاعوا ۔۔۔ لیوم کریهةٍ و سداد ثغرٍ

ایک رات اس کی آواز نہ آئی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کو چوکیدار پکڑ کر لے گئے ہیں۔ آپ امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی سفارش کی، امیر نے امام صاحب کی تعظیم کی، اس موچی کو چھوڑنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ وہ تمام لوگ بھی جو اس شب میں پکڑے گئے تھے سب چھوڑ دیئے گئے۔ آپ واپس تشریف لائے اور موچی آپ کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ آپ نے فرمایا'' اے شخص! کیا میں نے تجھے ضائع کیا؟'' اس نے کہا'' نہیں بلکہ حضور نے میری حفاظت کی اور خیال رکھا، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے''۔

پھر اس موچی نے تہہ دل سے توبہ کی اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہنے لگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دین کی سمجھ اور اسلام کا علم عطا فرمادیا۔(۲)

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۳۸

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۳۸

﴿شاگردوں کی راحت کا خیال﴾

ولید بن قاسم فرماتے ہیں ''امام صاحب کریم الطبع تھے اپنے شاگردوں کا خیال رکھتے اور ان کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ فرماتے''۔

عصام فرماتے ہیں ''کسی شخص کو اپنے شاگردوں کا ایسا خیال نہ تھا جس طرح امام صاحب کو تھا حتیٰ کہ اگر کسی کے بدن پر مکھی بھی بیٹھتی تو اس کی ناگواری امام صاحب پر محسوس ہوتی تھی کسی نے آپ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کیا کہ وہ اپنی چھت پر سے گر گیا۔ امام صاحب نے زور سے چیخ ماری جس کو تمام مسجد والوں نے سنا اور گھبرائے ہوئے ننگے پاؤں کھڑے ہوئے پھر روئے اور فرمایا ''اگر اس مصیبت کا اٹھالینا میرے لئے ممکن ہوتا تو میں اس کو ضرور اٹھالیتا'' اور تا صحت روزانہ صبح و شام اس کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔(۱)

﴿پیکرِ حلم و صبر﴾

ایک مرتبہ امام صاحب پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی اور بہت برا بھلا کہا، آپ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا اور نہ اپنے کلام کو قطع کیا بلکہ اپنے شاگردوں کو اس کی طرف متوجہ ہونے سے منع فرمایا، جب آپ فارغ ہو کر کھڑے ہوئے وہ بھی آپ کے ساتھ ہولیا، آپ کے گھر کے دروازے تک گیا آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''یہ میرا گھر ہے اگر تیری گالیاں کچھ باقی رہ گئی ہوں تو ان کو تمام کرے یہاں تک کہ تیرے دل میں کچھ باقی نہ رہے'' یہ سن کر وہ شخص شرمندہ ہوا اور آئندہ ایسی حرکت سے توبہ کر لی۔

دوسرے قصہ میں ہے کہ وہ شخص آپ کے ساتھ ہولیا جب آپ اندر تشریف لے گئے پھر بھی گالی گفتہ بکتا رہا، کسی نے اس کو کچھ جواب نہ دیا تو کہنے لگا ''کیا مجھے کتا سمجھتے ہو''۔ اندر سے آواز آئی ''ہاں''۔(۲)

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۳۹

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۴۰

﴿مقتدائے وقت﴾

جرجانی فرماتے ہیں کہ میرے سامنے امام صاحب سے ایک جوان نے سوال کیا آپ نے اس کا جواب دیا اس نے کہا ''آپ نے غلطی کی'' میں نے حاضرین بارگاہ سے کہا ''سبحان اللہ آپ لوگ ایسے مقتدائے وقت کی عزت نہیں کرتے'' آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''انہیں چھوڑ دیجئے، میں نے خود انہیں اس کا عادی کیا ہے''۔(۱)

﴿کردار کا غازی﴾

ایک مرتبہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے کہا'' آپ امام صاحب علیہ الرحمۃ کے اوصاف بیان فرمایئے'' آپ نے فرمایا'' اے امیر المومنین! اللہ عزوجل فرماتا ہے **مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید** یعنی کوئی بات منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار ہے'' اس کے بعد فرمایا:

''میرا علم ان کے متعلق یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ محارم الٰہی سے سخت پرہیز فرماتے، غایت درجہ پرہیزگار تھے، بغیر علم کے دین کی باتوں میں کچھ نہ فرماتے، اس بات کو لازم پکڑتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ ہو، اپنے زمانے کے دنیا داروں سے الگ تھلگ رہتے ان کی دنیاوی عزت میں ہمسری کا خیال نہ لاتے، زیادہ تر خاموش رہتے۔ علمی باتوں میں ہمیشہ غور و فکر فرماتے، فضول گو نہ تھے، جب کوئی مسئلہ آپ سے پوچھا جاتا اگر معلوم ہوتا تو جواب دیتے اور ٹھیک جواب دیتے اور اگر نہ معلوم ہوتا تو قیاس فرماتے اور اس کا اتباع فرماتے اور اپنے نفس اور دین کو بچاتے، علم اور مال کو بہت خرچ فرماتے، اپنی ذات کے سوا تمام لوگوں سے، مستغنی تھے، کبھی طمع کی طرف مائل نہیں ہوئے غیبت سے بہت دور رہتے، کسی کو بھلائی کے سوا یاد نہ فرماتے''

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۴۱

ہارون رشید نے یہ سن کر کہا:

''اچھوں کے یہی اخلاق ہیں''۔(۱)

﴿میر کارواں ہوتو ایسا......!﴾

معافی موصلی فرماتے ہیں''امام صاحب میں دس باتیں ایسی تھیں کہ ایک بھی کسی شخص میں ہوتو وہ اپنے وقت کا رئیس اور اپنے قبیلہ کا سردار ہو، وہ دس باتیں یہ ہیں:

1- پرہیزگاری
2- سچ بولنا
3- عفت
4- لوگوں کی خاطر و مدارت کرنا
5- سچی محبت رکھنا
6- اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا
7- زیادہ تر خاموش رہنا
8- ٹھیک بات کہنا
9- عاجزوں کی مدد کرنا
10- اگرچہ وہ عاجز دشمن ہو۔(۲)

﴿چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا﴾

منصور نے کئی دفعہ آپ کو تیس ہزار درہم دیئے ،ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ''اے امیرالمومنین میں بغداد میں اجنبی ہوں، میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور میرے یہاں کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے انہیں بیت المال میں رکھوا دیجئے'' خلیفہ منصور نے اس کو منظور کرلیا۔ جب امام صاحب کا وصال ہوگیا تو بیت المال سے لوگوں کی امانتیں نکالی گئیں، دیکھا گیا تو منصور کی عطا کردہ تمام کی تمام رقم جوں کی توں پڑی تھی امام

ا۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۴۲

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۴۲

صاحب نے اسے ہاتھ تک نہ لگایا، یہ دیکھ کر منصور نے کہا'' امام تو میرے ساتھ ہوشیاری کا معاملہ کر گئے'' (یعنی اس ترکیب سے میری تمام رقم مجھے واپس کر دی)

اسی طرح کا ایک واقعہ مصعبؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے آپ کو دس ہزار درہم عطا کرنے کا اعلان کیا، امام صاحب نے سوچا اگر اس کو واپس کرتا ہوں تو ناخوش ہوگا اور اگر قبول کرتا ہوں تو یہ مجھے ناپسند ہے، آخر انہوں نے مجھ سے مشورہ کیا، میں نے کہا'' یہ مال خلیفہ کی نگاہ میں بہت زیادہ ہے جب اس کے لینے کو آپ کو بلائے تو فرمایئے کہ مجھے امیر المومنین سے اتنے کم مال کی امید نہ تھی''۔

چنانچہ جب خلیفہ نے امام صاحب کو اس کے لینے کے لئے بلایا امام صاحب نے وہی فرمایا منصور کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بخشش کو روک لیا۔

حضرت مصعبؒ فرماتے ہیں'' اس کے بعد امام صاحب ہر معاملہ میں مجھ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔''

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا (۱)

بادشاہ کو نصیحت

ایک مرتبہ منصور نے امام صاحب سے عرض کی کہ'' آپ میرے پاس اکثر کیوں نہیں تشریف لایا کرتے؟'' فرمایا'' میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر آپ کا قرب اختیار کروں اگر آپ اپنا مقرب بنائیں گے تو فتنہ میں ڈالیں گے اور اگر دور کریں گے رسوا کریں گے''۔

ایک مرتبہ آپ نے امیر کوفہ سے فرمایا:

'' سلامتی کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا، ایک پیالہ پانی، ایک کپڑا پوستین کا بہتر ہے، ایسی نعمتوں میں عیش کرنے سے جس کے بعد ندامت ہو، جب کوئی آپ کے پاس لوگوں کی بات بیان کرتا فرماتے دیکھو بچو

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابیؒ حنیفة النعمان، ص: ۱۴۵

ایسی باتوں سے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں جو شخص میری برائی بیان کرے اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے اور جو شخص میرے حق میں کلمہ خیر کہے اللہ تعالیٰ اسے نیک اجر عطا فرمائے۔ دین میں تفقہ حاصل کرو اور لوگوں کو اس حال پر چھوڑو جو انہوں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں تمہارا محتاج بنائے گا جس کے نزدیک اس کا نفس معظم ہوگا دنیا اور اس کی تمام سختیاں اس کے نزدیک ذلیل ہوں گی جو شخص تیری بات کاٹے اسے کسی قابل مت گن اس لئے کہ وہ علم وادب کا دوست دار نہیں۔ اپنے دوست (یعنی نفس) کے لئے گناہ اور اپنے غیر (یعنی وارث) کے مال مت جمع کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جس نے لڑائی کی حضرت علی حق کے ساتھ اس پر بالا رہے اور اگر یہ باتیں حضرت علیؓ کی شائع نہ ہوتیں تو کسی کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ باغی مسلمانوں کے قتال کا کیا طریقہ ہے"۔(۱)

انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے

کسی شخص نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب دیا اس پر کسی نے کہا یہ شہر کوفہ ہمیشہ امن کے ساتھ رہے گا جب تک آپ تشریف فرما ہیں آپ نے اس پر یہ شعر پڑھا ؎

خلت الدیار فسدت غیر مسود
ومن العناءِ تفرری بالسودد

"دنیا سرداروں سے خالی ہوگئی اور مجھے سردار بنا دیا گیا، میرا سردار بنایا جانا انتہائی درجہ کا ظلم اور مشقت ہے"۔(۲)

کسی کو کیا خبر کیا چیز ہیں وہ — انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۵۱

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۵۲

﴿بیٹے کو نصیحت﴾

ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے حضرت حمادؒ نماز پڑھانے کو آگے بڑھے آپ نے ان کا کپڑا پکڑ کر ان کو ہٹایا اور غیر کو آگے بڑھایا انہوں نے عرض کی حضرت آپ مجھے رسوا فرماتے ہیں امام صاحب نے فرمایا نہیں بلکہ خود تم نے اپنے آپ کو رسوا کرنا چاہا تھا تو میں نے منع کیا کیونکہ اگر تم نماز پڑھاتے اور کوئی شخص کہتا ان کے پیچھے جو نماز پڑھی ہے دہراؤ تو یہ واقعہ کتابوں میں لکھا جاتا اور قیامت تک عار و ننگ کا باعث ہوتا۔(۱)

﴿امام صاحبؒ کی بہادری﴾

ربیع فرماتے ہیں کہ بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد کے والی عراق یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے مجھے امام صاحب کو بلانے کے لئے بھیجا کہ ان کو بیت المال کا ناظم ونگران مقرر کرے آپ نے اس سے انکار فرمایا اس نے اس پر آپ کو کوڑے مارے۔

مفصل واقعہ یہ ہے کہ بنی امیہ کے جانب سے عراق کا ولی ابن ہبیرہ تھا، جب عراق میں فتنہ وفساد کا ظہور ہوا اس نے فقہاء عراق کو جمع کر کے اپنے کام کا ایک ایک حصہ ایک ایک کے سپرد کیا، امام صاحب کو بلا بھیجا کہ ان کے پاس اس کی مہر رہے اور کوئی فرمان بغیر ان کی مہر کے نافذ نہ ہو نہ بغیر ان کے دستخط کے بیت المال سے کوئی رقم برآمد ہو، آپ نے اس سے انکار فرمایا۔ اس نے قسم کھائی کہ آپ ایسا نہ کریں گے تو بخدا ہم ماریں گے فقہاء عراق نے کہا ''ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالئے اس لئے کہ ہم لوگ بھائی بھائی ہیں اور ہم سب لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں (تو جس طرح ہم لوگوں نے مجبوراً قبول کیا ہے) آپ بھی قبول کر لیجئے''۔

امام صاحب نے پھر بھی انکار کیا اور فرمایا ''اگر مجھ سے بزور حکومت یہ چاہے اس کے لئے مسجد کے دروازوں کو شمار کروں تو میں یہ بھی نہ کروں گا پھر اتنا بڑا کام مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ مثلاً وہ لکھے گا کہ فلاں مسلمان کی گردن ماری جائے اور میں اس پر مہر کروں بخدا میں کبھی اس مخمصہ میں نہ پڑوں گا اس قتل کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہے کہ

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۵۲

مسلمان کا ناحق قتل کرنا شرک کے بعد سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے''۔

اس انکار پر آپ کو دو ہفتہ قید میں رکھا گیا، پھر آپ کو چودہ کوڑے مارے گئے اس کے بعد آپ کا سخت جسمانی ریمانڈ کیا گیا، اس دوران ابن ہبیرہ کا ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہا کہ اس طرح تو وہ شخص مر جائے گا۔ ابن ہبیرہ نے کہا'' ان سے کہہ کہ ہم کو ہماری قسم سے چھڑائے یعنی یہ عہدہ قبول کرلے'' اس شخص نے عرض کی'' ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر مجھ سے یہ چاہے کہ میں اس کے لئے مسجد کے دروازوں کو شمار کروں تو یہ بھی نہ کروں گا مجھ کو چھوڑ و کہ اس بارے میں اپنے بھائیوں سے مشورہ کروں''۔

ابن ہبیرہ نے اس کو غنیمت سمجھا اور آپ کی رہائی کا حکم دیا آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر 130ھ میں مکہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت فرمائی یہاں تک کہ جب خلفائے عباسیہ کا دور حکومت شروع ہوا تو آپ کوفہ تشریف لائے وہ زمانہ منصور کی خلافت کا تھا منصور نے آپ کی بہت عزت وعظمت کی، دس ہزار درہم اور ایک باندی عطا کرنے کا حکم دیا لیکن آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔

خطیب نے ابن ہبیرہ کے ساتھ آپ کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ اس نے چاہا کہ آپ والی کوفہ ہوں آپ نے انکار کیا اس پر اس نے ہر روز دس کوڑے کے حساب سے ایک سو دس کوڑے لگوائے اور آپ برابر انکار کرتے رہے، جب اس نے اس قدر انکار دیکھا تو رہائی دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کو کہا آپ نے انکار فرمایا اس پر اس نے قید کیا کسی نے آپ سے کہا'' خلیفہ نے قسم کھائی ہے تاوقتیکہ آپ عہدہ قضاء قبول نہ فرمائیں گے ہم آپ کو چھوڑ نہیں سکتے اور وہ ایک مکان بنانا چاہتا ہے جس کی اینٹ گننے کا کام آپ کے سپرد ہوا ہے'' آپ نے فرمایا'' بخدا وہ اگر مسجد کے دروازوں کو گننے کے لئے مجھ سے کہے تو یہ بھی نہ کروں گا'' جب آپ قید خانہ سے رہا ہوئے تو فرمایا'' مجھے ضرب کا ایسا صدمہ نہ تھا جس قدر صدمہ مجھے اس کا تھا کہ اس خبر کو سن کر میری والدہ صاحب کو کتنی پریشانی ہوئی ہوگی اس پریشانی کا صدمہ ضرب کے صدمہ سے بڑھا ہوا تھا''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے حکم دیا کہ آپ کے سر پر کوڑے مارے جائیں جس سے آپ کا سر مبارک ورم کر گیا پھر اس نے رہائی دی۔

روایت ہے کہ ابن ہبیرہ عالم ﷺ کی زیارت باکرامت سے خواب میں مشرف ہوا دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کیا خدا کا خوف تیرے دل میں نہیں کہ میری امت کے ایک معزز شخص کو بے قصور مارتا ہے اور بہت تہدید فرمائی۔ خلیفہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا اور رہائی کا حکم دیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جب قید خانہ میں مار کھائی تو امام صاحب کی حالت یاد فرماتے اور ان پر دعائے رحمت کرتے۔

ایسا ہی واقعہ امام صاحب کو خلیفہ منصور کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ جس کی تفصیل پیچھے گزر گئی ہے۔(۱)

کہیں سامان مسرت کہیں ساز غم ہے

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خلیفہ منصور نے آپ کو عہدہ قضاء کے لئے طلب کیا۔ اور اس کی خواہش تھی کہ جملہ قضاۃ اسلام آپ کے ماتحت ہوں۔ مگر آپ نے اس سے انکار فرمایا۔ اس پر اس نے قسم کھائی اور سخت قسم کھائی کہ اگر آپ اسے قبول نہ فرمائیں گے تو میں قید کروں گا اور نہایت سخت برتاؤ کروں گا۔ جب آپ نے انکار فرمایا تو اس نے آپ کو قید کر دیا اور پیغام بھیجا کہ اگر قید سے رہائی چاہتے ہیں تو عہدہ قضاء قبول کیجیے۔ آپ انکار فرماتے رہے جب آپ نے انکار شدید کیا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ آپ قید سے باہر لائے جائیں اور ہر روز دس کوڑے مارے جائیں اور بازاروں میں ان کی تشہیر ہو۔ چنانچہ ایک دن آپ جیل سے نکالے گئے دردناک طریقہ سے آپ کو سزا دی گئی، یہاں تک کہ آپ کی دونوں ایڑیوں تک خون بہہ آیا اور سر بازار آپ کی تشہیر کی گئی۔

اس کے بعد پھر قید خانے واپس بھیجے گئے اور کھانے پینے میں نہایت تنگی کی گئی اسی طرح دوسرے تیسرے دن ہوا۔ یونہی برابر دس دن تک ہوتا رہا۔

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۵۲۔۱۵۵

جب پیمانہ صبر لبریز ہوا تو آپ روئے اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اس کے پانچویں دن آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اور ایک جماعت نے یوں روایت کیا ہے کہ آپ کو زہر کا پیالہ پینے کو دیا گیا آپ نے انکار کیا اور فرمایا ''میں جانتا ہوں جو اس پیالہ میں ہے میں اپنے قتل میں قاتل کا مددگار ہونا پسند نہیں کرتا ہوں'' لہذا آپ کو پٹک کر آپ کے منہ میں زبردستی وہ زہر دے دیا گیا، جس سے آپ نے وفات پائی۔

ارباب تواریخ کا اتفاق ہے کہ امام صاحب 150ھ میں ستر برس کی عمر میں رہگرائے عالم آخرت ہوئے 151ھ میں آپ کا وصال ماننا بالکل غلط بے اصل ہے اکثروں کا خیال یہ ہے کہ آپ نے رجب میں انتقال فرمایا اور بعض فرماتے ہیں کہ شعبان میں اور بعضوں نے نصف شوال بیان کیا ہے آپ نے سوائے حضرت حماد کے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔(۱)

دنیا نے ہمیں کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں

جب آپ کا وصال ہوا تو قید خانہ سے آپ کو پانچ آدمی لائے اور اس جگہ تک پہنچایا جہاں آپ کو غسل دیا گیا۔ آپ کو حسن بن عمار قاضی بغداد نے غسل دیا۔ ابو رجاء عبداللہ ابن واقد ہروی پانی دیتے تھے۔ جب قاضی صاحب آپ کے غسل سے فارغ ہوئے تو بولے ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے تیس سال سے افطار نہ کیا اور چالیس سال سے رات کو نہ سوئے آپ ہم سب لوگوں سے زیادہ فقیہ، عابد و زاہد اور اوصاف خیر کے جامع تھے۔ اور جب آپ نے انتقال فرمایا جب بھی بھلائی اور سنت کی طرف گئے اور اپنے پچھلوں کو تعب اور مصیبت میں ڈال رکھا''۔

لوگ آپ کے غسل سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ بغداد کی بے شمار خلقت ٹوٹ پڑی گویا کہ کسی نے آپ کے وصال کی ہر جگہ خبر دے دی۔ آپ پر جتنے آدمیوں نے نماز پڑھی وہ شمار میں بقول بعض کے پچاس ہزار اور بقول بعض اس سے بھی زیادہ تھے، آپ

۱۔ الخيرات الحسان في مناقب الامام ابي حنيفة النعمان، ص: ۱۶۱۔۱۶۳

کے جنازہ کی نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی، سب سے آخر میں آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھی، کثرت ازدحام سے عصر کے بعد تک آپ کے دفن سے فراغت نہ ہوسکی۔ بیس دن تک لوگ برابر آپ کی قبر پر نماز پڑھتے رہے۔

جب فقیہ مکہ ابن جریج رحمہ اللہ کو آپ کے وفات کی خبر پہنچی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا "کتنا بڑا علم جاتا رہا"۔

جب شعبہ نے آپ کے وصال کی خبر سنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ "علم کا نور کوفہ سے بجھ گیا اب ایسا شخص کبھی پیدا نہ ہوگا"۔

ایک زمانہ کے بعد سلطان ابوسعد مستوفی خوارزمی نے آپ کی قبر مبارک پر ایک بڑا شاندار قبہ بنوایا اور اس کے ایک جانب مدرسہ جاری کیا۔(۱)

وفات کے بعد غیبی تذکرے

صدقہ مغابری سے منقول ہے (یہ شخص مستجاب الدعوات تھے) کہ جب لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دفن کر چکے تین رات تک ندائے غیبی سنی گئی کہ کوئی شخص کہتا ہے

ذهب الفقه فلافقه لكم
فاتقوا الله وكونوا خلفا
مات نعمان فمن هذا الذی
یحیی اللیل اذا ما سجنا

"فقہ جاتا رہا اب تمہارے لئے فقہ نہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کے نائب بنو، امام ابوحنیفہ نے انتقال کیا تو کون ہے اس رتبہ کا جو شب کو عبادت کرتا ہو جب تاریک ہو جائے"۔(۲)

اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والا ایک نادان

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مکہ مکرمہ میں ایک نماز کی امامت کرائی، چونکہ آپ

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۱۶۳، ۱۶۵

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص:۱۶۵

مسافر تھے اس لئے اپنی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا اور مقتدیوں سے فرمایا:

''میں مسافر ہوں تم لوگ اپنی نماز مکمل کرلو''

ایک احمق مقتدی بول پڑا کہ ''جی یہ مسئلہ ہم آپ سے بہتر جانتے ہیں ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں''۔

امام صاحب اس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے اور فرمایا کہ ''اگر مسئلہ مجھ سے بہتر جانتے ہوتے تو بولتے نہ کیونکہ بولنے کی وجہ سے تو آپ کی نماز ہی فاسد ہوگئی اب از سر نو پڑھنی پڑے گی''۔(۱)

﴿خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت﴾

احمد بن حجر مکیؒ نے ''الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان'' میں نقل کیا ہے، آپ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو 99 بار خواب میں دیکھا۔ جب یہ ہو چکا تو آپ نے اپنے دل میں کہا کہ اب اگر اس کرامت سے با مشرف ہوا تو میں یہ پوچھوں گا کہ بندے تیرے عذاب سے کیونکر نجات پا سکتے ہیں، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب عنایت فرمادیا۔(۲)

﴿امام صاحب کا ایک مبارک خواب﴾

ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا کہ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کو اُکھیڑ رہے ہیں۔ ابن سیرین اور ان کے شاگرد نے یہ تعبیر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کو ظاہر کریں گے اور ایسے علوم پھیلائیں گے جو آپ سے قبل کسی نے نہیں ظاہر کئے۔

ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نظر اور قیاس کرنے لگے اور دینی مسئلوں میں کلام شروع کیا اور یہ خواب آپ کے متعلق آپ کے بعض شاگردوں نے بھی دیکھا تھا اس نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر

۱۔ مرقاۃ المفاتیح (۲۲۴/۳)

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۶۸

کوئی شخص آپ پر انکار نہیں کرتا۔ پھر اس مبارک مٹی کو مٹھی میں بھرا اور چاروں طرف ہوا میں پھونک دیا، اس خواب نے آپ کو ڈرا دیا اور آپ نے ابن سیرینؒ سے یہ خواب بیان کیا انہوں نے کہا" سبحان اللہ جس نے یہ خواب دیکھا ہے وہ بڑے رتبہ کا شخص ہے وہ فقیہ ہے یا عالم" ہشام کہتے ہیں میں نے کہا "وہ فقیہ ہیں" ابن سیرینؒ نے فرمایا:

"بخدا یہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ علم ظاہر کریں گے۔ جس کو کسی نے ظاہر نہ کیا اور ضرور ان کا نام مشرق و مغرب اور تمام اطرافِ عالم میں جہاں جہاں وہ مٹی پہنچی ہے مشہور ہوگا"۔(۱)

امام صاحب کے علم کا سرچشمہ

ازہر بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت با کرامت سے مشرف ہوا اور آپ کے پیچھے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ میں نے ان دونوں سے عرض کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھوں فرمایا پوچھ مگر زور سے نہ بولنا میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم کے بارے میں سوال کیا کیونکہ میں ان سے خوش اعتقاد نہ تھا، ارشاد ہوا:

"ان کے علم کا سرچشمہ خضر (علیہ السلام) سے ہے"

اور میں نے دیکھا کہ پے در پے تین ستارے آسمان سے ٹوٹے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ، مسعر اور سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

محمد بن مقاتل سے اس کا تذکرہ ہوا وہ رو دیئے اور بولے کہ علماء زمین کے ستارے ہیں۔(۲)

حوض کوثر کا جام

ایک مرتبہ امام صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ آپ محشر میں حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں۔ اور آپ کے دائیں جانب حضرت ابراہیم

۱۔ الخيرات الحسان في مناقب الامام ابي حنيفة النعمان، ص: ۱۶۹

۲۔ الخيرات الحسان في مناقب الامام ابي حنيفة النعمان، ص: ۱۷۰

خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں پھر ابوبکر صدیقؓ...... اسی طرح یہاں تک کہ سترہ بزرگوں کو شمار کیا اور حوض کے آگے اپنے ایک پڑوسی کو دیکھا کہ اس کے سامنے برتن ہے ان سے پوچھا کہ "میں بھی حوض کوثر کا پانی پی لوں؟" اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں، دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو انہوں نے ایک پیالہ دیا آپ نے پیا اور اپنے تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو پلایا۔ مگر وہ پیالہ انگلی کے پورے کے برابر بھی کم نہ ہوا اور وہ پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔(۱)

دنیا کا سب سے بڑا عالم!

ایک مرتبہ مقاتل بن سلیمانؒ کے حلقہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص آسمان سے اترا ہے اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں وہ شخص بغداد کے سب سے اونچے منارے پر کھڑا ہوا اور آواز دی "کیا عظیم چیز تھی جسے لوگ گم کر بیٹھے؟" مقاتلؒ نے کہا "اگر یہ خواب تمہارا سچا ہے تو ضرور دنیا کا سب سے بڑا عالم انتقال کرے گا"۔ چنانچہ کچھ دیر بعد امام ابوحنیفہؒ کے وصال کی اطلاع مل گئی۔ مقاتل نے یہ خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا:

"افسوس کہ دنیا سے وہ شخص چل بسا جو امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشکلات کو دور کرتا تھا"۔(۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام ابوحنیفہؒ سے محبت

مسدد بن عبدالرحمٰن بصریؒ سے مروی ہے کہ وہ صبح کے وقت مکہ معظمہ میں رکن اور مقام کے درمیان سوئے ہوئے تھے کہ زیارت جمال بے مثال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، عرض کی "یا رسول اللہ! حضور اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں ہے؟ ان کا نام نعمان بن ثابت ہے، کیا میں ان سے علم حاصل کروں" ارشاد ہوا:

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۷۰

۲۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، ص: ۱۷۱

''ان سے علم سیکھو اور ان کے عمل جیسا عمل کرو وہ بہت اچھا شخص ہے''۔

مسدد بصریؒ کہتے ہیں کہ اس وقت کے بعد سے میں لوگوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف زبردستی متوجہ کرتا ہوں اور جو خیال میرا پہلے تھا اس سے استغفار کرتا ہوں''۔(۱)

﴿ایک دہریہ سے مناظرہ﴾

ایک ملحد مادہ پرست خلیفہ ہارون رشید کے پاس آیا اور کہا:

''اے امیر المومنین! تیرے عہد کے علماء مثلاً ابوحنیفہ نے اس پر اتفاق کیا کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے، ان میں سے جو عالم و فاضل ہو اسے یہاں ضرور حاضر ہونے کا حکم دے تا کہ میں تیرے سامنے اس سے بحث کروں کہ ''دنیا کا بنانے والا کوئی نہیں''۔''

ہارون الرشید نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا:

اے تمام مسلمانوں کے امام: آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں ایک مادہ پرست آیا ہوا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا کا صانع کوئی نہیں اور وہ آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں ظہر کے بعد جاؤں گا۔ وقت مقررہ پر خلیفہ نے امام صاحب کا استقبال کیا، آپ کو ساتھ لایا اور بلند مقام پر جگہ دی۔ امراء و رؤسا دربار میں جمع ہوئے، ملحد نے کہا:

اے ابوحنیفہ! آپ نے آنے میں دیر کیوں کر دی؟

امام صاحب نے کہا:

مجھے ایک عجیب بات درپیش آئی۔ اس لیے دیر ہوگئی۔ وہ یہ کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اس پار ہے۔ میں اپنے گھر سے نکلا اور دجلہ کے کنارے آیا تا کہ اسے عبور کروں۔ میں نے دجلہ کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی، جس کے تختے بکھر

۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۱۷۲

چکے تھے، جونہی میری نگاہ اس پر پڑی تختوں میں اضطراب پیدا ہوا، پھرانہوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہو گئے۔ ایک حصہ دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گیا اور بغیر کسی بڑھئی کے سالم کشتی تیار ہوگئی، میں اس کشتی پر بیٹھا، پانی عبور کیا اور یہاں آ گیا۔

ملحد نے کہا:

اے رئیسو! جو کچھ تمہارا پیشوا اور امام تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے اسے کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹ بات کبھی سنی ہے۔ یہ تو خالص جھوٹ ہے جو تمہارے فاضل تر عالم سے ظاہر ہوا ہے۔

یہ سن کر امام ابوحنیفہؒ مخاطب ہوئے اور فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے میں غلط کہہ رہا ہوں؟

ملحد نے کہا، جی ہاں! کیا غلط نہیں تو یہ صحیح ہے کہ کشتی بغیر بنانے والے کے جائے۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔

امام اعظم نے فرمایا:

سن اے کافر مطلق! اگر کسی کارندے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں کی جاسکتی، کیسے ممکن ہے کہ اس قدر عظیم نظام دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں آ جائے اور بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے۔ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہو گیا۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں (۱)

امام صاحبؒ کی حاضر جوابی

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماء وفضلاء کو جمع کر کے ان سے تین سوالات دریافت کرے۔ اگر وہ ان کے مسکت اور تسلی بخش جواب دے دیں تو ٹھیک ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہوگا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل

۱۔ گلہائے رنگارنگ: ص ۷۷، بحوالہ مخزن اخلاق

تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کیے۔ مختلف اصحاب علم نے جواب دیئے مگر بات قاطع نہ ہوسکی۔ آخر امام ابوحنیفہؒ نے جوابات دینے کی اجازت حاصل کی۔

امام ابوحنیفہؒ (رومی وزیر سے) تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) پس منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔

خلیفہ: ہاں یہ بات بہت درست ہے (اس پر رومی وزیر منبر سے اتر آیا اور امام ابوحنیفہؒ اس جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اس ڈرامائی صورت واقعہ سے مجلس کا ماحول تبدیل ہوگیا۔)

امام ابوحنیفہؒ: (رومی وزیر سے) اب اپنے سوالات پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہؒ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہ: تو پھر جب محض حسابی عدد ''ایک'' کا حال یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جاسکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہوسکتی ہے؟

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا منہ کس طرف ہے؟

رومی وزیر: چاروں طرف۔

امام ابوحنیفہ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کے لیے کوئی خاص سمت معین نہیں کی جاسکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اس اصلی نور یعنی خدا کے لیے کوئی خاص رخ کیوں کر معین ہوسکتا ہے۔

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہؒ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمہیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ

مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور مجمع علماء حضرت امام ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی پر حیران رہ گئے۔ (۱)

﴿نور بصیرت﴾

حضرت امام ابو یوسفؒ کے والد ابراہیم ان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی والدہ نے فکر معاش کی وجہ سے انہیں ایک دھوبی کے حوالے کر دیا، لیکن انہیں پڑھنے کا شوق تھا، یہ جا کر امام ابوحنیفہؒ کے درس میں بیٹھنے لگے۔ والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا، اور اسی بناء پر کئی روز امام ابوحنیفہؒ کے درس میں نہ جا سکے۔ ذہین اور شوقین طالب علم کی طرف استاذ کی توجہ طبعی بات ہے۔ جب کئی دن کے بعد وہ درس میں پہنچے تو امام صاحبؒ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے درس کے بعد انہیں بلایا، ایک تھیلی حوالے کی جس میں سو درہم تھے۔ اور فرمایا کہ ''اس سے کام چلاؤ، اور جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا۔'' حضرت امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی ختم ہو چکی ہے، ہمیشہ جب پیسے ختم ہو جاتے، امام صاحبؒ خود ہی مزید پیسے عطا فرما دیتے، جیسے انہیں ختم ہونا کا الہام ہو جاتا ہو۔

ان کی والدہ شاید یہ سمجھتی ہوں گی کہ یہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے؟ کوئی مستقل ذریعۂ معاش ہونا چاہیے۔ اس لیے ایک مرتبہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا یہ یتیم بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے۔ اس لیے آپ اسے اپنے درس میں شریک ہونے سے روکئے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ ''یہ تو پستے کے گھی میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے۔'' والدہ نے اسے مذاق سمجھا اور چلی گئی۔

لیکن امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی علم کی بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ میں قضاۃ کے منصب تک پہنچا، اور اس دوران بکثرت خلیفۂ

۱۔ گلہائے رنگارنگ: ص ۹۷، بحوالہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا از منشی محبوب عالم

وقت ہارون رشید کے دستر خوان پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ایک روز میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا، اور بتایا کہ ''یہ بڑی خاص چیز ہے جو ہمارے لیے بھی کبھی کبھی بنتی ہے۔'' میں نے پوچھا ''امیرالمومنین! یہ کیا ہے؟'' کہنے لگے کہ ''یہ پستے کے روغن میں بنا ہوا فالودہ ہے۔'' یہ سن کر مجھے حیرت کی وجہ سے ہنسی آ گئی۔ ہارون رشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے سارا قصہ سنایا، وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا، اور کہنے لگا کہ:

''اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے، وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو چشم سر سے نظر نہیں آ سکتا۔''(۱)

......◆◆◆......

۱۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۴۵)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

مختصر حالاتِ زندگی

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستان ہیں

نام ونسب:

آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے، فقیہ الامت اور امام دارالہجرۃ جیسے عالی شان القابات سے ملقب ہیں۔ پورا نام ''مالک بن انس'' ہے، نسب نامہ درج ذیل ہے:

''مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن الحارث بن غیمان بن جثیل بن عمرو بن ذی اصبح الحارث الاصبحی المدنی۔''(۱)

آپ کا تعلق یمن کے قبیلہ ''اصبح'' سے تھا اس لیے آپ کو ''اصبحی'' کہا جاتا ہے۔ یہ بات حیرت اور دلچسپی سے خالی نہیں کہ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے جداعلیٰ ابو عامر مسلمان ہوئے۔ آپ کے دادا مالک بن ابی عامر کبار تابعین میں سے ہیں ع

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ولادت باسعادت:

اس بات پر تو مؤرخین کا اتفاق ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے، البتہ مدت میں اختلاف ہے اکثر مؤرخین نے تین سال اور بعض نے دو سال مدت بتائی ہے۔ سن ولادت میں چار اقوال ہیں:

(1) 90ھ (2) 93ھ (3) 94ھ (4) 95ھ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۰۷)، تہذیب الکمال (۲۷/۹۱)

راجح سن 93ھ ہے، کیونکہ علامہ ذہبی نے اما اامام صاحب کے مشہور شاگرد یحییٰ بن بکیر کا قول نقل کیا ہے:

﴿سمعته يقول: ولدت سنة ثلاث وتسعين﴾

''میں نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں میں سن 93ھ میں پیدا ہوا۔''(۱)

تحصیل علم:

امام صاحب نے اس زمانہ میں آنکھ کھولی جب مدینہ منورہ میں علم وعرفان کے بے حد وحساب چشمے جاری تھے، ان کا گھرانہ خود علوم کا مرجع تھا۔ امام صاحب نے دس سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتداء فرمائی۔ امام القراء نافع بن عبدالرحمٰن (م:۱۶۹ھ) سے علم قرأت حاصل کر کے نوسو سے زائد اہل علم وفضل سے کسب فیض فرمایا۔ بارہ برس تک حضرت ابن عمرؓ کے خصوصی شاگرد حضرت نافع کے درس میں شریک رہے۔ اس دوران وہ تکالیف ومشقتیں برداشت کیں جو ہرکس وناکس کا کام نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ گھر کی چھت توڑ کر لکڑیاں تک فروخت کرنے کی نوبت آئی۔(۲)

درس وتدریس:

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے اکیس سال کی عمر میں تدریس شروع فرمائی، بعض حضرات نے سترہ سال کا قول نقل کیا ہے۔

امام صاحب نے اپنے دست مبارک سے تقریباً ایک لاکھ احادیث لکھیں، ان کے دروازے پر شائقین علم وسائلین مسائل کا ایسا ازدحام رہتا کہ دیکھنے والا کسی بڑے بادشاہ وقت کا دربار سمجھ بیٹھتا۔(۳)

جب حاضرین زیادہ ہوجاتے تو امام صاحب پہلے اپنے خاص تلامذہ ورفقاء کو

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۲)

۲۔ محدثین عظام اور ان کی کتابوں کا تعارف، ص:۲۲۳ بحوالہ مقدمۃ اوجز المسالک، ص:۳۴

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۰۸)

بلواتے، ان سے فارغ ہو کر پھر عوام کو اجازت ملتی۔ اس پر کسی نے شکوہ کیا تو فرمایا:

﴿اصحابی جیران رسول الله صلی الله علیه وسلم﴾

''میرے شاگرد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔''(۱)

امام مالک درس حدیث کا جس قدر اہتمام فرماتے اور اس کے آداب کی رعایت رکھتے یہ بھی ایک حیران کن حقیقت ہے۔ ایک مرتبہ درس حدیث کے دوران بچھو نے سولہ مرتبہ امام صاحب کو ڈنگ مارا جس کی وجہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہوتا رہا لیکن درس حدیث کو بدستور جاری رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: ''حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے میں نے برداشت کیا ہے۔''(۲)

آپ کا معمول یہ تھا کہ اگر کوئی فقہی مسئلہ پوچھنے آتا تو گھر سے باہر تشریف لا کر اس کا جواب دے دیتے، لیکن اگر حدیث کی بات ہوتی تو پہلے غسل فرماتے، نئے کپڑے پہن کر خوشبو استعمال فرماتے، عمامہ باندھ کر باہر آتے اور مطلوبہ بات کو حل فرماتے۔ درس حدیث کی مجلس میں برابر عود ولوبان کی دھونی ہوتی رہتی تھی۔

مسائل بتانے میں کمال احتیاط:

امام مالکؒ مسئلہ بتانے میں کمال احتیاط کی رعایت فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے اس وقت فتویٰ دینا شروع کیا جب ستر جید علماء نے میری اہلیت کی گواہی دی۔'' جب تک مسئلہ میں کامل شرح صدر نہ ہوتا جواب دینے سے انکار فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام مالکؒ سے 48 مسائل کے بارے میں سوال کیا گیا تو 32 مسائل میں آپ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔

خالد بن حداش کہتے ہیں کہ میں نے 40 مسائل کے بارے میں امام صاحب سے سوال کیا تو انہوں نے صرف 5 مسائل کا جواب دیا اور باقی کے بارے میں لاعلمی کا اظہار فرمایا۔(۳)

۱۔ مقدمۃ اوجز المسالک، ص:۳۹

۲۔ مقدمۃ اوجز المسالک، ص:۲۳

۳۔ محدثین عظام اور ان کی کتابوں کا تعارف، ص:۲۲۷

فتویٰ میں غایت احتیاط کے بارے میں امام مالکؒ خود فرماتے ہیں:

''میرے لیے یہ سخت گراں اور مشکل ہے کہ مجھ سے حلال وحرام کے بارے میں پوچھا جائے، میں نے اپنے شہر مدینہ میں ایسے علماء و فقہاء کو دیکھا ہے جن کے نزدیک موت فتویٰ دینے سے بہتر تھی۔ اب میں اپنے زمانہ والوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ فقہ وفتویٰ کے بارے میں خواہش ظاہر کرتے ہیں، اگر ان کو یقین ہو جائے کہ کل اس کا انجام کیا ہوگا تو اس سے باز آ جائیں، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما خیار صحابہ میں سے تھے، ان کے سامنے جب مسائل آتے تو صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر کے فتویٰ دیا کرتے تھے اور ہمارے زمانہ والوں کے لیے فتویٰ دینا فخر کا سبب ہے، اس لیے ان کو اسی کے مطابق علم دیا جاتا ہے اور وہ حقیقی علم سے محروم رہتے ہیں، ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ وہ کہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، بلکہ وہ کہتے تھے میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو پسند کرتا ہوں، کیونکہ حلال وحرام وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال وحرام بتایا ہے۔''(۱)

امام مالکؒ کا قول ہے ''بسا اوقات میں ایک مسئلہ کی تحقیق کے لیے پوری رات جاگتا ہوں، اور ایک مسئلہ میں دس سال سے غور کر رہا ہوں مگر اب تک صحیح فیصلہ نہیں کر سکا۔''(۲)

امام مالکؒ، مشاہیر اہل علم کی نظر میں:

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ''میں نے امام مالک سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا نہیں دیکھا۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ''امام مالک آسمان علم کا وہ تابناک و درخشاں ستارہ ہیں

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۱۸، بحوالہ ابن خلکان: ۲/۱۱)

۲۔ ترتیب المدارک (۱/۱۴۴)

جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔'' آپ یہ بھی فرماتے تھے ''اگر مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم ختم ہو گیا ہوتا۔''

ایک مرتبہ کسی نے امام شافعیؒ سے پوچھا ''جن علماء سے آپ کی ملاقات ہوئی، کیا ان میں کوئی امام مالک جیسا بھی ہے؟'' امام شافعیؒ نے فرمایا ''جو حضرات علم و عمر میں ہم سے مقدم ہیں میں نے ان سے سنا ہے کہ ہم نے امام مالک جیسا عالم نہیں دیکھا تو میں امام مالک جیسا آدمی کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟!''

حماد بن سلمہ کہتے ہیں ''اگر مجھ سے کہا جائے کہ امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) کے لیے ایسے عالم کا انتخاب کر دوں جس سے وہ استفادہ کرے تو میں امام مالکؒ ہی کو اس منصب پر فائز کروں گا۔''

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے ''مالک حدیث میں اثبت الناس تھے، جس شخص نے مالکؒ سے روایت کی ہے خصوصاً اہل مدینہ، اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا سوال مت کرو۔''(۱)

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں ''امام مالک میں چند ایسی صفات ہیں جو کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں:

(1) طولِ عمر اور علو روایت

(2) ذہن کی تیزی اور علم کی وسعت

(3) ان کے حجت اور صحیح الروایت ہونے پر ائمہ کا اتفاق

(4) ان کی دینداری، عدالت اور اتباع سنت پر اہل علم کا اتفاق

(5) فقہ و فتویٰ اور ان کے اصول کی صحت۔(۲)

حلیہ ولباس:

امام مالکؒ کا رنگ سفید روشن سرخی مائل تھا، قد لمبا، سر بڑا، آنکھیں بڑی بڑی، نہایت وجیہ اور حسین و جمیل تھے۔ داڑھی دراز اور مونچھیں مناسب تھیں، خضاب استعمال نہیں

۱۔ مذکورہ اقوال کے لیے دیکھیے، سیر اعلام النبلاء، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال اور تہذیب الکمال

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۹۸)

کرتے تھے۔نہایت خوش لباس وخوش خوراک تھے۔عدن، خراسان، مرو اور طراز کے کپڑے استعمال فرماتے تھے۔عام طور پر سفید کپڑا استعمال فرماتے تھے،کبھی ہلکا زرد رنگ بھی ہوتا تھا، انگوٹھی میں سیاہ نگینہ تھا جس میں "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعمَ الْوَكِيلُ" (اللہ مجھے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے) کندہ تھا، عمدہ خوشبو اور عطریات استعمال کرتے تھے۔عام طور پر خوشحالی کا اظہار کرتے تا کہ علمی شان پر حرف نہ آئے اور جب کوئی اس بارے میں سوال کرتا تو فرماتے:

''یہ اللہ کی نعمت کی تحدیث اور اس کا اظہار ہے۔''

انتقال پُر ملال:

امام صاحب زندگی کے آخری سالوں میں تقریباً گوشہ نشین ہو گئے تھے، حتیٰ کہ جمعہ و جماعت کے لیے بھی باہر نہیں آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر شخص کھل کر اپنا عذر بیان نہیں کر سکتا ہے۔اس کے باوجود آپ کی مقبولیت و مرجعیت میں کوئی فرق نہیں ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آخر میں بتایا کہ مجھے سلس البول کا مرض لاحق ہو گیا ہے میں اس حالت میں مسجد نبویؐ میں جانا نہیں چاہتا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں فرق آئے گا، اور میں نہیں چاہتا کہ اپنی بیماری کا تذکرہ کر کے اللہ سے شکوہ کروں، امام صاحب بائیس دن بیمار رہے، 14 ربیع الاول 179ھ کو شنبہ کے دن وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ ،ابن کنانہ اور ابن زبیر نے غسل دیا، صاحبزادے یحییٰ اور کاتب حبیب پانی ڈالتے تھے، وصیت کے مطابق سفید کپڑے کا کفن دیا گیا، اور امیر مدینہ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم نے نماز جنازہ پڑھائی۔انتقال سے پہلے تشہد پڑھا اور یہ جملہ کہا لله الامر من قبل و من بعد، آپ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

امام صاحب کی وفات عالم اسلام کا حادثہ فاجعہ تھی، علماء نے تعزیتی کلمات کہے، آپ کی بلندئ درجات کے خواب دیکھے، شعراء نے مرثیے کہے، اور جہاں جہاں خبر پہنچی رنج و غم کی فضاء پیدا ہوئی، اسد بن خرات کا بیان ہے کہ ہم لوگ بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی کے حلقۂ درس میں تھے، ایک شخص افتاں وخیزاں ان کے پاس گیا، اس کے بعد امام محمد نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر کہا:

﴿مصيبة ما اعظمها، مات مالك بن انس، مات
امير المؤمنين في الحديث﴾
”کتنی بڑی مصیبت آپڑی، مالک بن انس وفات پا گئے، حدیث
کے امیر المؤمنین وفات پا گئے۔“

اولاد واحفاد:

ابن حزم نے لکھا ہے کہ امام مالک کے دولڑکے یحییٰ اور محمد تھے، اور دونوں محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، ان کے ایک پوتے احمد بن یحییٰ بن مالک تھے، اور تین چچا تھے، اویس، ابوسہل نافع اور ربیع یہ تینوں مالک بن ابو عامر نافع کے لڑکے تھے۔(۱)

علمی ماثرات:

امام صاحب کے زمانہ میں حدیث وفقہ کی تدوین کا سلسلہ جاری ہو گیا، 140ھ اور 150ھ کے درمیان عالم اسلام کے بڑے شہروں میں علمائے اسلام نے فقہی ترتیب وتبویب پر کتابیں لکھیں، اس کے تقریباً تیس سال بعد امام صاحب کی وفات 179ھ میں ہوئی اس مدت میں بہت سے علماء نے کتابیں مدوّن ومرتب کیں جن میں امام صاحب نمایاں مقام رکھتے ہیں، آپ کی تصانیف میں کتاب المؤطا سنگ میل کا حکم رکھتی ہے۔

قاضی عیاض نے امام صاحب کی تصانیف میں ان کتابوں کی نشاندہی کی ہے:

(1) کتاب المؤطا (2) رسالۃ الی ابن وہب فی القدر (3) کتاب النجوم و حساب مدار الزمان ومنازل القمر (4) رسالۃ مالک فی الاقضیۃ (5) رسالۃ الی ابی غسان محمد بن مطرف فی الفتویٰ (6) رسالۃ الی ہارون الرشید المشہورۃ فی الآداب والمواعظ (7) التفسیر لغریب القرآن (8) کتاب السر (9) رسالہ الی اللیث فی اجماع اہل المدینہ(۲)

ابن ندیم نے صرف کتاب المؤطا اور رسالہ الیٰ ہارون الرشید کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ جمہرۃ انساب العرب، ص:۴۳۶

۲۔ ترتیب المدارک (۱/۲۰۵) ملخصاً

موطا امام مالک:

موطا کے بارے میں امام شافعیؒ کا قول ہے:

﴿ما فی الارض کتاب من العلم اکثر صواباً من مؤطا مالک﴾

''روئے زمین پر مؤطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کو امام صاحب نے خلیفہ ہارون رشید کی گزارش پر لکھا ہے، عتیق زبیری کا بیان ہے کہ امام صاحب نے تقریباً دس ہزار احادیث سے منتخب کر کے مؤطا کو مرتب کیا ہے۔ اور سال بہ سال اس کی تحقیق و تنقیح کرتے رہے اس طرح اس میں کمی ہوتی رہی۔ اسی لیے یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے کہ لوگوں کا علم بڑھتا ہے مگر مالک کا علم کم ہوتا ہے، اگر وہ کچھ دنوں اور زندہ ہوتے تو ختم ہو جاتا، سلیمان بن ہلال کہتے ہیں کہ ابتداء مین موطا میں چار ہزار یا اس سے زائد حدیثیں تھیں، مگر انتقال کے وقت ایک ہزار سے کچھ اوپر رہ گئیں امام صاحب سال بہ سال اس کی تلخیص کرتے رہے، مشرق و مغرب کے بے شمار اہل علم نے موطا کی روایت امام صاحب سے کی، اور بہت سے راویوں نے بعد میں روایت کی، اس لیے موطا کے بہت سے نسخے اور ان میں اختلافات پائے جاتے ہیں، قاضی عیاض نے اس کے ایسے نسخوں کی تعداد تقریباً بیس بتائی ہے، اور بعض علماء نے تیس کہا ہے۔ ان میں کئی راویوں نے امام صاحب سے موطا کی روایت کر کے اس میں اضافہ کیا اور اپنی دوسری مرویات کو داخل کر کے مستقل کتاب کی شکل دی، جیسے موطا امام محمد جو درحقیقت امام مالکؒ کی موطا ہے مگر ایک مستقل کتاب بن گئی ہے۔ (۱)

ملفوظاتِ امام مالکؒ:

بڑے لوگوں کے اقوال ان کی تجرباتی زندگی کے آئینہ دار اور دوسروں کے لیے راہنما ہوتے ہیں، ان کی بظاہر معمولی باتیں بڑے کام کی ہوتی ہیں، ان پر عمل کر کے اپنی زندگی سنواری جا سکتی ہے، امام مالکؒ کے ایسے حکیمانہ اقوال کتابوں میں کثرت سے ملتے ہیں۔ چند مقولے درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۳۹

اہل علم کی کئی قسمیں ہیں:

(1) جو عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ﴾

''اللہ سے ڈرنے والے تو علماء ہی ہیں۔''

(2) جو عالم علم حاصل کر کے دوسروں کو نہ سکھائے، اس کے متعلق فرمانِ خداوندی ہے:

﴿ الذین یکتمون ماانزلنا من البینات و الھدیٰ﴾

''جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم نے اتاری بینات اور ہدایت میں سے۔''

(3) جو عالم علم حاصل کر کے دوسروں کو سکھاتا ہے، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ان ھم الا کالانعام﴾

''یہ تو محض جانور ہی ہیں۔''

زبیری کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے کہا جب میں لوگوں کو امر بالمعروف کرتا ہوں تو ان میں سے کچھ لوگ میری بات مان لیتے ہیں، اور کچھ لوگ مجھے تکلیف دیتے ہیں، میری برائی کرتے ہیں، اور میرے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ امام صاحب نے کہا کہ اگر تم کو ڈر ہے اور تم سمجھتے ہو کہ لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے تو ان کو چھوڑ دو، اور دل میں ان کی برائی سے بیزاری رکھو، اس میں تمہارے لیے گنجائش ہے، اور جس شخص سے تم کو گزند کا خطرہ نہ ہو اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، اور اس کو حکم خداوندی پر عمل سمجھ کر کرو، ایسی صورت میں تم خیر ہی دیکھو گے، خاص طور سے جب تم میں اس معاملہ میں نرمی ہو، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا تھا کہ فرعون سے نرم بات کریں، ایسی صورت میں سننے والا تمہاری بات پر دھیان دے گا اور اس کو قبول کرے گا۔(۱)

- باطل سے قربت ہلاکت ہے، باطل بات میں حق سے دوری ہے، دین اور شرافت میں خرابی کے بعد ملنے والی دنیا میں خیر نہیں۔ اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو۔
- مجھے معلوم ہوا ہے کہ قیامت میں جن باتوں کا سوال انبیاء علیہم السلام سے کیا

۱۔ ترتیب المدارک (۱/ ۱۸۷، ۱۹۰)

جائے گا، ان ہی باتوں کا سوال علماء سے کیا جائے گا۔

- منافقوں کی مثال مسجد میں ایسی ہی ہے جیسے چڑیا پنجرے میں ہو کہ جوں ہی اس کا دروازہ کھلا چڑیا اڑ گئی۔
- علم دین کی کثرت روایت سے نہیں آتا ہے، بلکہ وہ نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتا ہے، تحصیل علم بہت خوب ہے، البتہ تم دیکھو کہ اس بارے میں صبح سے شام تک کیا کرنا ہے، اس کو اختیار کرو۔
- ایک مرتبہ امام صاحب نے مطرف سے پوچھا کہ میرے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں؟ مطرف نے بتایا کہ دوست تعریف کرتے ہیں اور دشمن برائی کرتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا کہ لوگوں کا یہی حال ہے کہ دوست اور دشمن دونوں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو لوگوں کی زبان درازی سے محفوظ رکھے۔
- اس امت کا آخری طبقہ اسی بات سے صلاح و فلاح پا سکتا ہے، جس سے اس کا پہلا طبقہ کامیاب ہوا ہے۔
- معاصی کی ابتداء کبر، حسد اور کنجوسی سے ہوتی ہے۔
- تم جس چیز سے چاہو نرمی و تسامح کرو، مگر اپنے دین میں نرمی و تسامح نہ کرو۔
- اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے، اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے میں بات کرنا بدعت ہے۔
- اگر تم کو دو باتوں میں شک اور تردد ہو تو جو بات تمہارے زیادہ موافق ہو، اسی کو اختیار کرو۔
- تم علم سے پہلے حلم حاصل کرو۔
- جو شخص اپنی باتوں میں سچائی اختیار کرے گا، اپنی عقل سے آخری عمر تک مستفید ہوتا رہے گا، اور دوسرے لوگوں کی طرح بڑھاپے میں اس کو نسیان اور بکواس سے نجات رہے گی۔
- اللہ کا ادب قرآن میں ہے، اس کے رسول کا ادب سنت اور حدیث میں ہے اور صالحین کا ادب فقہ میں ہے۔(۱)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۹۷)، ترتیب المدارک (۱/ ۱۸۸)

﴿امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا باہمی تعلق﴾

امام اعظم ابوحنیفہؒ عمر میں امام مالکؒ سے تیرہ سال بڑے تھے، آپ نے امام مالکؒ کو بچپن میں دیکھا تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ سے لوگوں نے پوچھا ''مدینہ کے نوخیز لڑکوں کو آپ نے کیسا چاہا؟'' فرمایا:

''اگر ان میں سے کوئی بلند مقام حاصل کرے گا تو وہ مالک ہے۔''

﴿ان نجب منهم فالا شقر الازرق يعني مالكا﴾

''اگر ان میں کوئی نجیب ہوگا تو سرخی مائل گورا یعنی مالک۔''

ایک روایت میں ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

''میں نے مدینہ میں علم کو بکھرا ہوا دیکھا ہے اگر کوئی اس کو جمع کرے گا تو یہی لڑکا۔''

ابن غان کہتے ہیں کہ بعد میں میں نے امام ابوحنیفہؒ کی یہ بات امام مالکؒ کو سنائی تو انہوں نے کہا ''ابوحنیفہؒ نے سچ کہا، میں نے انہیں دیکھا، وہ بڑی سمجھ بوجھ کے حامل شخص تھے۔''(۱)

﴿ابتدائے عشق﴾

امام صاحب نے بچپن ہی میں طلب حدیث کی ابتداء کی، کیونکہ آپ کا گھرانہ خالص علمی اور دینی گھرانہ تھا، نیز احادیث کی روایت مدینہ میں عام تھی۔

امام مالک بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا ''میں بھی علم حاصل کرنے جاؤں گا'' انہوں نے کہا ''آؤ میں تم کو علم دین کا لباس پہنا دوں۔'' چنانچہ انہوں نے مجھے ثیاب مشمرہ (اونچے کپڑے) پہنائے اور سر پر سیاہ لمبی ٹوپی رکھ کر اوپر سے عمامہ باندھا اور کہا:

﴿اذهب الى ربيعة فتعلم من ادبه قبل علمه﴾

''ربیعہ کے پاس جاؤ اور ان کے علوم کے حصول سے پہلے ان سے

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۰۱

ادب سیکھو۔"

پھر فرمایا (جیسا کہ ایک روایت میں ہے):

﴿اذهب الآن فاكتب﴾

"اب جاؤ! اور (حدیث) لکھو۔"

زبیری کا بیان ہے کہ میں نے مالک کو ربیعہ کے حلقہ درس میں دیکھا ہے، اس وقت ان کے کان میں ایک بندا تھا۔(۱)

﴿فیضانِ نظر یا کرامت مکتب﴾

مشہور محدث عبدالرحمٰن بن ہرمز رحمہ اللہ ان برگزیدہ شخصیات میں سے ہیں جن سے امام مالکؒ نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ لیکن اس نسبت تلمذ کی ابتداء کیسے ہوئی اور اس کا سبب کیا تھا؟ مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہوگا۔ جو خود امام مالکؒ نے بیان فرمایا ہے:

ایک دن والد محترم نے ہم دو بھائیوں کے سامنے ایک مسئلہ رکھا، بھائی نے صحیح بتایا اور میں غلطی کر گیا، والد نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا "کبوتروں نے تمہیں طلب علم سے غافل کر دیا ہے۔" یہ جملہ مجھ پر بہت گراں گزرا اسی کا اثر تھا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز کے درس میں جانا شروع کر دیا۔ میں نے سات سال تک مسلسل ان کی خدمت میں وقت گزارا اور ان کے فیوض و برکات علمی کو حاصل کیا۔ اس عرصہ میں کسی دوسرے شیخ کے پاس نہیں گیا۔ میں جب بھی ان کے پاس جاتا تو بہت سی کھجوریں ساتھ لے لیتا اور لڑکوں کو دے کر کہتا "اگر کوئی شیخ کے بارے میں پوچھے تو تم لوگ کہہ دینا کہ وہ اس وقت مصروف ہیں، آپ سے ملاقات نہیں کر سکتے۔"

ایک دن میں ابن ہرمز کے دروازے پر پہنچا تو انہوں نے باندی کو بھیج کر معلوم کیا کہ دروازہ پر کون ہے؟ اس نے اندر جا کر بتایا کہ وہی سرخ گورا لڑکا آیا ہے، ابن ہرمز نے یہ سن کر فرمایا "ان کو آنے دو، وہ امام ہیں۔" ابن ہرمز کا حلقہ درس مسجد نبوی میں ہوا کرتا تھا۔(۲)

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۱۱۹)، المحدث الفاصل، ص:۲۰۱، سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۰۲

۲۔ ترتیب المدارک (۱/۱۲۰)، سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۰۳

﴿زمانہ طالب علمی کی مفلوک الحالی﴾

امام مالکؒ کا خاندان معاشی ومعیشت کی واجبی سی زندگی بسر کرتا تھا، قاضی عیاضؒ نے ان کے والد کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے کہ وہ تیر سازی کے ذریعہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امام صاحب کے بھائی نظر بن انس بزازی کا کام کرتے تھے، امام صاحب بھی اسی تجارت میں ان کے ساتھ معاونت کرتے تھے، اس ذریعۂ معاش سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی تھی کہ فراخی کے ساتھ امام مالک طالب علمی کا دور گزار سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے بعد میں فراخی وخوشحالی عطا فرمائی اور امام صاحب نہایت آسودہ حال ہو گئے۔ ایک مرتبہ امام مالکؒ نے خلیفہ منصور کو نصیحت کی کہ رعایا کی اچھی طرح خبر گیری کیا کرے۔ اس نے کہا ''کیا یہ بات حقیقت سے خالی ہے کہ جب آپ کی بچی بھوک سے روتی تھی تو آپ خادمہ کو چکی چلانے کا حکم دیتے تھے تاکہ پڑوس والے رونے کی آواز نہ سن سکیں، جب میں اس بات کو جانتا ہوں تو کیا رعایا کے حال سے غافل رہ سکتا ہوں؟''

فقر واستغناء کی یہ کیفیت بعض اوقات بڑی صبر آزما ہوتی ہے۔ اس ابتلاء کے بعد خوشحالی اور فارغ البالی کا دور بھی آ ہی گیا، ابن قاسم کا بیان ہے:

﴿افضیٰ بمالک طلب العلم الی ان نقض سقف بیته فباع خشبه، ثم هالت علیه الدنیا بعد﴾

''طالب علمی نے مالک کو اس قدر مفلوک الحال کر دیا تھا کہ اپنے مکان کی چھت کی لکڑیاں فروخت کرنا پڑیں۔ اس کے بعد پھر دنیا بھی حاصل ہوئی۔''(۱)

﴿اہل علم کے لیے ایک مثالی تحفہ﴾

ابو محمد یحییٰ لیثی مصمودی اندلسیؒ (م: ۲۳۴ھ) امام مالکؒ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، اندلس سے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور امام مالکؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے۔

۱۔ ترتیب المدارک (۲۱۴/۱)

اس عرصہ میں ایک دن شور ہوا کہ ہاتھی آیا ہے، تمام طلبہ ہاتھی دیکھنے کے شوق میں باہر چلے گئے مگر یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اپنی جگہ سے نہیں اٹھے، امام مالکؒ نے ازراہِ دلجوئی ان سے کہا ''تم بھی جاؤ، ہاتھی دیکھ آؤ!'' لائق شاگرد نے استاد کی شفقت ومحبت کا جو جواب دیا آج کل کے اساتذہ وتلامذہ کے لیے عبرت ونصیحت کا سامانِ کثیر اپنے اندر رکھے ہوئے ہے، یحییٰ بن یحییٰ نے کہا:

﴿انما جئت من بلدی لانظر الیک واتعلم من هدیک وعلمک ولم اجئی لانظر الی الفیل﴾

''میں اپنے شہر سے آپ کو دیکھنے اور آپ سے علم وادب سیکھنے کے لیے آیا ہوں، میں ہاتھی دیکھنے نہیں آیا۔''

امام مالکؒ اپنے شاگرد کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کو ''عاقل اہل الاندلس'' (اندلس کا سمجھدار ترین شخص) کے خطاب سے نوازا۔(۱)

اسی لیاقت اور عشق علم کا نتیجہ تھا کہ جب تعلیم مکمل کرنے کے بعد یحییٰ بن یحییٰ لیثی اندلس پہنچے تو وہاں ان کی شہرت کا ایسا ڈنکا بجا کہ اندلس کی علمی اور دینی سیادت مکمل طور پر ان کے حصہ نصیب میں آ گئی اور اندلسی علاقوں میں ان کی علمی و دینی جدوجہد سے مالکی مسلک کو فروغ حاصل ہوا، خاص طور سے ان سے موطا مالک روایت کی گئی، مؤطا کی متعدد روایات اور اس کے کئی نسخے ہیں جن میں یحییٰ بن یحییٰ لیثیؒ کا نسخہ اور ان کی روایت زیادہ مشہور اور متداول ہے۔

اس عظیم شاگرد کی سوانح کو پڑھ کر چمنستان علم کی گل افشانی و شادابی کا اندازہ لگا لیجیے کہ جس چمن کا ایک پھول ایسا خوشبو آور ہو اس کی اپنی مہک اور شادمانی کا کیا عالم ہوگا۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

۱۔ ابن خلکان (۲/۳۵۷)

﴿فتویٰ دینے میں غایت احتیاط﴾

امام مالکؒ فتویٰ دینے میں جس غایت احتیاط کا پاس رکھتے تھے اس کا اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل بیان سے ہوسکتا ہے فرماتے تھے:

''میرے لیے یہ سخت گراں ہے کہ مجھ سے حلال وحرام کے بارے میں پوچھا جائے، میں نے اپنے شہر مدینہ میں ایسے علماء وفقہاء کو دیکھا ہے جن کے نزدیک موت فتویٰ دینے سے بہتر تھی، اب میں اپنے زمانہ والوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ فقہ وفتویٰ کے بارے میں خواہش کا اظہار کرتے ہیں، اگر ان کو یقین ہو جائے کہ کل اس کا انجام کیا ہوگا تو اس سے باز آجائیں، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما خیار صحابہ میں سے تھے، ان کے سامنے مسائل آتے تو صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر کے فتویٰ دیا کرتے تھے، جبکہ ہمارے زمانہ والوں کے لیے فتویٰ دینا فخر کا سبب ہے، اسی لیے ان کو اسی کے مطابق علم دیا جاتا ہے اور وہ حقیقی علم سے محروم رہتے ہیں، ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ وہ کہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، بلکہ وہ کہتے تھے میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو پسند کرتا ہوں، کیونکہ حلال، حرام وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال وحرام بتایا ہے'' (۱)

حضرت امام کا یہ ارشاد اربابِ علم وفتویٰ کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے، آپ خود بھی اس پر پوری طرح عامل تھے، جیسا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے:

''ہم لوگ امام صاحب کے یہاں حاضر تھے، ایک شخص نے آکر کہا ''ابوعبدالرحمٰن! میں چھ ماہ کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۱۴۵)

میں حاضر ہوا ہوں، میرے شہر والوں نے چند مسائل دریافت کرنے کے لیے مجھے خاص طور سے آپ کے پاس بھیجا ہے، اس کے بعد اس نے چند مسائل دریافت کیے، امام صاحب نے سن کر کہا ''لا احسن'' (یعنی اس کے بارے میں مجھے تحقیق نہیں ہے) یہ جملہ سن کر وہ آدمی سخت حیرت میں پڑ گیا اور بولا کہ ''میں اپنے شہر والوں کو کیا جواب دوں گا؟ امام مالکؒ نے فرمایا ''تم ان سے کہہ دینا کہ مالک نے کہا ہے کہ وہ ان کے متعلق تحقیق نہیں رکھتے۔'' (۱)

امام قعنبی فرماتے ہیں کہ میں امام صاحب کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں، میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

''ابن قعنب! مجھ سے زیادہ اور کون رونے کا مستحق ہے، واللہ! میری خواہش ہے کہ ان تمام مسائل کے بدلے جن میں میں نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا ہے مجھے کوڑے مارے جائیں اور سابقہ لغزشوں سے نجات مل جائے، اے کاش! میں نے اپنی رائے سے فتویٰ نہ دیا ہوتا۔'' (۲)

امام مالکؒ کی حاضر جوابی

ایک مرتبہ فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھنے والا ایک آدمی ابو الجویریہ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''اے ابو عبداللہ! آپ سے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، ان کو سنئے، میں ان کے متعلق آپ سے بحث و مباحثہ کروں گا'' امام صاحب نے کہا ''تم مجھ کو اپنے اوپر گواہ نہ بناؤ'' ابو الجویریہ نے کہا ''واللہ! میرا مقصد تلاشِ حق ہے، آپ ان کے بارے میں جواب دیں، اگر حق ہو گا تو میں قبول کر لوں گا، ورنہ آپ مجھے قائل

۱۔ تہذیب التہذیب (۱/۱۴۵)

۲۔ ابن خلکان (۲/۱۱)

کرنے کے لیے دلائل پیش کریں گے" امام صاحب نے کہا "اگر اس بحث ومباحثہ میں تم غالب آ گئے" اس نے کہا "ایسی صورت میں آپ میری بات تسلیم کر لیں گے" امام صاحب نے کہا "اور اگر میں غالب آ گیا؟" اس نے کہا "میں آپ کی بات مان لوں گا۔" امام صاحب نے کہا "اگر اس دوران کوئی تیسرا آدمی آ گیا اور وہ ہم دونوں پر غالب آ گیا؟" اس نے کہا "تب ہم دونوں اس کی بات مان لیں گے" امام صاحب نے فرمایا:

﴿یاعبدالله! بعث الله محمد ابدین واحدٍ وأراک تنتقل، وقال عمر بن عبدالعزیز من جعل دینه غرضا للخصومات اکثر التنقل﴾

"اے اللہ تعالیٰ کے بندے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک دین دے کر بھیجے گئے اور میں تم کو دیکھتا ہوں کہ ایک دین سے دوسرے کی طرف منتقل ہو رہے ہو، عمر بن عبدالعزیز کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے دین کو لڑائی جھگڑے کا نشانہ بنائے گا وہ دین بدلتا رہے گا۔"(۱)

ایک آدمی نے سوال کیا "ثم استوی علی العرشِ (یونس:۳) کا کیا مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستویٰ ہے؟" آپ نے اس کو جواب دیا:

﴿الاستواء منه معلوم، والکیف منه غیر معقول والسوال عن هذا بدعة والایمان به واجب﴾

"اللہ تعالیٰ کا مستوی ہونا معلوم ہے، کیفیت سمجھ سے باہر ہے، اس کے متعلق بات کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔"(۲)

﴿آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ﴾

یوں تو عالم کی نیند بھی عابد کی عبادت سے بہتر ہے لیکن اگر صفت علم کے ساتھ ساتھ عالم کی جبین سجودِ عاشقانہ سے بھی مزین ہو تو سونے پر سہاگا ہے۔ امام مالکؒ

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۱۷۰)

۲۔ ترتیب المدارک (۱/۱۴۴)

جہاں حدیث وفقہ میں درجۂ امامت کے حامل تھے اسی طرح تصوف وریاضت کے بھی سرخیل تھے۔

مغیرہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات گئے میں امام مالکؒ کی طرف سے گزرا، وہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ تکاثر پڑھ رہے تھے، میں ٹھہر گیا، امام صاحبؒ جب اس آیت پر پہنچے:

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (التکاثر:۸)

''تم سے اس دن (قیامت کے دن) نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

تو دیر تک یہی آیت دہراتے رہے، ان کا یہ حال دیکھ کر میں وہیں رہ گیا، صبح کے قریب رکوع کیا، میں وضو کر کے مسجد میں گیا، دیکھا کہ امام صاحب اسی حال میں ہیں اوران کے چہرہ پرنور چمک رہا ہے۔(۱)

﴿حسنِ ذوق، سلامتی فطرت کی علامت﴾

حسن ذوق فطرت سلیمہ کی عکاسی کرتا اور انسان کی شخصیت کو نکھار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام مالک کو اس صفت کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

وادی عتیق میں آپ کا ایک مکان تھا جس کے دروازے پر آپ نے ''ماشاء اللہ'' کندہ کروا رکھا تھا۔ بعض لوگوں نے اس عبارت کے تحریر کرانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

قرآن کرم میں ایک واقعہ کے ضمن میں ہے کہ:

﴿وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ (الکہف:۳۹)

''اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے ماشاء اللہ کیوں نہیں کہا''

اور باغ بھی تو گھر ہی ہے۔(۲)

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۱۸۰)

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۲۳

دوسرا مکان مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا، جس میں کرایہ پر قیام پذیر تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے آپ سے ذاتی مکان کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

''مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ ''ان نسب المرء دارہ'' یعنی آدمی کا نسب اس کا مکان ہے، حضرت ابن مسعودؓ کے مکان کی نسبت مجھے کافی ہے۔''(۱)

آپ کا مکان نہایت صاف ستھرا اور سجا سجایا رہتا تھا، عمدہ عمدہ گدے، تکیے اور قالین رکھے اور بچھے رہتے تھے، آپ کا کاشانہ شاہی دربار معلوم ہوتا تھا، جب اس کے متعلق دریافت کیا جاتا تو فرماتے:

''اس میں اللہ تعالیٰ کی تحدیث نعمت اور اس کا عملی شکریہ ہے۔''(۲)

﴿بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ﴾

حق گوئی، بے باکی اور دلیری مسلمان علماء کی امتیازی خصوصیات میں سے ہیں، امام مالکؒ بھی اس وصف میں سلف صالحین کے نشان قدم کی پیروی کرنے والے تھے۔ خلفاء وامراء سے ملتے اور نہایت جرأت کے ساتھ بات کرتے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے امام مالکؒ سے سوال کیا کہ آپ ظالم وجابر حکمرانوں کے یہاں آتے جاتے ہیں حالانکہ علمائے حق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے ملیں۔ ان کا یہ اعتراض سن کر امام مالکؒ نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، آپ نے فرمایا:

﴿یرحمک اللہ! فاین التکلم بالحق﴾

''اللہ تم پر رحم کرے! حق کی بات اگر ان کے یہاں نہیں تو پھر کہاں کہی جائے گی؟''(۳)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۲۳

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۲۴

۳۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۲۶ بحوالہ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۰

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''میں خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس بارہا گیا ہوں مگر میں نے کبھی اس کے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا، حالانکہ کوئی ہاشمی اور غیر ہاشمی ایسا نہیں جس نے منصور کے ہاتھ کو بوسہ نہ دیا ہو۔'' (۱)

﴿بالوں کی سفیدی﴾

150ھ میں ابو جعفر منصور مدینہ منورہ حاضر ہوا، امام اہل مدینہ امام مالکؒ بھی خلیفہ وقت کی ملاقات کے لیے تشریف لائے، اس نے امام مالکؒ کو دیکھا تو گویا ہوا:

''آپ کے بال بہت زیادہ سفید ہیں!''

''امیر المومنین! جس کی عمر زیادہ ہوتی ہے، اس کے بالوں میں سفیدی زیادہ ہو جاتی ہے'' امام مالکؒ نے جواب دیا۔

''مالک! آپ صحابہ میں سے حضرت ابن عمرؓ کے قول پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟'' منصور نے سوال کیا۔

''امیر المومنین! وہ آخری صحابی تھے جو ہمارے یہاں زندہ رہے! بوقت ضرورت لوگ ان سے دینی سوالات کرتے تھے اور ان کے قول پر عمل کرتے تھے'' امام مالکؒ نے جواب دیا۔

یہ سن کر ابو جعفر منصور نے کہا ''مالک! کوئی بات نہیں ہے، حق آپ ہی کے پاس ہے۔'' (۲)

﴿مدینہ منورہ کی سکونت کا راز﴾

ایک مرتبہ ہارون رشید حج کے موقع پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور امام صاحب کی خدمت میں پانچ سو دینار کی ایک تھیلی بھیجی، جب حج سے فارغ ہو کر دوبارہ مدینہ آیا تو امام صاحب کے پاس پیغام بھیجا کہ امیر المومنین کی خواہش ہے کہ مالک بغداد تک ان

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۲۶ بحوالہ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۵

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۲۶

کے ہم سفر رہیں، امام صاحب نے اس کے جواب میں قاصد سے کہا:

"تم جا کر کہہ دو وہ تھیلی مہر بند رکھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "والمدینة خیر لھم لو کانوا یعلمون یعنی مدینہ لوگوں کے حق میں بہتر ہے اگر وہ جان لیں۔"

یہ جواب سن کر ہارون رشید اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔(۱)

امام مالکؒ اور ایک متکبر نوجوان

دعوت میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے بنیادی اور اہم سبب "فراست" ہے کیونکہ دعوت صورت حال کے تابع ہوتی ہے۔ اور صورت حال ہمیشہ بدلتی رہتی ہے ان بدلتی ہوئی حالتوں میں کارِ نبوت یعنی دعوت کو کیسے سرانجام دینا ہے۔ اس کا فیصلہ داعی فہم و فراست کے بل بوتے پر کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام اہل مدینہ امام مالک بن انسؒ کو اس وسیلہ دعوت یعنی فراست کا نہ صرف ملکہ عطا کیا تھا بلکہ یہ صفت آپ کے ہر ہر عمل سے آشکارا ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک نوجوان کو دیکھا جو متکبرانہ انداز میں اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا، آپ بھی اس کے ساتھ ساتھ اسی طرح چلنے لگے، نوجوان حیران رہ گیا، آپ نے اس کی حیرانگی کو ختم کرنے کے لیے اس سے سوال کیا، میری یہ چال آپ کو کیسی محسوس ہو رہی ہے؟" نوجوان نے بے ساختہ جواب دیا "یہ چال تو ٹھیک نہیں ہے۔" امام صاحب نے فرمایا "پھر آپ اس طرح کیوں چل رہے ہیں؟" یہ سن کر اس نوجوان نے اپنی چال درست کر لی اور تکبر سے توبہ کر لی۔(۲)

مسجد یا جیل خانہ!

ایک مرتبہ ابن مہدی نے امام مالکؒ سے گذارش کی "جناب! مجھے مدینہ میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے، معلوم نہیں میرے گھر والے کس حال میں ہوں گے

۱۔ تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۲۹

۲۔ مذکورۃ واقعات کے لیے دیکھئے، "سیرت ائمہ اربعہ" ص:۱۳۲ (ترمیم کے ساتھ)

اور ان پر کیا گزر رہی ہوگی'' امام مالک نے انہیں تسلی دینے کے لیے اعلیٰ حاضر جوابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے برجستہ ارشاد فرمایا ''میں یہاں مدینہ میں ہوں، میرے گھر والے میرے پاس ہیں لیکن مجھے نہیں معلوم ان پر کیا گزر رہی ہے؟'' (۱)

امام مالکؒ کی حاضر جوابی کا ایک واقع ابن ابو مریم نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام مالکؒ نے مجھ سے پوچھا ''اے مصری! کیا تمہارے ہاں مسجدوں میں دربان ہوتے ہیں؟'' میں نے کہا ''جی ہاں'' فرمانے لگے یہ مسجد تو نہ ہوئی میں تو انہیں جیل خانہ کہوں گا۔'' (۲)

امام مالکؒ کی معاملہ فہمی

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن شہاب زہری مدینہ منورہ تشریف لائے، میں ان کی ملاقات کے لیے صبح سویرے نکلا، وہ مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ راستے ہی میں ان سے ملاقات ہوگئی ان کے ساتھ ان کا غلام انس بھی تھا جس کی شادی ابن شہاب نے اپنی باندی سے کر دی تھی، ابن شہاب نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا، انس نے جواب دیا کہ آقا! میں نے اس کو جنت پایا ہے، ابن شہاب نے یہ جملہ سن کر کہا الحمدللہ، اور میں انس کی بات کا مطلب سمجھ کر ہنس پڑا، ابن شہاب نے مجھ سے ہنسنے کی وجہ دریافت کی، میں نے بتایا کہ غلام کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بیوی اس کی موافقت نہیں کر رہی ہے، جنت میں وسعت اور ٹھنڈک ہے۔ ابن شہاب نے انس سے پوچھا کہ کیا ایسی بات ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں بالکل یہی معاملہ ہے، ابن شہاب میری بات پر بہت دیر تک ہنستے رہے۔ (۳)

امام مالکؒ اور رونق طبع

ایک مرتبہ ابن سرجون نامی شاعر نے امام مالکؒ سے اپنے اشعار سننے کی

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

درخواست کی، امام مالکؒ نے اس خیال سے انکار کر دیا کہ ہجو یہ اشعار ہوں گے، مگر جب ابن سرجون نے اصرار کیا تو آپ نے اس کے اشعار سننے کی حامی بھر لی، چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

سلوا مالک المفتی عن الھویٰ و الفتاۃ

وحب الحسان المعجبات العوارک

فیفتیکم انی مصیب وانما

اسلّی ھموم النفس عنی بذلک

فھل فی محبّ یکتم الحب والھویٰ

اثام وھل فی ضمۃ المتھالک

''مفتی مالک سے الفت، جوانی اور حسینوں سے محبت کرنے کے بارے میں سوال کرو، وہ فتویٰ دیں گے کہ میں خطا کار نہیں ہوں، میں تو صرف اس سے غم دور کرتا ہوں، جو عاشق محبت کو چھپاتا ہے کیا وہ گناہ گار ہے اور کیا وہ برباد ہو رہا ہے؟''

یہ اشعار سن کر امام صاحب بے ساختہ ہنس پڑے، حالانکہ کھل کر بہت کم ہنستے تھے۔(۱)

﴿امام مالکؒ کا شاعرانہ ذوق﴾

ایک مرتبہ امام مالکؒ نے ایک مغنیہ کو یہ اشعار گاتے ہوئے سنا:

انت اختی وانت حرمۃ جاری

وحقیق علی حفظ الجوار

انا للجار ما تغیب عنی

حافظ للمغیب فی الاسرار

ما ابالی اکان بالباب ستر

مسبل ام بقی بغیر استار

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۳۰

''تم میری بہن ہو اور میرے پڑوسی کی آبرو ہو اور میرے لیے پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کرنا ضروری ہے، پڑوسی کی غیر موجودگی میں اس کے معاملات کی نگرانی میری ذمہ داری میں شامل ہے، میرے پڑوس کے دروازے پر پردہ ہو یا نہ ہو بہر حال میں اس کا نگران اور محافظ ہوں۔''

آپ نے ان اشعار کو سنا تو فرمایا:

''یہ اشعار اتنے عمدہ ہیں کہ اگر انہیں کعبہ کے آس پاس بھی سنایا جائے تو جائز ہے، تم لوگ اپنے نوجوانوں کو اس قسم کے اشعار یاد کراؤ۔''(۱)

ساقی! ذرا دینا تو میرا جام کہاں ہے؟

حضرت امام مالکؒ نے صرف سترہ برس کی عمر میں حدیث کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کے درس حدیث کے ابتدائی ایام میں ہی مدینہ منورہ کی ایک شریف و نیک اور معزز عورت کا انتقال ہو گیا۔ میت کو غسل دیا جانے لگا، دوران غسل، غسل دینے والی عورت کا ہاتھ میت کی شرمگاہ پر لگا تو اس کم بخت نے کہا'' یہ عورت زانیہ تھی اور اپنی زندگی میں حرام کاری کیا کرتی تھی'' اس کا یہ کہنا تھا کہ اس کا ہاتھ میت کی شرمگاہ پر چپک کر رہ گیا۔ بہت پریشان ہوئی، لاکھ چاہا کہ ہاتھ ہٹائے لیکن ہاتھ الگ ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

اس عجیب وغریب واقعہ کے بارے میں لوگوں نے علماء سے رجوع اور اس کے حل کی تدبیر دریافت کی، کوئی اس کا حل نہ بتا سکا۔

آخر کار لوگ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال عرض کی، آپ نے فوراً اس کا یہ حل تجویز کیا کہ غسل دینے والی عورت پر حد تہمت جاری کی جائے کیونکہ اس نے ایک نیک اور پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے جس کی وجہ سے عذاب خداوندی اس صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

ا۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۳۱

چنانچہ حد تہمت کے طور پر اسی کوڑے مارے گئے تو اس کا ہاتھ علیحدہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں کی نگاہوں میں امام مالکؒ کا درجہ بہت بلند ہوا اور آپ کے مرتبہ میں بہت اضافہ ہو گیا۔(۱)

امام مالکؒ کی قوتِ ضبط و حفظ

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن شہاب زہریؒ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم اپنے استاد ربیعہ کے ساتھ امام زہریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ہمیں چالیس سے زیادہ احادیث سے روشناس کرایا۔

اگلے دن پھر ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''تم اپنی کاپیاں دیکھ لو! میں ابھی تمہیں مزید احادیث لکھواتا ہوں۔''

میرے استاد ربیعہ بولے ''یہاں ایک ایسا آدمی بھی موجود ہے جو آپ کی بیان کردہ احادیث کو زبانی سنا سکتا ہے۔''

امام زہری نے پوچھا ''وہ کون ہے؟۔''

ربیعہ بولے ''وہ ابن ابی عامر (امام مالکؒ) ہے۔''

امام زہری نے انہیں احادیث سنانے کا حکم دیا تو امام مالکؒ نے وہ ساری کی ساری چالیس احادیث زبانی سنا دی۔ امام مالکؒ کے اس حافظہ کو دیکھ کر امام زہریؒ نے کہا:

﴿ما كنت ارى انه بقى من يحفظ هذا غيرى﴾

''میرا تو یہ خیال تھا کہ ان کو یاد کرنے والا میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔''(۲)

مالک کی رائے پر عمل کرو!

محمد بن رمح کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! مالک اور لیث رحمۃ اللہ علیہما کسی مسئلہ میں باہمی اختلاف

۱۔ مظاہر حق (۱/۵۵۔۵۶)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۸/۷۳)

کا شکار ہوتے ہیں میں کس کی رائے پر عمل کروں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا:

''مالک کی رائے پر عمل کرو، مالک کی رائے پر عمل کرو۔''(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی

امام اشہب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں، اتنے میں امام مالکؒ بھی حاضر ہوئے، انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قریب بلایا۔ جب وہ قریب ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی انگلی سے انگوٹھی اتار کر امام مالکؒ کو پہنا دی۔(۲)

امام شافعیؒ، امام مالک کی آغوش تربیت میں

امام شافعیؒ اپنے علمی سفر میں امام مالک سے ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب میں شہر رَملہ پہنچا، تو میرے پاس چالیس ہزار میں سے صرف دس دینار باقی تھے۔ میں نے کرائے پر سواری لی اور حجاز کو روانہ ہو گیا۔ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آخر ستائیسویں دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ) پہنچ گیا۔ نماز عصر کے بعد میرا داخلہ ہوا تھا مسجد میں نماز پڑھی اب کیا دیکھتا ہوں، لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے کرسی پر بیش بہا قباطئ مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور تکیے پر لکھا ہے **''لا اله الا الله محمد رسول الله''**

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مالک بن انسؓ ''باب النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم سے آتے دکھائی دیئے۔ پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی امام مالک کے ساتھ چار سو یا اس سے بھی زیادہ کا مجمع تھا۔ چار آدمی ان کے

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۷۹/۸)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۷۹/۸)

جبے کے دامن اٹھائے چل رہے تھے اور امام مالک اپنی مجلس میں پہنچے تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔

امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے اور جراحِ عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا۔ مجھ سے رہا نہ گیا، اور میں نے قریب کے آدمی کے کان میں کہا، اس مسئلے کا یہ جواب ہے۔ اس شخص نے میرا بتایا ہوا جواب اونچی آواز سے سنا دیا، مگر امام مالک نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور شاگردوں سے جواب کے طالب ہوئے شاگردوں کے سب جواب غلط تھے۔ امام مالک نے کہا تم غلطی پر ہو۔ پہلے ہی آدمی کا جواب صحیح ہے! یہ سن کر وہ جاہل بہت خوش ہوا۔ امام مالک نے دوسرا مسئلہ پیش کیا۔ جاہل میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے پھر جواب بتا دیا اس دفعہ بھی امام مالک کے شاگرد صحیح جواب نہ دے سکے اور اس جاہل کی زبانی میرا ہی جواب ٹھیک نکلا۔

تب تیسرے مسئلے پر بھی یہی صورت پیش آئی، تو امام مالک اس جاہل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ''یہاں آؤ۔'' وہ جگہ تمہاری نہیں ہے!'' آدمی امام مالک کے پاس پہنچا، تو انہوں نے سوال کیا ''تم نے مؤطا پڑھی ہے؟'' جاہل نے جواب دیا، نہیں امام مالک نے پوچھا ''ابن جریج کے علم پر تمہاری نظر ہے؟'' اس نے پھر کہا نہیں۔ امام مالک نے پوچھا ''جعفر بن صادق سے ملے ہو؟'' کہنے لگا، نہیں تو اب تو امام مالک کو تعجب ہوا کہنے لگے پھر یہ علم تمہیں کہاں سے ملا جاہل نے جواب دیا ''میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا تھا اور وہی مجھے ہر مسئلے کا جواب بتا رہا تھا۔''

اب تو امام مالک نے میری طرف گردن پھیری دوسروں کی گردنیں بھی اٹھ گئیں اور امام مالک نے اس جاہل سے کہا ''جاؤ اور نوجوان کو میرے پاس بھیج دو'' میں امام مالکؒ کے پاس پہنچا اور

اسی جگہ بیٹھ گیا، جہاں سے جاہل اٹھا تھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا ''شافعی ہو؟'' میں نے عرض کیا، جی ہاں شافعی ہوں! امام مالک نے مجھے گھسیٹ کر سینے سے لگا لیا، پھر کرسی سے اتر پڑے اور کہا ''علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں، تم اسے پورا کرو'' میں نے حکم کی تعمیل کی اور جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کیے، مگر کوئی آدمی بھی جواب نہ دے سکا۔

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام مالک نے میری پیٹھ ٹھونکی۔ پھر اپنے گھر لے گئے۔ پرانے کھنڈر کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی میں بے اختیار رونے لگا یہ دیکھ کر امام مالک نے کہا ''ابو عبداللہ تم روتے کیوں ہو؟ شاید سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے!'' میں نے جواب دیا ''جی ہاں یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوا تھا'' کہنے لگے ''تمہارا دل مطمئن رہے! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو، ہدیہ ہے خراسان سے مصر سے، دنیا کے دور دور گوشوں سے ہدیوں پر ہدیے چلے آرہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور صدقہ رد کر دیتے تھے۔ میرے پاس اس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں۔ غلام بھی اتنے ہی ہیں اور معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اب یہ سب میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے۔ صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں اس کی سالانہ زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ اس میں سے بھی آدھی رقم تمہاری ہے۔''

میں نے کہا ''دیکھئے آپ کے بھی وارث موجود ہیں اور میرے بھی وارث زندہ ہیں۔ آپ نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کی تحریر ہو جانا چاہیے۔ تحریر سے میری ملکیت مسلم ہو جائے گی اگر میں مر گیا تو اس سب کو آپ کے وارث نہ لے سکیں گے بلکہ میرے

وارثوں کو مل جائے گا۔ اسی طرح خدانخواستہ آپ کی وفات ہوگئی، تو بھی یہ آپ کے وارثوں کا نہیں، میرا ہو جائے گا۔"

یہ سن کر امام مالک مسکرائے اور فرمایا یہاں بھی علم ہی سے کام لیتے ہو؟" میں نے جواب دیا "علم کے استعمال کا اِس سے بہتر موقعہ اور کب ہوسکتا ہے؟" امام مالک نے رات ہی میں تحریر مکمل کر دی۔

صبح میں نے نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد سے ہم اس حال سے گھر لوٹے کہ میرا ہاتھ امام مالک کے ہاتھ میں تھا اور امام مالک کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے ہیں، گھوڑوں کی کونچیں، کیا بتاؤں کیسی حسین تھیں میرے منہ سے نکل گیا "ایسے خوبصورت پاؤں تو میں نے کبھی دیکھے نہیں" امام مالک نے فوراً جواب دیا "یہ سب سواریاں بھی تمہارے لیے ہدیہ ہیں" میں نے عرض کیا "کم سے کم ایک جانور تو اپنے لیے رہنے دیجئے" اس پر مالک نے جواب دیا "مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو میری سواری اپنی ٹاپوں سے روندے جس کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔"

یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ دولت کی اس بہتات میں بھی امام مالکؒ کا تقویٰ بدستور باقی ہے۔ میں تین دن امام مالک کے گھر میں رہا پھر میں مکہ کو روانہ ہو گیا۔"(۱)

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا　　احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

فقہی اختلافات اور امام مالکؒ کی وسعت قلبی

خلافت عباسیہ کا پہلا تاجدار "ابو العباس سفار" ہے۔ اس کا زمانہ خلافت صرف ساڑھے چار برس ہے جو صرف عہد جدید کے انتظام و تدابیر اور خانہ جنگیوں میں صرف ہو

۱۔ جامع بیان العلم لابن عبدالبر (مترجم بمسمّٰی "العلم والعلماء") ص: ۲۷۵ تا ۲۸۷

گیا۔ اس کی خلافت کے اخیر سال 136ھ میں اس کا بھائی ''ابو جعفر منصور'' حج کے لیے حجاز گیا۔ اس سفر کی واپسی پر مژدہ خلافت اس کے گوش گزار ہوا، لیکن حقیقت میں 138ھ تک یعنی جب تک ابو منصور خراسانی قتل نہ ہوا تھا، وہ خلیفہ نہ تھا۔ 139ھ میں بغداد تعمیر ہوا، بغداد کے سنگ میل کے ساتھ عباسیہ کی حکومت کی بنیاد بھی اس نے ایک مضبوط چٹان پر قائم کی۔ ان کاموں سے فراغت پا کر 140ھ میں حج و زیارت کے لیے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ آیا۔

خانوادۂ خلافت عباسی جب اوج کمال پر تھا، چند سال پہلے صرف شرفائے قریش کا ایک گھرانہ تھا۔ اس لیے منصور طلب علم، اساتذہ کی صحبت، علمی مجلسوں کی نشست میں اسی طرح برابر کا شریک تھا جس طرح دیگر اشراف و سادات کے خاندانوں کے ہونہار بچے۔ منصور اس انقلاب سے پہلے مدینہ کی درس گاہ کا ایک طالب علم اور امام مالک کے طبقہ کا ایک شریک صحبت تھا۔

خلافت کے بعد منصور کے لیے حج کا یہ پہلا موقع تھا، لہٰذا شہر کے اہل فضل و کمال لوگ اس کے استقبال کے لیے نکلے، سفیان ثوری، سلمان خواص اور امام مالک بھی ملنے کے لیے آئے کہ کل تک تو علم حدیث کی مجلسوں میں ہمارے ساتھ برابر کا شریک تھا، دیکھیں کس حال میں ہے؟

دربار میں حجاز کے تمام علماء اور فقہاء موجود تھے۔ منصور نے امام مالکؒ کی طرف روئے خطاب کر کے کہا:

> ''اے ابو عبداللہ! میں اختلافات فقہی سے گھبرا گیا ہوں، عراق میں تو کچھ نہیں ہے، شام میں صرف جہاد کا شوق ہے، وہاں کوئی بڑا عالم نہیں، جو کچھ ہے وہ حجاز میں ہے اور حجاز کے علماء کے سرخیل آپ ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی اس تصنیف (موطا امام مالک) کو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دوں تا کہ لوگ اسی کی طرف رجوع کریں اور تمام اطراف مملکت میں اس کی نقلیں بھیجوں تا کہ اسی کے مطابق لوگ فتویٰ دیں۔''

بعض روایات میں ہے کہ:

''اس نے ایک ایسی کتاب کی تالیف کی خواہش ظاہر کی جو ابن عباس اور ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ عنہم کے اصول فقہ کے بین بین اور معتدل ہو۔ اس کے بعد امام صاحبؒ نے موطا تالیف کی۔''

بہر حال جاہ پسند علماء کے لیے یہ وہ طلائی موقع تھا کہ جس سے زیادہ بیش قیمت ان کو کبھی نہ مل سکتا تھا، لیکن امام مالکؒ کے لیے یہ بھی لغزشِ قدم کا باعث نہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا:

''صحابہ تمام اطرافِ ملک میں پھیل گئے تھے، ان کے فتاویٰ اور احکام اپنے اپنے مقام میں وراثۃً ان کے فقہاء اور علماء تک پہنچے ہیں اور ہر جگہ وہی مقبول ہیں، ایسی حالت میں ایک شخص کی رائے و عقل پر جو صحت و غلطی کر سکتا ہے تمام ملک کو مجبور کرنا مناسب نہیں۔''

منصور نے یہ جواب سن کر کہا: ''اگر آپ مجھ سے متفق ہوتے تو میں یہ یہی کرتا۔''(۱)

ایک مرتبہ منصور نے امام مالکؒ سے پوچھا:

''اے ابوعبداللہ! کیا آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟''

''ہاں!'' امام مالکؒ نے جواب دیا۔

''وہ کون ہے؟'' منصور نے پوچھا۔

''ان کے نام یاد نہیں'' امام مالکؒ نے فرمایا۔

''میں بنوامیہ کے زمانہ میں طالب علم رہ چکا ہوں، سب کو جانتا ہوں'' منصور امام مالکؒ کی علمی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے گویا ہوا۔(۲)

۱۔ حیاتِ امام مالکؒ، ص: ۵۸ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۱/۱۸۹)، کتاب الامامہ (۲/۱۲۷)، مناقب مالک، ص: ۲۴

۲۔ حیاتِ امام مالک، ص: ۵۸، بحوالہ مناقب مالک للزوادی، ص: ۲۴

﴿ہو رزمِ حق و باطل تو فولاد ہے مومن﴾

خلیفہ مہدی ایک مرتبہ حج کے موقع پر مدینہ منورہ گیا، امام مالک بھی اس کی ملاقات کو گئے، خلیفہ نے امامؒ کو نہایت اعزاز واکرام سے بٹھایا اور آپ کی خوب تعظیم و تکریم کی۔ پھر اپنے دونوں صاحبزادوں موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا کہ امام صاحب سے احادیث پڑھیں۔ اس اثناء میں ارکانِ دولت نے امام مالک کو بلایا لیکن آپ نہیں گئے، خلیفہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

''امیر المومنین! علم قابل احترام چیز ہے، اس کے پاس آنا چاہئے۔''

خلیفہ نے اس بات پر سر تسلیم خم کیا اور صاحبزادوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ امام مالکؒ سے کہا گیا کہ آپ ان کو حدیث پڑھ کر سنائیں۔ امام صاحب نے اس سے انکار کیا اور فرمایا:

''اس شہر میں استاد کے سامنے پڑھا جاتا ہے، جس طرح بچہ اپنے استاد کے سامنے پڑھتا ہے، جب بچہ غلطی کرتا ہے تو استاد صحیح کر دیتا ہے۔''

صاحبزادوں نے اس کی اطلاع خلیفہ مہدی کو دی، خلیفہ نے ایک آدمی کو امام مالکؒ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ نے موسیٰ اور ہارون کو بلانے کے بعد ان کو پڑھانے سے انکار کر دیا۔ امام صاحب نے جواب میں فرمایا:

''امیر المومنین! میں نے ابن شہاب سے سنا ہے کہ ہم نے سعید بن المسیب، ابو سلمہ، عمرو بن زبیر، سالم، خارجہ، سلیمان اور نافع سے اس مقام پر اسی طرح علم حاصل کیا ہے، نیز ابن ہرمز، ابو الزناد، ربیعہ اور بحر العلم ابن شہاب وغیرہ کے سامنے حدیث پڑھی جاتی تھی، وہ حضرات خود نہیں پڑھتے تھے۔''

اس کے بعد خلیفہ مہدی نے ان ائمہ دین کو اسوہ اور قدوہ قرار دیا اور صاحبزادوں کو حکم دیا کہ ''تم جا کر خود پڑھو۔'' چنانچہ صاحبزادوں کے معلم و مودب نے امام صاحب کے سامنے حدیث پڑھی اور صاحبزادوں نے سنی۔ (۱)

۱۔ ترتیب المدارک: (۱/ ۱۵۸)

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

امام صاحب کی مجلس درس کا مذکورہ واقعہ خلیفہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں امام صاحب نے صاحبزادوں کے پڑھانے سے شدت سے انکار کیا اور آخر تک اسی پر قائم رہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک عابد و زاہد کا واقعہ بھی ملاحظہ فرمایئے جس نے بالآخر حضرت امامؒ کو حدیث پڑھنے پر مجبور کر دیا۔

عبدالملک بن عبدالعزیز ماجشون بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کی مجلس درس میں موجود تھا، طبقۂ صوفیہ کے ایک عالم نے آکر امام صاحب سے کہا ''آپ تین حدیثیں مجھ سے بیان کر دیں۔'' امام صاحب نے فرمایا ''اگر تمہیں ضرورت ہے تو مجھے پڑھ کر سنا دو اور پھر مجھ سے ان کی روایت کرو۔'' اس عالم نے کہا ''ہمارے ہاں عرض (استاد کے سامنے پڑھنے) کا رواج نہیں ہے۔'' امام صاحب نے فرمایا ''تم اس کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہو!'' وہ عالم بار بار یہی کہتے رہے اور امام صاحب یہی جواب دیتے رہے۔ جب امام مالک مجلس سے اٹھنے لگے تو انہوں نے امام صاحب کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا ''اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم! جب تک آپ تینوں حدیثیں مجھ سے بیان نہیں کریں گے میں دامن نہیں چھوڑوں گا۔'' امام صاحب نے اپنے شاگرد ابوطلحہ سے کہا ''مجھے اس آدمی سے بچاؤ! یہ تو مجھے کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے۔'' ابوطلحہ نے اس شخص کی سفارش کرتے ہوئے کہا ''یہ شخص مجھے تو دیوانہ نہیں لگتا، اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو وہ تینوں حدیثیں اس سے بیان کر ہی دیں۔'' چنانچہ امام صاحب نے عالم سے کہا ''اچھا چلو! کیا چاہتے ہو؟ بیان کرو۔'' اس نے کہا پہلی حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو کیا آپ کے سر پر مغفر (خود، سر ڈھانپنے کا جنگی اوزار) تھا، امام صاحب نے روایت بیان کی فرمایا:

﴿حدثنی الزهری، عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکة یوم الفتح وعلی راسه المغفرة، قال: فقال ابن شهاب: ولم یکن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یومئذٍ محرما﴾

اس صوفی عالم نے کہا ''دوسری حدیث یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کی دو بیویاں تھیں، ان میں سے ایک عورت نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اور دوسری عورت نے ایک لڑکی کو۔'' امام صاحبؒ نے حدیث سنائی:

﴿حدثنی ابن شهاب عن عمرو بن الشريد ان ابن عباس سئل عن رجل له امرأتان ارضعت احدهما غلاما والاخرىٰ جارية، أيتنا كحان؟ قال: لا الفطام واحدٌ﴾

صوفی عالم نے عرض کیا ''تیسری حدیث یہ ہے کہ کیا ابن عمرؓ نے اقامت سنی اور وہ بقیع میں تھے؟ امام صاحب نے فرمایا:

﴿حدثنی نافع عن ابن عمر انه سمع الاقامة وهو بالبقيع فاسرع المشی﴾(۱)

﴿یہ عشق ہے جو کفر کو اسلام کرے ہے﴾

امام مالکؒ کی بے نیازی اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ علم کے معاملہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کو خاطر میں نہ لاتے اور ہمیشہ اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے، حالات سے سمجھوتہ نہ کرنا اور اپنے اصولوں پر جمے رہنا انہی لوگوں کی شان تھی۔

ایک مرتبہ ہارون رشید مدینہ منورہ آیا، اس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ امام مالکؒ نے ''کتاب موطا'' تالیف فرمائی اور آپ لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ ہارون رشید کے دل میں بھی اس سعادت کے حصول کا داعیہ پیدا ہوا لہٰذا اس نے اپنے وزیر خاص جعفر برمکی کو امام مالکؒ کی خدمت میں سلام دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ جا کر ان سے عرض کرو کہ آپ خود تشریف لائیں اور ''موطا'' مجھے سنا دیں۔

جعفر برمکی امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیر المومنین کا سلام پہنچا کر اس کی درخواست پیش کی۔ امام مالک نے جواب دیا:

''میرا ان سے سلام کہنا اور یہ بھی کہہ دینا کہ علم خود کسی کے پاس نہیں آیا کرتا لوگ اس کے پاس آیا کرتے ہیں۔''

۱۔ المحدث الفاصل، ص: ۴۲۳، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۲۷۳، سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۱۳-۱۱۴

جعفر واپس آیا اور امام مالک کا فرمان عرض کر دیا۔ اتنے میں امام عالی مقام خود بھی تشریف لے آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، رشید کہنے لگا ''میں نے آپ کے پاس ایک پیغام بھیجا تھا آپ نے میرا حکم نہیں مانا۔'' اس کا یہ شکوہ سنتے ہی امام مالکؒ نے ایک روایت بیان فرمائی جس میں حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زانوئے مبارک میرے زانو پر تھا، ابھی صرف کلمہ ''غیر اولی الضرر'' نازل ہوا تھا کہ اس کے وزن سے میرا زانو چور چور ہو جانے کے قریب ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا:

> ''جس قرآن کا ایک حرف حضرت جبرئیل علیہ السلام پچاس ہزار سال کی مسافت سے لے کر آئے ہوں کیا میرے لیے زیبا نہیں کہ میں اس کی عزت واحترام کروں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت و بادشاہت سے نوازا ہے اگر سب سے پہلے آپ ہی اس علم کی مٹی کو خراب کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں آپ کی عزت برباد نہ کر دے۔''

یہ سنتے ہی ہارون موطا سننے کے لیے آپ کے ساتھ گیا، امام مالک نے اس کی عزت افزائی فرمائی اور اسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا، جب موطا پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا ''آپ ہی مجھے پڑھ کر سنایئے'' امام نے فرمایا ''عرصہ ہوا میں خود پڑھ کر سنانا چھوڑ چکا ہوں۔'' اس نے کہا ''اچھا تو اور لوگوں کو باہر نکال دیجئے تاکہ میں خود آپ کو سنادوں۔'' امام مالکؒ نے فرمایا ''علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر خاص لوگوں کی رعایت سے عام لوگوں کو اس سے محروم کر دیا جائے تو پھر خواص کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا۔'' اس کے بعد آپ نے معن بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ قرأت شروع کر دیں، جب انہوں نے قرأت شروع کی تو امام نے ہارون سے کہا ''اے امیر المومنین اس شہر میں اہل علم کا دستور یہ ہے کہ وہ علم کے لیے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں'' ہارون یہ سن کر مسند سے اتر آیا اور سامنے آ بیٹھا اور مؤطا سننے لگا۔ (۱)

۱۔　حیاتِ امام مالکؒ: ص ۲۷

بچھو کے ڈنگ اور استقامت مالکؒ

تاریخ اسلام کے عظیم مجاہد و محدث حضرت امام عبداللہ بن المبارک جو کہ امام مالکؒ کے ایک قابل فخر شاگرد ہیں، مجلس درس میں امام مالکؒ کی خشیت و ادب کا فقید المثال واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ امام مالکؒ نے درس حدیث شروع کیا تو اثناء درس میں آپ کا رنگ بار بار متغیر ہو جاتا تھا مگر آپ نے نہ درس حدیث بند کیا نہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے میں کسی قسم کی لغزش واقع ہوئی۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے مزاج مبارک دریافت کیا تو فرمایا ''اثناء درس میں تقریباً دس بار بچھو نے ڈنگ مارا ہے'' پھر فرمایا ''میں نے یہ صبر اپنی شجاعت و استقامت جتانے کے لیے نہیں کیا بلکہ صرف حدیث پیغمبر کی تعظیم کے لیے کیا ہے۔'' (۱)

ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے

امام مالکؒ کے دل میں سرور کائنات کی محبت و عظمت کا شدید جذبہ موجود تھا، اسی وجہ سے آپ جناب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے شہر مبارک کا بے حد احترام فرماتے تھے جب نام مبارک زبان پر آتا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگ اس کی وجہ دریافت کرتے تو فرماتے:

''ہم نے جن ارواحِ طیبات کی زیارت کی ہے ان کی حالت مجھ سے بھی بڑھ کر تھی۔'' (۲)

آپ مسجد نبوی میں شور و غل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانۂ نبوت سے گستاخی ہے، کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک زبان پر نہیں آتا جب تک وضو یا غسل فرما کر با ادب نہ بیٹھ لیتے۔

۱۔ حیاتِ امام مالک: ص ۴۷

۲۔ حیاتِ امام مالک، ص: ۴۷، بحوالہ مناقب مالک للزوادی، ص: ۳۳

امام کے اصطبل میں کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے، مگر کبھی مدینہ کی گلیوں میں سوار ہو کر نہ نکلے، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

''مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئی ہے اس کو جانوروں کے سموں سے روندوں۔''(۱)

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حدیث نبوی کے شغل وانہماک کے سبب سے کوئی رات ایسی نہ گزرتی جس میں عالم رویا میں زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا۔(۲)

ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے
زندگی کس طرح بسر کرتے
راستہ گم ہے کارواں بے دم
اور کیا کام راہبر کرتے

﴿لیکن کچھ اور ہی ہے ترے آستاں کی بات﴾

امام مالکؒ کو مدینہ منورہ سے انتہاء درجہ کی محبت تھی، سوائے حج کے سفر کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے، منصور نے بغداد کی سکونت کے لیے درخواست کی لیکن پذیرنہ ہوئی۔ مہدی نے تین ہزار دینار بھیجے اور یہ پیغام بھیجا کہ بغداد کا عزم کیا کیجیے۔ فرمایا:

''اشرفیاں جوں کی توں رکھی ہیں، جی چاہے تو لے جاؤ، مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا۔''(۳)

انتہائے محبت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف، امام مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہیں۔(۴)

صحن حرم بھی، گلشن جنت بھی خوب ہے لیکن کچھ اور ہی ہے ترے آستاں کی بات

۱۔ حیاتِ امام مالک، ص: ۷۵، بحوالہ ابن خلکان، ص: ۴۳۹

۲۔ تزئین الممالک، ص: ۱۲، حیاتِ امام مالک، ص: ۷۵

۳۔ حیاتِ امام مالک، ص: ۷۵، بحوالہ تذکرۂ ذہبی (۱/۱۹۰)

۴۔ حیاتِ امام مالکؒ، ص: ۷۵، بحوالہ اعلام علماء الاعلام، ص: ۳

﴿امام مالکؒ کی سخاوت وفیاضی﴾

تاریخ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ ہمارے علماء اسلاف کی فیاضیاں شاہانہ فیاضیوں سے کسی طرح کم نہ تھی، وہ حضرات اللہ کے دیئے ہوئے مال کو راہِ خدا میں فدا کرنے کو سعادت سمجھتے اور علم اور اہل علم کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

امام ربیعہؒ نے اپنی تعلیم پر بیس دینار صرف کیے۔

امام ابوحنیفہؒ طلبہ کو درہم و دینار کے کیسہ حوالہ کر دیتے تھے۔

امام لیث مصریؒ اپنی دولت کا کثیر حصہ ان مصارف پر صرف فرماتے تھے، آپ کی ذاتی جائیداد کی سالانہ آمدنی تیس ہزار دینار تھی، آپ اپنے طلبہ کو سردیوں میں حیس نامی حلوہ کھلاتے جو دیسی گھی اور شہد سے تیار ہوتا تھا اور گرمیوں میں باداموں کا ستو شکر میں ملا کر دیا جاتا تھا۔

امام مالکؒ کی سخاوت بھی کم نہ تھی، ایک بار امام شافعیؒ کو لے کر اصطبل کا ملاحظہ کر رہے تھے، امام شافعیؒ نے بعض گھوڑوں کی تعریف کی، امام صاحب نے تمام اصطبل ان کی نذر کر دیا۔ آپ ہر سال امام شافعیؒ کو گیارہ ہزار دینار مرحمت فرماتے تھے۔(۱)

﴿امام مالکؒ کا حلم وصبر﴾

معن بن عیسیٰ، جو کہ امام مالکؒ کے ایک شاگرد خاص ہیں، امام مالکؒ کے حلم و عفو اور صبر و درگزر کا عظیم واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن سرجون نامی ایک شاعر امام صاحب کے پاس آ کر کہنے لگا ''میں نے ایک دو شعر میں آپ کا ذکر کیا ہے، میں اس گستاخی کی معافی چاہتا ہوں'' امام صاحب سمجھے کہ میری ہجو میں کچھ شعر کہے ہوں گے، لہٰذا فرمایا '' کچھ مضائقہ نہیں!'' اس نے کہا ''میں وہ شعر سنانا بھی چاہتا ہوں'' امام صاحب کا چہرہ غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا، لیکن زبانِ حلم سے فرمایا ''سنا لو!'' اس نے شعر پڑھے جس کا مفہوم یہ تھا:

''مدینہ کے مفتی مالک سے پوچھ لو کہ کیا محبت بھی کوئی گناہ ہے؟''

۱۔ حیاتِ امام مالکؒ، ص: ۵۷ بحوالہ توالی التاسیس معالی ابن ادریس لابن حجر

امام مالکؒ نے بہ متانت فرمایا:

''میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔''(۱)

اہل علم کا اعزاز واکرام

اہل علم کی عزت افزائی اور لوگوں کے مراتب کا خیال کرنا امام مالکؒ کی زندگی کا ایک خاص عنصر تھا۔ جب خلیفہ ہارون رشید امام مالک کی مجلس درس میں حاضر ہوا تو اسے مسند سے نیچے اتر کر بیٹھنا پڑا۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمایئے:

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہؒ تشریف لائے تو آپ نے اس قدر تعظیم کی کہ ان کے لیے اپنے چادر فرش پر بچھائی، جب امام اعظمؒ تشریف لے گئے تو طلبہ سے فرمایا:

''یہ عراق کے ابو حنیفہ ہیں، جو اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔''

اس کے بعد کوفہ کے محدث سفیانؒ آئے تو ان کی بھی تعظیم کی، لیکن پہلے سے کم۔ ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ لوگوں کی عزت ان کے مراتب کے اعتبار سے کرنی چاہیے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم آپ کے شاگرد تھے، لیکن جب ان کو خط لکھتے تو ''فقیہ مصر'' لکھا کرتے تھے، ایک بار قعنبی محدث (آپ کے شاگرد) مدینہ آرہے تھے، امام صاحب اپنے تلامذہ کو لے کر بنفس نفیس استقبال کے لیے تشریف لائے۔(۲)

اظہارِ لاعلمی .... عیب یا خوبی

امام مالکؒ کی شخصیت ان تمام اوصاف کی جامع تھی جن کی کسی مفتی، فقیہ اور مجتہد کو ضرورت ہوتی ہے۔ من جملہ ان کے صفات ایک اعلیٰ صفت یہ بھی تھی کہ امام صاحب سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا اور اس وقت اس جزئیہ پر اطلاع نہ ہوتی تو نہایت متانت و کشادہ پیشانی کے ساتھ فرماتے تھے کہ میں نہیں جانتا۔ امام مالکؒ کے

۱۔ حیاتِ مالکؒ، ص: ۷۷ بحوالہ طبقات سبکیؒ (۶/۵۲)

۲۔ حیاتِ مالکؒ، ص ۷۹ بحوالہ تذکرۂ ذہبی (۱/۳۵۱)

شاگرد ابن وہب فرماتے ہیں: ''اگر میں امام مالک کی ''لا ادری'' (میں نہیں جانتا) لکھا کرتا تو کتنی تختیاں بھر جاتیں۔(۱)

ایک مرتبہ ایک شخص نہایت دور دراز مسافت سے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ایک مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے فرمایا کہ ''میں اس کو اچھی طرح نہیں جانتا'' سائل کہنے لگا ''میں چھ مہینہ کی راہ طے کر کے صرف اس مسئلہ کی خاطر حاضر ہوا ہوں جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے، میں جا کر ان کو کیا جواب دوں گا'' امام صاحبؒ نے فرمایا، ''کہہ دینا کہ مالک نے کہا کہ میں جواب نہیں دے سکتا۔'' (۲)

امام مالکؒ کے شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدی نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص چند روز تک فتویٰ کے جواب کے لیے حاضر خدمت ہوا، ایک دن اس نے عرض کیا ''میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا، جو کچھ جواب ہو ارشاد فرمایئے'' یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا، تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا ''میں اس مسئلہ کا جواب دیتا ہوں جس کے متعلق پوری معلومات پر دسترس رکھتا ہوں، تمہارے اس مسئلے کو میں اچھی طرح نہیں جانتا۔'' (۳)

فتویٰ سے رجوع اعلیٰ ظرفی کی علامت

امام مالکؒ کی مجتہدانہ صفات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی غلطی ہو جاتی اور اس غلطی کی طرف آپ کی توجہ دلائی جاتی تو فوراً تسلیم کر لیتے اور غلطی کی اصلاح فرما لیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا ''کیا وضو میں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہیے؟'' امام مالکؒ نے فرمایا ''اس کی ضرورت نہیں ہے'' امام مالک کے شاگرد ابن وہب پاس ہی بیٹھے تھے، مجلس کے بعد انہوں نے کہا کہ ''تخلیل کی ایک حدیث میرے پاس ہے'' امام مالکؒ نے حدیث سن کر اسے ''حسن اور صحیح'' قرار دیا اور پھر ہمیشہ اُسی کے

۱۔ تزئین الممالک للسیوطی، ص: ۱۴

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۱۸، بحوالہ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر، ص:

۳۔ تزئین الممالک للسیوطی، ص: ۱۶

موافق فتویٰ دیا۔(۱)

﴿شوقِ علم اور منزل کی جستجو﴾

امام مالکؒ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ مسائل فتاویٰ کا جواب انتہائی دقت نظر اور کاوش فکر سے دیتے تھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی کج روی اور خیانت کو ہرگز برداشت نہ کرتے۔

ابن ابی اویس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام مالکؒ نے فرمایا:

"کبھی کبھی ایسا مسئلہ پیش آجاتا ہے کہ کھانے پینے اور آرام کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔"

ابن ابی اویس نے کہا: "آپ کی بات لوگوں کو پتھر کی لکیر کی طرح تسلیم ہوتی ہے، پھر آپ یہ مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟" امام مالکؒ کس نکتہ سنجی کے ساتھ جواب دیتے ہیں "ابن ابی اویس! اس حال میں تو مجھے اور بھی زیادہ کوشش اور جستجو کرنی چاہیے۔" (۲)

﴿بہتر سے بہتر کی تلاش﴾

دور دراز سے آنے والوں کو مسائل و فتاویٰ کا جواب دینے میں امام مالکؒ کا احتراز (جس کی مثالیں ابھی گزری ہیں) درحقیقت شدت تقویٰ اور ایک انتہائی دقیق اور قیمتی نکتہ پر مبنی تھا۔ مفتی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آج وہ ایک مسئلہ کی نسبت ایک رائے رکھتا ہے، دوسرے دن اس سے صحیح تر صورت اس کے خیال میں آتی ہے، ایسے موقع پر شہر اور اس کے قرب و جوار میں لوگوں کو اس رجوع سے آگاہ کرنا آسان اور ممکن ہے، جبکہ دور دراز کے علاقوں سے آنے والوں کو اطلاع نہیں دی جا سکتی تھی، جبکہ اس زمانہ کے ذرائع ابلاغ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

امام مالکؒ کے ایک مصری دوست نے حیرت سے امام صاحب سے پوچھا کہ "آپ ان بے چاروں کو جو کوسوں سے مصائب سفر اور مصارف راہ برداشت کر کے

۱۔ حیاتِ امام مالکؒ، ص:۵۳ بحوالہ مناقب مالک للزوادی، ص:۱۳۷

۲۔ حیاتِ امام مالکؒ، ص:۵۳ بحوالہ مناقب مالک للزوادی، ص:۳۱

آتے ہیں، کیوں واپس کر دیتے ہیں؟'' امام صاحبؒ نے جواب دیا:

''مصری مصر سے، شامی شام سے اور عراقی عراق سے آکر مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہیں، شاید جو جواب میں نے آج دیا اس کی بجائے مجھے کل کو دوسرا جواب معلوم ہو۔''

امام لیث بن سعدؒ نے جب امام مالکؒ کا یہ قول سنا تو رو پڑے اور فرمایا:

''مالک لیث سے قوی تر ہے اور لیث ان سے کمزور تر۔''(۱)

﴿حقیقی مالک بننے کا نسخہ﴾

ایک مرتبہ امام مالک کے استاذ صفوان بن سلیم نے اپنے شاگرد مالکؒ سے ایک خواب کی تعبیر دریافت کی، شاگرد نے عرض کیا ''جناب عالی! آپ جیسے بزرگ مجھ سے کوئی بات معلوم کریں یہ عجیب سی بات ہے'' استاد نے کہا ''میرے پیارے! اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آئینہ دیکھ رہا ہوں'' امام مالک نے فوراً عرض کیا ''اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ اپنی آخرت سنوار رہے ہیں اور اپنے رب کی قربت کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔'' استاذ نے یہ تعبیر سن کر پرمسرت لہجہ میں فرمایا:

﴿انت الیوم مویلک ولئن بقیت تکونن مالکا، اتق اللہ یامالک اذا کنت مالکا والافانت ھالک﴾

''آج تم مویلک (چھوٹے مالک) ہو، اگر زندہ رہے تو مالک بن جاؤ گے، اے مالک! جب تم حقیقی مالک بن جاؤ تو اللہ سے ڈرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔''(۲)

﴿قوت حافظہ اور امام مالکؒ﴾

امام مالکؒ کو اللہ تعالیٰ نے بے مثال قوت حافظہ سے نوازا تھا، اسی کا اثر تھا کہ کسی بات کو سنتے تو وہ فوراً ہی حافظہ کی گرفت میں آجاتی۔ ظاہر ہے اتنا بلند علمی مقام اور فقہ میں امامت کا درجہ اس صفت کے بغیر کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۔ ترئین الممالک، ص:۱۶

۲۔ ترتیب المدارک (۱/ ۱۲۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ عید کے دن میں اپنے استاد ابن شہاب زہریؒ کی خدمت میں اس خیال سے حاضر ہوا کہ آج حضرت فارغ ہوں گے اور ان سے خوب استفادہ کا موقع ملے گا۔ عید کی نماز پڑھ کر باہر ہی باہر سے ان کے ہاں چلا گیا، دروازہ پر دستک دی، ملازمہ آئی اور جا کر استاذ محترم کو اطلاع دی کہ آپ کا سرخ گورا شاگرد مالک آیا ہے۔ میں ان کی اجازت پر اندر گیا، انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ''میرا خیال ہے کہ تم اپنے مکان نہیں گئے اور باہر ہی باہر سے یہاں چلے آئے ہو، کھانا کھالو!'' میں نے عرض کیا ''کھانے کی حاجت نہیں ہے، آپ حدیث بیان کر دیجئے!'' چنانچہ انہوں نے اسی وقت سترہ حدیثیں بیان کیں اور فرمایا ''اس سے تم کو کیا فائدہ ہوگا کہ میں حدیث بیان کروں اور تم یاد نہ کرو؟'' میں نے کہا ''آپ کی اجازت ہو تو ابھی ان سب حدیثوں کو سناؤں'' اور پھر میں نے اسی وقت ان تمام حدیثوں کو زبانی سنا دیا۔''

ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے ''میں نے اپنی تختیاں دکھائیں تو ابن شہابؒ نے مزید چالیس احادیث لکھوا دیں، انہوں نے کہا ''اگر تم ان کو یاد کر لو گے تو ان کے حافظ ہو جاؤ گے، میں نے کہا ''ان کو ابھی زبانی سنا سکتا ہوں'' انہوں نے سنانے کا حکم دیا اور میں نے وہ تمام احادیث سنا دیں۔ پھر انہوں نے فرمایا:

﴿قم فانت من اوعية العلم اوقال: انک لنعم المستودع للعلم﴾

''اٹھو! تم علم کا خزانہ ہو، یا یہ کہا کہ تم علم کے لیے بہترین خزانہ ہو۔''(۱)

﴿حدیث رسول ﷺ کی عظمت واحترام﴾

امام مالک کا دل جس طرح حب رسول ﷺ سے سرشار تھا اسی طرح حدیث رسول ﷺ کی محبت بھی آپ کے دل میں موجزن اور جاگزین تھی، اس محبت کا تقاضا تھا کہ آپ حدیث کا بے حد ادب کرتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی رعایت نہ فرماتے، مندرجہ ذیل دو واقعات اس کا عملی ثبوت ہیں:

۱۔ ترتیب امدارک (۱/۱۲۲)

ایک مرتبہ لوگوں نے امام مالکؒ سے پوچھا ''آپ نے عمرو بن دینارؒ سے حدیث پڑھی ہے؟'' فرمایا ''وہ حدیث بیان کر رہے ہوتے تھے اور طلبہ کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے، مجھ کو اچھا معلوم نہیں ہوا کہ اس طرح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھوں۔''

ایک مرتبہ ابو الزناد کے حلقہ درس سے گزرے مگر وہاں ٹھہر نہ سکے، بعد میں ابو الزناد نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ''جگہ تنگ تھی اور میں نے کھڑے ہو کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔''(۱)

﴿ستائیس سال بعد گھر واپسی﴾

ربیعہ رائی ان اکابر فقہائے محدثین میں سے ہیں جنہیں مدینہ منورہ کا مفتی ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ امام مالک، حسن بصری، شعبہ، امام اوزاعی، لیث مصری اور یحییٰ انصاری جیسے محدثین عظام ان کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ربیعہ رائی کے مسائل و اجتہادات لوگوں میں نہایت مقبول و پسندیدہ تھے۔

امام مالکؒ جواب ایک مستقل درس کے مالک تھے، ایک بار اپنی مجلس درس میں ربیعہ رائی سے نقل کردہ احادیث اور انہی کے اجتہاد کو بیان کر رہے تھے۔ لوگ اتنی دلچسپی اور انہماک کے ساتھ انہیں سن رہے تھے کہ جب امام مالکؒ خاموش ہوئے تو لوگوں نے درخواست کی کہ کچھ اور احادیث اور اجتہادات بیان فرمائیے، امام نے کچھ اور بیان کیا لوگوں کی تشنگی اب بھی کم نہ ہوئی۔ خواہش کی کہ کچھ اور مسائل بیان فرمائیے، امام نے فرمایا:

''تم ربیعہ رائی کو کیا کرو گے؟ دیکھو وہاں سوتے ہیں۔'' امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے:

''جب سے ربیعہ کا انتقال ہوا، فقہ کا مزہ جاتا رہا۔''

ربیعہ رائی کی زندگی کا ایک انتہائی عجیب اور سبق آموز واقعہ منقول ہے کہ ابھی یہ حمل میں تھے کہ ان کے والد فرخ ''خراسان'' کی جنگ میں سپاہی بن کر گئے اور بیوی کو تیس ہزار سپرد کئے۔ وہاں سے ستائیس برس کے بعد لوٹنا نصیب ہوا، اس عرصہ میں امام ربیعہ جوان ہو کر صاحب کمال ہو چکے تھے۔ مسجد نبوی میں ان کی مجلس درس منعقد ہوتی

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۱۲۳)، المحدث الفاصل، ص: ۴۰۳، سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۰۷

تھی، ماں نے تمام دولت بیٹے کی تعلیم پر صرف کر دی تھی، فرخ جب واپس گھر پہنچے تو بلا تردد اپنے گھر میں قدم رنجہ فرمایا۔ جب ان کے بیٹے ربیعہ نے دیکھا کہ ایک غیر شخص اس بے باکی سے اندر گھسا چلا آتا ہے، ڈانٹا اور خبردار کیا کہ آئندہ اندر قدم رکھا۔ ادھر فرخ نے جب ایک اجنبی نوجوان کو گھر میں دیکھا تو غصہ سے بے تاب ہو گئے، باپ بیٹے دونوں نے آستینیں چڑھا لیں، محلہ والوں میں شور برپا ہو گیا۔ امام مالک کو خبر ہوئی تو دوڑے آئے، لوگوں نے امام مالکؒ کو دیکھا تو خاموش ہو گئے، امام مالک نے فرمایا:

"بڑے میاں! اور بھی مکانات ہیں وہاں چل کر ٹھہرو! بڑے میاں نے جواب دیا۔"

"یہ میرا مکان ہے اور میرا نام فرخ ہے۔"

بیوی نے جب فرخ کی آواز سنی تو دوڑی ہوئی باہر نکل آئی اور باپ بیٹے دونوں کو گلے لگایا۔

جب سکون ہوا تو فرخ نے بیوی سے روپیہ کا حساب پوچھا، بیوی نے جواب دیا کہ بحفاظت دفن کر دیا ہے۔ فرخ جب مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے گئے تو بیٹے کو فضل و کمال کی مسند پر جلوہ افروز دیکھا، شاداں و فرحاں گھر آئے اور بیوی سے ذکر کیا۔ بیوی نے کہا:

"تم کو اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت عزیز ہے یا وہ تیس ہزار دینار؟"

"اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت عزیز ہے" فرخ نے جواب دیا۔

ان کی یہ بات سن کر ربیعہؒ کی والدہ کہنے لگیں: "اسی خاک میں میں نے وہ خزانہ دفن کیا ہے۔"(۱)

﴿محبت کے کرشمے﴾

حضور اکرم ﷺ کی محبت مسلمان کی زندگی کا ایسا قیمتی اثاثہ ہے کہ اس پر فدا ہو جانے کو مسلمان اپنی معراج سمجھتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی محبت ہی سے دلوں میں

۱۔ امام ربیعہؒ کے حالات کے لیے دیکھیے: "اسعاف المبطا برجال الموطا للسیوطی، باب الراء، حیاتِ امام مالک از سید سلیمان ندویؒ، ص: ۲۶

شمع ایمانی فروزاں اور قندیل تقویٰ روشن ہے۔ مومن کی زندگی کا ہر گوشہ اس محبت سے سرشار اور مزین ہے۔ امام مالکؒ بھی تاریخ اسلام کی ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جنہیں حب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وافر حصہ نصیب ہوا تھا، چنانچہ مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں:

''امام مالکؒ کے سامنے جب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی آتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور کمر جھک جاتی، جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

﴿لو رایتم ما رأیت لما أنکرتم﴾

''جو میں دیکھتا ہوں، اگر تم بھی دیکھ لیتے تو تعجب کا اظہار نہ کرتے۔''(۱)

امام مالکؒ کے عشق رسول کا ایک واقعہ ابن خلکان نے بھی نقل کیا ہے:

''امام صاحب انتہائی ضعف اور کمزوری کے باوجود گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پیدل ہی چلتے تھے، اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

﴿لا أرکب فی مدینة فیها جثة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مدفونة﴾

''میں اس شہر میں سواری پر سوار نہیں ہو سکتا جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد انور مدفون ہے۔''

اسی عشق و محبت کا ثمرہ تھا کہ امام مالکؒ ہر رات خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بابرکات سے مشرف ہوتے، چنانچہ مثنی بن سعید فرماتے ہیں:

﴿سمعت مالکا یقول: مابت لیلة الا رأیت فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم﴾

''میں نے امام مالکؒ کو فرماتے ہوسنا، میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہوئی ہو۔''(۲)

۱۔ مقدمہ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد، ص:۱۴

۲۔ مقدمہ اوجز المسالک للشیخ زکریاؒ، ص:۳۲، محدثین عظام اور ان کی کتابوں کا تعارف، :۲۲۶

﴿طیبہ کی زمین وہ مرے سرکار کی دنیا﴾

ابن القیم الجوزیہ محبت کی علامات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ومنها: محبة دار المحبوب وبيته حتى محبة الموضع الذى حل به﴾

''محبت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محبوب کے گھر اور اس کے کمرہ سے محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ اس جگہ سے بھی محبت ہو جاتی ہے جہاں اس نے قیام کیا ہو۔''(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا لازمی نتیجہ تھا کہ امام مالکؒ کو مدینہ رسول سے بے پناہ محبت تھی، آپ کی تمنا اور خواہش تھی کہ آپ کا انتقال بھی مدینہ منورہ میں ہو۔

امام صاحب عمر مبارک کے آخری حصہ میں اس خواہش پر مدینہ منورہ سے باہر نہ جاتے تھے کہ انتقال مدینہ میں ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مکہ جا کر نفلی حج کرنے کی خواہش بھی تھی۔

اکثر اسی شش و پنج میں مبتلا رہتے کہ مدینہ سے باہر جائیں یا نہ جائیں، جب حج کا ارادہ زور پکڑ گیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھ پر یہ بات آشکارا کر دی جائے کہ میرا انتقال کب ہو گا؟ چنانچہ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا اور ہاتھ کی انگلیوں سے پانچ کا اشارہ فرما دیا۔

امام مالکؒ کو اس خواب کی تعبیر سمجھ میں نہ آئی کہ اس سے پانچ دن یا پانچ مہینے یا پانچ سال مراد ہیں، چنانچہ اپنے ایک شاگرد کو امام التعبیر ابن سیرینؒ کے پاس بھیجا کہ انہیں جا کر پورا خواب سنائے آپ نے شاگرد کو اس بات کے بتانے سے منع کیا کہ یہ خواب کس نے دیکھا ہے۔

شاگرد امام ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا ماجرا سنایا۔ خواب سن

۱۔ روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین، ص: ۲۶۴

کر ابن سیرینؒ نے کہا "یہ خواب امام مالک کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا" پھر اس خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے فرمایا کہ "اس میں سورۂ لقمان کی مندرجہ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ان کا حصول کسی فردِ بشر کی بات نہیں:

﴿ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غداً و ماتدری نفس بای ارضٍ تموت ان اللہ علیم خبیر﴾ (لقمان:۳۴)

"بے شک قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، بارش بھی وہی برساتا ہے وہی جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے رحم میں ہے، کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس جگہ اس کا انتقال ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔"

﴿امام مالکؒ کی فصاحت و بلاغت﴾

اللہ تعالیٰ نے امام مالکؒ کو جامع الصفات شخصیت سے نوازا تھا، آپ صرف فقہ وحدیث کے امام نہ تھے بلکہ عربی ادب اور اس کی فصاحت و بلاغت کا اچھا خاصا ذوق اور ملکہ رکھتے تھے۔ یقیناً یہ ایسے علوم ہیں کہ قرآن فہمی ان کے بغیر ممکن نہیں۔

ابن ابی اویس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام مالکؒ کے ساتھ چل رہا تھا اور میری خادمہ سر پر پانی کا برتن اٹھائے ہوئے چلتی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ یہ اشعار گنگنا رہی تھی:

لیتنی ارض سلمیٰ　　فتطانی قدماها
لیتنی درع سلمیٰ　　ترتدینی من وراء ها
لیتنی خادم سلمیٰ　　قاعد حیث یراها

"اے کاش! میں سلمیٰ کی زمین ہوتا اور وہ مجھے اپنے قدموں سے روندتی، اے کاش! میں سلمیٰ کی چادر ہوتا وہ مجھے اپنے جسم پر

لپیٹ لیتی، کاش میں سلمٰی کا خادم ہوتا، ایسی جگہ بیٹھتا جہاں سے
اس کو دیکھتا۔‘‘

امام مالکؒ نے ان اشعار کو سن کر فرمایا: ’’اسماعیل! یہ مرد ہے یا عورت؟‘‘ میں نے کہا ’’یہ بنی عمارہ کی خادمہ غزالہ ہے‘‘ آپ نے فرمایا ’’بہت فصیح و بلیغ ہے اور ادب کا اچھا ذوق رکھتی ہے۔‘‘(۱)

﴿امام مالکؒ ابوجعفر منصور کی نظر میں﴾

ایک مرتبہ امام مالکؒ ابوجعفر منصور کے پاس تشریف فرما تھے، ابوجعفر اپنے بستر پر بیٹھا تھا، اس دوران ایک بچہ اندر باہر چکر لگا رہا تھا، ابوجعفر نے پوچھا ’’آپ جانتے ہیں یہ بچہ کون ہے؟‘‘ امام مالکؒ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا، اس نے کہا ’’یہ میرا بیٹا ہے، آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے ہیبت کا شکار ہے۔‘‘

اس کے بعد ابوجعفر منصور نے امام مالکؒ سے حلال و حرام کے متعلق کچھ سوالات کیے، امام مالکؒ نے اسے انتہائی عمدہ اور مضبوط جوابات دیئے، ابوجعفر بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

﴿انت واللہ اعقل الناس واعلم الناس﴾

’’خدا کی قسم! آپ لوگوں میں سب سے زیادہ دانش اور علم کے
مالک ہیں۔‘‘

امام مالکؒ نے منصور کی اس بات کی تردید کی تو وہ کہنے لگا: ’’آپ حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں، اگر اللہ نے مجھے مہلت دی تو میں ان کے اقوال کو یوں لکھوں گا جیسے مصاحف لکھے جاتے ہیں اور پھر انہیں سلطنت کے تمام علاقوں میں بھجوا دوں گا۔‘‘(۱)

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام مالکؒ سے محبت﴾

امام مالکؒ کے ایک شاگرد خلف بن عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مدینہ کے قاری ابن کثیرؒ نے امام مالکؒ کو ایک پرچہ دیا، امام

۱۔ ترتیب المدارک (۲۳۴/۱)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۹۴/۱) سیر اعلام النبلاء (۶۲/۸)

مالکؒ نے اسے پڑھا اور اپنی جائے نماز کے نیچے رکھ لیا۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چلنے لگا، آپ نے فرمایا ''بیٹھ جاؤ!'' پھر آپ نے وہ پرچہ مجھے دے کر اسے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں یہ خواب لکھا ہوا تھا کہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہیں اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ''میں نے اس منبر کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے اور مالکؒ سے کہہ دیا ہے وہ تمہیں تقسیم کر دیں گے، اس لیے مالک کے پاس جاؤ'' لوگ یہ کہتے ہوئے واپس آئے ''بتاؤ مالک تقسیم کریں گے یا نہیں!'' کسی نے جواب دیا ''جس بات کا مالک کو حکم دیا گیا ہے وہ ضرور اسے پورا کریں گے۔'' اس خواب سے امام مالکؒ پر گریہ طاری ہو گیا اور اس قدر روئے کہ میں تو انہیں روتا ہی چھوڑ آیا۔''(۱)

قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ

ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام صاحب آپ کی خلافت کے مخالف ہیں، اس نے آپ کو ستر کوڑے لگانے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت میں اور اضافہ کر دیا گویا کہ یہ کوڑے آپ کا زیور بن گئے۔

منصور جب مدینہ آیا تو اس نے جعفر کی اس حرکت کا انتقام لینے کا ارادہ کیا، امام مالکؒ نے قسم کھا کر فرمایا:

''میں تو اس کا ایک ایک کوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی خاطر معاف کر چکا ہوں۔''

مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ سزا آپ کو اس جرم میں دی گئی تھی کہ آپ نے کوئی فتویٰ اس کی چاہت کے مطابق نہیں دیا تھا۔(۲)

وفات سے قبل

امام قعنبیؒ نقل کرتے ہیں کہ میں مرض الوفات میں آپ کی خدمت میں حاضر

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۶۳/۸)

۲۔ تذکرۂ ائمہ اربعہ، ص:۲۶

ہوا، سلام عرض کر بیٹھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ امام محترم کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات جاری ہے، میں نے دلبرداشتہ ہو کر سبب دریافت کیا کہ حضرت کی تکلیف گوارا نہ تھی فرمایا:

”میری آنکھوں سے آنسو کیوں نہ بہیں، مجھ سے زیادہ رونے کا مستحق کون ہوسکتا ہے؟ میری آرزو ہے کہ جو مسئلہ بھی میں نے اپنی رائے سے بتایا ہو ہر مسئلہ کے بدلے مجھے ایک کوڑا مارا جائے، کاش میں نے اپنی رائے سے ایک مسئلہ بھی بیان نہ کیا ہوتا۔ میرے لیے یہ سہولت بھی تھی کہ جو جوابات پہلے دیئے جا چکے ہیں ان ہی پر سکوت اختیار کر لیتا۔“(۱)

﴿ہم ہی جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل﴾

امام مالکؒ زندگی کے آخری سالوں میں تقریباً گوشہ نشین ہو گئے تھے، حتیٰ کہ جمعہ و جماعت کے لیے بھی باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:

”ہر شخص کھل کر اپنا عذر بیان نہیں کرسکتا۔“(۲)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سلس البول کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ آپ اس حالت میں مسجد نبوی میں تشریف لانا پسند نہیں کرتے تھے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں فرق پڑے گا۔ فرماتے تھے:

”میں نہیں چاہتا کہ اپنی بیماری کا تذکرہ کر کے اللہ سے شکوہ کروں۔“(۳)

امام صاحبؒ نے بائیس دن تک اس بیماری کا مقابلہ کیا لیکن آخر کب تک...... وہ وقت آن پڑا جس کا سامنا ہر ذی روح کو کرنا ہے۔ قبل از وفات تشہد پڑھا اور یہ جملہ کہا ”للہ الامر من قبل و من بعد.“ 14 ربیع الاول 179ھ کو ہفتہ کے دن نفس طیبہ نے قفس عنصری کو خیر باد کہا اور انتقال کا سانحہ پیش آیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۔ تذکرہ ائمہ اربعہ، ص: ۳۰

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۹۶)

۳۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص: ۱۴۰

ابن کنانہ نے اور ابن زبیر نے غسل دیا، صاحبزادہ یحیٰ اور کاتب حبیب پانی ڈالتے تھے، وصیت کے مطابق سفید کپڑے کا کفن دیا گیا، والی مدینہ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے اور مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونے کی وہ خواہش پوری ہوئی جس کا عمر بھر انتظار رہا۔(۱)

﴿آہ! امام مالکؒ............﴾

امام محمد بن حسن شیبانیؒ بغداد میں علم و معرفت کا فیضان برسا رہے تھے، ایک شخص افتاں وخیراں حاضر ہوا، امام مالک کے انتقال پر ملال اور وفات حسرت آیات کی خبر دی، محمدؒ نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، پھر فرمایا:

﴿مصیبة ما اعظمها، مات مالک بن انس مات امیر المومنین فی الحدیث﴾

"کتنی بڑی مصیبت آپہنچی، مالک بن انسؒ کا انتقال ہو گیا حدیث کے امیرالمومنین دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

جب مسجد میں یہ خبر پھیلی تو ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل بے قرار تھا۔(۲)

امام قعنبیؒ کہتے ہیں کہ میں سفیان بن عینیہ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ کو امام مالکؒ کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ انتہائی غمگین ہوئے اور فرمایا:

﴿ماترک علی ظهر الارض مثله﴾

"روئے زمین پر ان جیسا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔"(۳)

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

......◆♦◆......

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ، ص:۱۴۰

۲۔ حوالہ مذکورہ

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۹۹)

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام ونسب:

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبدمناف قرشی مطلبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ یوں ہی ان کے تلمیذ رشید ربیع بن سلیمان مراری نے امام صاحب سے نقل کیا ہے۔(۱)

آپ کے جد امجد سائب بن عبیدؓ غزوۂ بدر میں گرفتار ہونے کے بعد اسلام لائے، بنی ہاشم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔فدیہ ادا کر کے مسلمان ہوئے لوگوں نے اس پر تعجب کیا تو کہا کہ میں نے مسلمانوں کو ان کے حق سے محروم کرنا پسند نہیں کیا ایک روایت کے مطابق وہ ظاہری شکل وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے،ا یک مرتبہ سائب بن عبید بیمار پڑے تو حضرت عمرؓ ان کی عیادت کو گئے شافع بن سائب نے اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراہقت کے زمانہ میں شرفِ ملاقات پایا ہے،آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

﴿من سعادة المرء ان يشبه اباه﴾

''یعنی آدمی کی سعادت مندی ہے کہ باپ کے مشابہ ہو۔''(۲)

امام صاحب کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابو

۱۔ تاریخ بغداد (۲/۵۷)

۲۔ الاصابۃ (۳/۶۰)،جمہرۃ انساب العرب:ص۷۳

طالب ہے، مگر خطیب بغدادی اور قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ قبیلہ بنواز د سے تھیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ازدعرب کے عنصر ہیں۔(۱)

ولادت اور بچپن:

امام صاحب کا بیان ہے کہ میں 150ھ میں ملک شام کے شہر غزہ میں پیدا ہوا، اور دو سال کی عمر میں مکہ لایا گیا یہی روایت زیادہ مشہور ہے، دوسری روایت میں ہے کہ میں عسقلان میں پیدا ہوا اور دو سال کا ہوا تو میری والدہ مجھے لے کر مکہ آئیں، ایک روایت یہ بھی ہے کہ میں یمن میں پیدا ہوا، والدہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں میرا نسب یمن میں ضائع نہ ہو جائے اس لیے دس سال کی عمر میں مجھے مکہ لے آئیں۔ امام صاحب کی والدہ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں شافعی شکم مادر میں تھے میں نے خواب دیکھا کہ مشتری ستارہ میرے جسم سے نکلا اور مصر میں گرا جس کی روشنی ہر شہر میں پہنچی۔ معبروں نے بتایا کہ ان کے بطن سے ایک عالم پیدا ہوگا جس کا علم مصر سے تمام شہروں میں عام ہوگا۔(۲)

امام صاحب یتیم تھے، ان کے والد کا انتقال ان کی پیدائش سے پہلے یا بعد میں جلد ہی ہوا اور ان کی والدہ دو سال کی عمر میں ان کو مکہ لائیں۔

امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں میری ساری توجہ دو باتوں کی طرف تھی، تیر اندازی اور تحصیل علم۔ تیر اندازی میں مجھے اتنی مہارت ہوگئی تھی کہ دس میں دس نشانہ صحیح بیٹھتا تھا، اسی زمانہ میں گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ اور تیر اندازی وشہ سواری کے موضوع پر کتاب السبق والرمی لکھی، جو اپنے موضوع پر پہلی کتاب تھی۔ اسی کے ساتھ تحصیل علم میں پورا انہماک رکھتے تھے اور یتیمی اور غربت کے باوجود رات دن پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

تعلیم کی ابتداء:

امام صاحب نے مکہ مکرمہ میں مکتب سے تعلیم کی ابتداء کی، اس کے بعد مدینہ

۱۔ ترتیب المدارک (۳۸۲/۱)، تہذیب التہذیب (۲۹/۹)

۲۔ تہذیب التہذیب (۲۶/۹)

منورہ میں علم حاصل کیا، مکہ ہی میں تیراندازی، شہ سواری کے ساتھ مکتبی تعلیم کے بعد قبیلہ بنی ہذیل میں رہ کر عربیت اور اشعارعرب میں مہارت حاصل کی، اسی کے ساتھ اپنے چچا محمد بن شافع اور مسلم بن خالد زنجی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔

امام صاحب اپنی طالب علمی کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں یتیم تھا، والدہ میری کفالت کرتی تھیں، میرے پاس معلم کی خدمت کے لیے رقم نہیں تھی، مگر ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ معلم اس کے بغیر پڑھانے پر راضی ہوگیا، وہ بچوں کو جو سبق دیتا تھا میں زبانی یاد کر لیتا تھا اور اس کی عدم موجودگی میں بچوں کو پڑھایا کرتا تھا، میری اس بات سے معلم بہت خوش ہوا اور مجھے مفت تعلیم دینے پر راضی ہوگیا۔

مکتب کی تعلیم کے بعد میں قبیلہ بنی ہذیل میں چلا گیا جو فصاحت و بلاغت میں عرب میں مشہور تھا اور سترہ سال تک اس طرح ان کے ساتھ رہا کہ سفر وحضر میں ان کا ساتھ نہیں چھوٹا، اور مکہ واپس آکر ان کے اشعار سننے لگا۔ اس زمانہ میں عربی زبان وادب اور شعروشاعری کا میرے ذوق پر غلبہ تھا، اسی دوران میں اپنے چچا اور مسلم بن خالد زنجی وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتا تھا، میں علماء کی مجلس درس میں احادیث اور مسائل سن کر یاد کر لیتا تھا، چونکہ والدہ کے پاس اتنے پیسے نہیں رہتے تھے کہ کاغذ خرید سکوں اس لیے ادھر ادھر سے ہڈیاں، ٹھیکرے اور کھجور کے پتے چن کر ان ہی پر لکھ لیا کرتا تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن اسی طرح یاد کر لیا تھا کہ اس کے تمام معانی اور مطالب مجھ پر عیاں ہوگئے تھے البتہ دو مقام سمجھ میں نہ آسکے، اور دس سال کی عمر میں موطا امام مالک یاد کر لی تھی۔(۱)

امام شافعیؒ کی علمی وسعت:

امام شافعی نے نوعمری ہی میں فقہ وفتویٰ، حدیث وتفسیر، تعبیر رویا، ایام عرب، اشعارعرب، نحو وعربیت، تیراندازی، شہ سواری میں شہرت کی حد تک کمال حاصل کر لیا تھا، اور ان کے شیوخ واصحاب اور معاصرین ان کی علمیت وصلاحیت کے معترف ہو گئے تھے، بیس سال سے کم عمر میں مسلم بن خالد زنجی نے فتویٰ دینے کی اجازت دے دی تھی، عبدالرحمٰن بن مہدی نے شہادت دی کہ شافعی صاحب فہم وفراست جوان ہیں، بشیر مریسیؒ

۱۔ سیرت اربعہ: ص ۱۴۳۔۱۴۴

نے حج سے واپسی میں بغداد آ کر اپنے دوستوں کو بتایا کہ میں نے مکہ میں ایک قریشی جوان کو دیکھا ہے، اس کی لیاقت وصلاحیت سے ڈر لگتا ہے، اس قریشی جوان سے مراد امام شافعی تھے۔

اشعار وعربیت کے مشہور عالم اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے بدوی شعراء کے اشعار کی تصحیح قریش کے جوان سے کی ہے جس کو محمد بن ادریس کہتے ہیں، سفیان عینیہ کہتے تھے کہ شافعی اپنے زمانہ کے جوانوں میں سب سے افضل ہیں اور جب ان کے یہاں تفسیر اور رویا کی کوئی بات آتی تھی تو کہتے تھے کہ اس جوان یعنی شافعی سے معلوم کرو۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے امام شافعی کو ان کی جوانی میں لکھا کہ آپ میرے لیے ایک کتاب لکھیں جس میں حدیث کے جملہ فنون، اجماع اور کتاب وسنت میں ناسخ و منسوخ کا بیان ہو تو امام شافعی نے اپنی مشہور کتاب ''الرسالۃ'' تصنیف کی۔(۱)

تشیع کا الزام اور اس کا ازالہ:

حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں دو مختلف گروہ تھے، ایک علوی دوسرا عثمانی، امام شافعی کے دور میں بھی تشاجرات صحابہ میں علوی الفکر اور عثمانی الفکر دونوں طبقے موجود تھے اور ہر بڑے شخص کے بارے میں اسی نقطۂ نظر سے کام لے کر معمولی معمولی باتوں پر اپنا فیصلہ صادر کرتے تھے، چنانچہ امام صاحب میں بھی بعض لوگوں کو تشیع کی بو باس معلوم ہوئی کیونکہ آپ حضرت علی اور آل رسول سے محبت اور تعلق ظاہر کرتے تھے۔ امام صاحب ہاشمی مطلبی ہیں، رشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ابن عم یعنی چچا زاد بھائی ہوتے ہیں، خواب میں حضرت علیؓ سے مصافحہ ومعانقہ کا شرف پایا اور ان کی انگوٹھی پہنی، ان وجوہ سے آپ حضرت علی، آل ابو طالب اور آل رسول کا احترام کرتے تھے، یہ بات بعض لوگوں کو کھٹکی اور انہوں نے اس وقت کی عام روش کے مطابق امام صاحب پر شیعت کا گمان کیا۔

ایک مرتبہ امام صاحب ایک مجلس میں گئے جہاں آل ابو طالب کے بعض اہل

---

(۱) سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۵۷

علم تھے، امام صاحب نے کہا کہ میں ان حضرات کے سامنے کلام نہیں کروں گا یہ لوگ اہل فضل وکمال ہیں۔ ایک دن ایک شخص نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، امام صاحب نے جواب دیا، سائل نے کہا کہ آپ نے حضرت علیؓ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے، امام صاحب نے فرمایا کہ تم اس مسئلہ کو حضرت علیؓ کے قول کے مطابق ثابت کرو، میں اپنا رخسار زمین پر رکھ دوں گا، اور اپنے قول سے رجوع کرلوں گا۔(۱)

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے امام شافعی سے کہا کہ آپ کے اندر تشیع کی خوبو ہے۔ آپ آل نبی سے محبت کا اظہار کرتے ہیں امام صاحب نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے کہ:

﴿لایومن احدکم حتی أکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین﴾

''تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔''

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ متقی لوگ میرے دوست اور قرابت دار ہیں اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے میں ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک رشتہ داروں سے کیوں نہ محبت کروں؟ پھر اشعار سنائے۔

یاراکباً قف بالمحصب من منی
واهتف لساکن خبیها والناهض
سحرا اذا فاض الحجیج الی منی
فیضًا کملتطم الخلیج الفائض
ان کان رفضًا حب ال محمد
فلیشهدا لثقلان انی رافضی

''سحر کو جب حجاج مزدلفہ سے منی کی طرف وادی کے سیلاب

ا۔ ترتیب المدارک (۱/۳۹۰)

طرح اڈتے ہیں اے سوار تم وادیٔ محصب میں ٹھہر کر ہر کوچ کرنے والے اور قیام کرنے والے کو پکارو اور کہو کہ اگر آل رسول کی محبت رفض ہے تو دو جہاں گواہ رہیں کہ میں راضی ہوں۔''

امام شافعیؒ، اہل علم کی نظر میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعاء منقول ہے:

﴿اللھم اھد قریشًا فان عالمھا یملا طباق الارض علما، اللھم کما اذقتھم عذابا فاذقھم نوالا﴾

''اے اللہ! قریش کو ہدایت عطا فرما، اس لیے کہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے پُر کر دے گا اے اللہ! جس طرح ان کو عذاب میں مبتلا کیا تھا اب انعام سے نواز دے۔''

ابونعیم عبدالملک بن محمد کا قول ہے کہ اس حدیث میں عالم قریش سے مراد امام شافعی ہیں، امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایسے عالم دین کو پیدا کرتا ہے جو لوگوں کو سنت کی تعلیم دیتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتا ہے، ہم نے دیکھا کہ پہلی صدی کے سرے پر عمر بن عبدالعزیز اور دوسری صدی کے سرے پر امام شافعی نے یہ خدمت انجام دی ہے۔(۱)

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ امام شافعی کے قیام مکہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں وہاں گیا، احمد بن حنبل پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ابو یعقوب اس شخص یعنی شافعی کے درس میں بیٹھو، میں نے کہا کہ میں ان کے پاس بیٹھ کر کیا کروں گا میرا ان کا سن قریب قریب ہے، کیا میں ان کی وجہ سے ابن عیینہ اور مقری کا درس چھوڑ دوں؟ احمد بن حنبل نے کہا کہ ابن عیینہ کی مجلس درس بعد میں بھی ملے گی اور شافعی کی مجلس نہیں ملے گی۔

عبداللہ بن زبیر حمیدی بیان کرتے ہیں کہ احمد بن حنبل ہمارے یہاں مکہ میں

۱۔ تہذیب التہذیب: (۹/ ۲۷)

سفیان بن عیینہ کے یہاں مقیم تھے۔

احمد بن حنبل ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ یہاں ایک قریشی عالم ہیں، میں نے نام پوچھا، انہوں نے کہا کہ یہ محمد بن ادریس شافعی ہیں، وہ بغداد میں ان کی مجلس درس میں بیٹھ چکے تھے، ان کے اصرار پر ہم لوگ شافعی کے درس میں گئے اور چند مسائل پر گفتگو ہوئی ہم اٹھے تو احمد بن حنبل نے کہا کہ آپ نے ان کو کیسا پایا؟ کیا اس قریشی عالم کے علم اور اس کے انداز بیان سے خوشی نہیں ہوئی؟ ان کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی، اور میں امام شافعی کی مجلس میں بیٹھنے لگا، اوران کی مجلس کے مقابلہ میں ان کے استاد سفیان بن عیینہ کی مجلس پھیکی پڑنے لگی، اس کے بعد میں بھی امام صاحب کے ساتھ مصر چلا گیا۔

محمد بن فضل بزاز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سال میں نے احمد بن حنبل کے ساتھ حج کیا، ہم مکہ میں ایک ہی مکان میں ٹھہرے، میں صبح کی نماز پڑھ کر احمد بن حنبل کی تلاش میں مسجد حرام کی ایک ایک مجلس درس میں گیا، دیکھا کہ احمد بن حنبل ایک بدوی جوان (شاب اعرابی) کے پاس بیٹھے ہیں، میں نے ان کے قریب جا کر کہا کہ ابوعبداللہ! آپ سفیان بن عیینہ کی مجلس چھوڑ کر یہاں بیٹھے ہیں حالانکہ وہاں ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، زیاد بن علاقہ اور تابعین موجود ہیں احمد بن حنبل نے کہا کہ خاموش رہو، اگر تم سے کوئی حدیث علو (سند عالی) سے فوت ہو جائے تو نزول (سند سافل) سے اس کو پا سکتے ہیں اور دین اور عقل میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر اس جواب کی عقل تم کو نہ ملی تو میرے خیال میں قیامت تک اس کو نہیں پاؤ گے، میں نے کتاب اللہ کا اس سے زیادہ فقیہ اور زیادہ سمجھدار نہیں پایا، میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن ادریس شافعی ہیں۔(۱)

ابوثور کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ثوری اور نخعی سے زیادہ فقیہ شافعی ہیں، ایک راوی کا بیان ہے کہ محمد بن حسن، شافعی کی جس قدر زیادہ تعظیم کرتے تھے کسی دوسرے اہل علم کی تعظیم نہیں کرتے تھے، ہلال بن علاء کا قول ہے کہ شافعی نے علم کے قفل کھول دیئے ہیں، ابن ہشام کا قول ہے کہ شافعی لغت کے معاملہ میں حجت ہیں۔ ایک مرتبہ مصر میں

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۸۰

ابن ہشام اور شافعی کے مابین مردوں کے انساب پر مذاکرہ ہوا، امام شافعی نے تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اس موضوع کو چھوڑ و ہم کو سب معلوم ہے، عورتوں کے نسب کے بارے میں ہم سے بات کرو جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو ابن ہشام خاموش ہو گئے اور بولے میں نہیں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا عالم پیدا کیا ہے۔(۱)

حلیہ ولباس:

مزنی کا بیان ہے کہ امام شافعی سے زیادہ خوبصورت آدمی میں نے نہیں دیکھا، دونوں رخسار ہلکے پھلکے تھے، جب داڑھی پر ہاتھ رکھتے تھے تو ایک قبضہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی، حنا کا خضاب استعمال کرتے تھے۔ عطریات اور خوشبو بہت زیادہ پسند تھیں۔ جس ستون سے ٹیک لگا کر مجلس درس میں بیٹھتے تھے، ایک ملازم اس پر خوشبو لگاتا تھا، طبیعت میں نفاست و نزاکت تھی۔ لباس وغذا کا خاص اہتمام کرتے تھے، قوت حافظہ کے لیے لوبان کا استعمال بہت زیادہ کرتے تھے، اس کی وجہ سے ایک مرتبہ ایک سال تک نکسیر میں مبتلا رہے۔(۲)

ملفوظاتِ امام شافعیؒ:

امام صاحب علم وفضل، عقل وفہم، حدیث وفقہ، شعر وادب، انتساب وایام میں امتیازی مقام ومرتبہ کے مالک تھے، ان کو شعر وادب اور لغت وعربیت کا خاص ذوق تھا، اشعار کہتے تھے مگر چونکہ علماء کے لیے شاعری کو مناسب نہیں سمجھتے تھے اس لیے دینی علوم کے مقابلہ میں اس کی طرف توجہ نہیں کی، خود کہتے ہیں:

ولولا الشعر بالعلماء یزری

لکنت الیوم اشعر من لبید

''اگر شعر علماء کے لیے عیب نہ ہوتا تو میں اس زمانہ میں لبید بن ربیعہ سے بڑا شاعر ہوتا۔''

۱۔ ترتیب المدارک (۱/ ۳۸۸)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۳۲۹)

نیز فرماتے ہیں کہ میں نے عربی شعر و ادب اور لغت کو دین میں تعاون کے لیے حاصل کیا ہے۔ امام صاحب کے حکیمانہ اقوال میں عربی ادب و انشاء کی حلاوت ہے اور ان میں حکمت و دانش کے ساتھ فصاحت و بلاغت کی چاشنی ہے۔

ایک آدمی نے ان سے کہا کہ فرمایئے کیا حال ہے، آپ نے جواب دیا:

﴿کیف اصبح من یطلبه الله بالقرآن والنبی صلی الله علیه وسلم بالسنة، والحفظة بما ینطق، والشیطان بالمعاصی، والدهر بصروفه، والنفس بشهواتها، و والعیال بالقوت، وملک الموت بقبض روحه﴾

''اس کی حالت کیا ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ قرآن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت کا شیطان گناہوں کا، زمانہ اپنے مصائب کا نفس اپنی خواہشوں کا، اہل و عیال روزی کا، اور ملک الموت قبض روح کا مطالبہ کرتا ہے۔''

ایک شخص کی خوبیاں یوں بیان کی ہیں:

﴿اما والله لقد کان یملا العیون جمالا، والآذان بیاناً﴾

''واللہ وہ شخص آنکھوں کو حسن و جمال سے اور کانوں کو فصاحت و بلاغت سے بھر دیتا ہے۔''

ان ادبی شہ پاروں کو سن کر ایک شخص نے دوبارہ کہنے کی گذارش کی تو امام صاحب نے کہا:

﴿اعیده. والله. علیک بلا تهاتُر منی ولا ابکات ولا تزکیةً له﴾

''ہاں تمہارے سامنے میں اس کو دہرا رہا ہوں اس میں نہ غلط بیانی ہے، نہ کسی کو خاموش کرنا ہے اور نہ اس شخص کی طرف سے صفائی دینی ہے۔''

تحصیل علم کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

﴿لایطلب هذا العلم احد بالمال، وعزالنفس فیفلح ولکن من طلبه بذلة النفس وضیق العیش وحرمة العلم افلح﴾

''یہ علم دین کوئی شخص مالداری اور عزت نفس سے حاصل کر کے کامیاب نہیں ہوسکتا، البتہ جو شخص نفس کی ذلت، فقر ومحتاجی اور علم کی حرمت کے ساتھ اس کو حاصل کرے گا، وہ کامیاب ہوگا۔''

مفتی و مجتہد اگر غلطی بھی کرے گا تو حسن نیت کی وجہ سے عنداللہ ماجور ہوگا۔ امام صاحب کہتے ہیں:

﴿ومن قال بقوله یوجر، ولکنه لایوجر علی الخطاء فی الدین لم یوجربها أحد، وانما یوجر لارادته الحق الذی اخطأه﴾

''جو عالم فتویٰ دے گا اجر پائے گا، البتہ دین میں غلطی پر اجر نہیں ملے گا اس کی اجازت کسی کو نہیں ہے اور ثواب اس لیے ملے گا کہ جو غلطی اس نے کی ہے اس میں اس کی نیت برحق تھی۔''

ایک موقع پر فرمایا کہ:

﴿الطبع ارض والعلم بذر، ولا یکون العلم الا بالطلب، فاذا کان الطبع قابلا زکا مربع العلم وتفرعت معانیه﴾

''طبیعت زمین ہے اور علم بیج ہے، اور علم طلب سے ملتا ہے، جب طبیعت قابل ہوگی تو علم کی کھیتی لہلہائے گی اور اس کے معانی اور مطالب شاخ در شاخ پھیلیں گے۔''

ایک مرتبہ طرز استدلال کے بارے میں فرمایا کہ:

﴿احسن الاحتجاج ما اشرقت معانیه، أحکمت مبانیه وابتهجت له قلوب سامعیه﴾

''بہترین استدلال وہ ہے جس کے معانی روشن اور اصول مضبوط ہوں اور سننے والوں کے دل خوش ہو جائیں۔''

طلب حاجت کے لیے امام صاحب کی یہ دعاء علماء کے درمیان مجرب ہے اور اس کی قبولیت مشہور ہے:

﴿اللّٰهُمَّ یالَطیفُ اَسْأَلُکَ اللُّطفَ فیما جَرَتْ بِہٖ المقادیرُ﴾

اس دعاء کے پڑھنے سے گمشدہ چیز مل جاتی ہے۔(۱)

علمی ماثرات:

امام شافعی صاحب تصانیف کثیرہ ائمہ دین میں سے ہیں، نوخیزی کے زمانہ میں کتاب الرسالہ جیسی اہم کتاب اصول فقہ میں لکھی، تیر اندازی اور شہ سواری کے موضوع پر اسی زمانہ میں کتابیں لکھیں آپ کے حسن تصنیف کی شہادت بڑے بڑے صاحب طراز ادباء اور انشاء پرداز دیتے تھے، جس کی آپ کو مطلق ضرورت نہیں تھی، آپ کا مقام ومرتبہ اس سے بہت بلند ہے، جاحظ نے کہا ہے:

﴿نظرتُ فی کتب الشافعی فاذا در منظوم لم ارا حسن تالیفامنه﴾

''میں نے شافعی کی کتابیں دیکھی ہیں، وہ تو گوندھے ہوئے موتی ہیں ان سے بہتر مصنف میں نے نہیں دیکھا۔''

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ فقہ میں امام صاحب کی ایک مبسوط کتاب ہے جس کو ان سے ربیع بن سلیمان اور زعفرانی نے روایت کیا ہے، یہ کتاب فلاں فلاں کتابوں پر مشتمل ہے، پھر تقریباً ایک سو چار کتب کے نام درج کیے ہیں، امام صاحب کی ان کتابوں کے مجموعہ کا نام ''کتاب الام'' ہے، اس کے علاوہ مسند شافعی وغیرہ ہیں۔(۲)

انتقال پُر ملال:

امام شافعی 150ھ میں پیدا ہوئے اور آخری رجب 204ھ پنج شنبہ کے دن

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۸۰۔۱۸۳

۲۔ الفہرست لابن ندیم: ص ۲۹۵

اور جمعہ کی رات میں مصر میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر چون سال تھی، امام صاحب اپنی وصیت کے مطابق عبداللہ بن عبدالحکم کے یہاں بیماری کے ایام میں رہے اور وہیں انتقال فرمایا، ان کے لڑکوں نے تجہیز و تکفین کی سعادت پائی اور امیر مصر نے جنازہ کی نماز پڑھائی، جبل مقطم کے قریب قرافہ صغریٰ میں دفن کیے گئے، ربیع بن سلیمان مرادی کا بیان ہے کہ میں نے تدفین سے واپسی پر راستہ میں شعبان کا چاند دیکھا تھا اور رات میں امام صاحب کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ امام صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نور کی کرسی پر بٹھایا۔ امام صاحب کے صاحبزادے عثمان کہتے ہیں کہ والد کی عمر انتقال کے وقت 58 سال کی تھی۔

ربیع کا بیان ہے کہ امام صاحب کے بعد ہم لوگ ان کے حلقۂ درس میں بیٹھے تھے، ایک اعرابی نے آ کر سلام کے بعد سوال کیا کہ:

﴿این قمر هذه الحلقه وشمسها﴾

''اس حلقہ کے شمس و قمر کہاں ہیں؟''

ہم نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا، یہ سن کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رویا اور یہ الفاظ کہہ کر چلا گیا:

﴿رحمه الله و غفرله ما كان يفتح ببيانه مغلق الحجة ويهدى خصمه واضح الحجة ويغسل من العار وجوهاً مسودة، ويوسع من الرأى ابواباً منسدة(۱)﴾

''اللہ تعالیٰ ان پر رحم اور اس کی مغفرت کرے، کس خوبی سے دلیل و حجت کی گتھیوں کو اپنے بیان سے سلجھاتا تھا، اپنے مقابل کو واضح دلیل سے ہدایت دیتا تھا شرمندہ چہروں سے عار دھوتا تھا اپنے اجتہاد سے مسائل کے بند دروازے کھولتا تھا۔''

اولاد و احفاد:

امام صاحب کی اولاد کے بارے میں ابن حزم نے لکھا ہے کہ آپ کے دو

۱۔ ترتیب المدارک: (۱/۳۹۶)

صاحبزادے تھے ایک ابوالحسن محمد جو قنسرین اور عواصم کے قاضی تھے، انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، دوسرے عثمان تھے جنہوں نے امام احمد بن حنبل سے علم حاصل کیا، اُن سے بھی اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔ اور سبکی نے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک قاضی ابوعثمان محمد اور دوسرے ابوالحسن محمد، ابوعثمان سب سے بڑی اولاد تھے، امام صاحب کی وفات کے وقت مکہ میں تھے، انہوں نے اپنے والد امام صاحب، سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق اور احمد بن حنبل سے روایت کی ہے، جزیرہ وغیرہ کے قاضی تھے، حلب میں بھی عہدہ قضاء پر رہے، ان کے تین اولاد تھی، عباس، ابوالحسن جن کا بچپن میں انتقال ہوا اور ایک لڑکی فاطمہ جس سے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا، ابوعثمان کا انتقال جزیرہ میں 240ھ میں ہوا۔ دوسرے صاحبزادے ابوالحسن محمد دنانیر نامی باندی کے بطن سے تھے، وہ بچپن میں اپنے والد یعنی امام صاحب کے ساتھ مصر آ گئے تھے اور وہیں شعبان 231ھ میں انتقال کیا۔ امام صاحب کی ایک صاحبزادی زینب تھیں جن کے بطن سے ابومحمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن عباس بن عثمان بن شافع پیدا ہوئے، اپنے والد کے ذریعہ اپنے نانا امام شافعی سے روایت کی تھی، کہتے ہیں کہ آل شافع میں امام صاحب کے بعد ان کے مثل کوئی عالم پیدا نہیں ہوا۔ ان کو اپنے نانا کی برکت حاصل تھی۔ (۱)

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

......◆◆◆......

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۸۵

﴿شاہراہ علم کا مسافر﴾

امام شافعیؒ نے مکہ مکرمہ میں مکتب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہاں کے فقہاء و محدثین سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد شعر و ادب اور ایام عرب میں کمال حاصل کیا، پھر اس کے بعد ایک بزرگ کی توجہ اور نصیحت سے مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

خود بیان فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں آل زبیر کے ایک صاحب میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے کہ یہ بات مجھے بہت گراں گزر رہی ہے کہ تم فصاحت اور ذکاوت کے ہوتے ہوئے تفقہ سے محروم رہو اور تم کو دینی سیادت حاصل نہ ہو۔ میں نے کہا "تحصیل فقہ کے لیے کس کے پاس جاؤں؟" انہوں نے کہا:

﴿هذا مالک سید المسلمین الیوم﴾

"یہ مالک جو ہیں! اس وقت تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔"

اس کے بعد میں نے محض نو راتوں میں امام مالکؒ کی کتاب "موطا" کو یاد کر لیا اور امیر مکہ سے ایک خط امام مالک اور ایک خط امیر مدینہ کے نام لیا اور مدینہ پہنچا۔ امیر مدینہ کو امیر مکہ کا خط دے کر کہا "آپ یہ خط کسی طرح امام مالک کو پہنچا کر ان کو بلائیں اور میرے بارے میں سفارش کر دیں۔" امیر مدینہ نے کہا "اچھا ہو کہ ہم خود ہی آپ کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے دروازے پر اتنی دیر بیٹھیں کہ وادئ عتیق کا گرد و غبار ہم پر پڑے، پھر اندر جانے کی اجازت ملے۔"

بہر حال عصر کے بعد امیر مدینہ اپنے چشم و خدم کو لے کر نکلا، میں بھی ساتھ تھا، ہم سب وادئ عتیق میں پہنچے جہاں امام صاحب کا مکان تھا، ہم نے ملاقات کی اجازت

چاہی تو باندی نے کہا کہ شیخ فرمار ہے ہیں ''اگر آپ کو مسائل معلوم کرنے ہیں تو ایک کاغذ پر لکھ کر بھیج دیں، میں جواب دے دوں گا۔'' امیر مدینہ نے گذارش کی کہ ایک ضرورت کے سلسلہ میں امیر مکہ نے خط لکھا ہے، باندی یہ سن کر اندر چلی گئی، کچھ دیر بعد امام مالکؒ خود تشریف لائے، امیر مدینہ نے امیر کا خط دیا، امام نے خط لے کر پڑھنا شروع کیا اور جب سفارشی عبارت پر پہنچے تو کہا:

یاسبحان الله! وصار علم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوخذ بالوسائل﴾

''سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سفارشوں کے ذریعہ حاصل کیا جانے لگا ہے۔''

میں نے محسوس کیا کہ امیر مدینہ امام مالک سے بات کرنے میں گھبراہٹ محسوس کر رہا ہے۔ لہٰذا میں خود آگے بڑھا اور عرض کی ''میں آپ کی خدمت میں ایک ضرورت لے کر آیا ہوں اور میری ساری صورتحال یہ ہے'' امام صاحب نے میری گفتگو سنی اور پھر تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتے رہے۔ میرا نام پوچھا، میں نے کہا ''میرا نام محمد ہے۔'' آپ نے فرمایا:

﴿يا محمد! اتق الله واجتنب المعاصي فانه سيكون لك شان من الشان﴾

''اے محمد! اللہ سے ڈرو اور گناہوں سے بچو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تمہیں بلند پایہ شان عطا ہونے والی ہے۔''

پھر آپ نے فرمایا:

''ٹھیک ہے، تم کل آنا اور اپنے ساتھ ایسے آدمی کو لانا جو تمہارے لیے موطا پڑھے۔''

میں نے کہا ''میں ضرور اس کی قرات کروں گا'' چنانچہ میں امام صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہو کر موطا زبانی پڑھتا تھا اور کتاب میرے ہاتھ میں ہوتی تھی، بعض اوقات امام صاحب کی ہیبت سے پڑھنا بند کر دیتا تو پڑھنے کی فرمائش کرتے تھے، اس طرح میں نے چند دنوں میں موطا پڑھ لی اور امام صاحب کی وفات تک مدینہ میں مقیم رہا۔

اس سلسلہ میں دوسری روایت مصعب بن ثابت زبیدی کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ شافعی مدینہ آنے کے بعد مسجد میں بیٹھ کر اشعار سنایا کرتے تھے، ایک دن میرے والد نے ان سے کہا ''کیا تم اپنی قریشیت کے لیے صرف اس پر راضی ہو کہ شاعر بن جاؤ؟'' امام شافعیؒ نے پوچھا ''تو پھر میں کیا کروں؟'' میرے والد نے کہا ''تم فقہ کی تعلیم حاصل کرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين﴾

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ اور تفقہ عطا کرتا ہے۔''

اس کے بعد امام شافعی امام مالکؒ کی خدمت میں پہنچے اور اخذ فیض کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ امام شافعیؒ میرے والد ثابت بن عبداللہ بن زبیر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ امام مالکؒ کہتے ہیں:

﴿امرنا والذي عليه بلدنا والذي عليه ائمة المسلمين الراشدين المهديين﴾

''ہمارا مسلک وہ ہے جس پر ہمارے شہر والے ہیں اور جس پہ ہدایت یافتہ نیک مسلمان ائمہ تھے۔''

ان کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟'' والد صاحب نے آپ کو بتایا ''دین کے بارے میں معیار اور صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پھر ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) ہیں جن کا انتقال مدینہ میں ہوا ہے۔''

اس کے بعد امام شافعیؒ نہایت انشراح کے ساتھ امام مالک کے درس میں شریک ہونے لگے۔ (۱)

﴿زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ﴾

امام مالک کی مدنی درسگاہ میں رہ کر امام صاحب نے دینی علوم میں مہارت

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۳۸۴)

حاصل کی اور وہاں سے لوٹ کر مکہ آئے تو ان کی علمی اور دینی شہرت عام ہوگئی، اس زمانہ میں یمن کا امیر مکہ مکرمہ آیا، امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے امیر یمن سے بات کی تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ یمن لے جائے مگر میری ماں کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہاں کے سفر کی تیاری کروں اور کپڑے وغیرہ بنوالوں، میں نے مجبوراً ماں کی ایک چادر سولہ دینار میں رہن رکھ کر سامان سفر مہیا کیا۔

یمن پہنچ کر امیر نے مجھے ایک مقام پر مقرر کر دیا، میں نے نہایت ذمہ داری اور سلیقہ سے مفوضہ خدمت انجام دی، اس نے خوش اور مطمئن ہو کر مجھے ترقی دی، چند دنوں کے بعد مزید ترقی دی اور میں نے حسن کارکردگی میں اچھی خاصی شہرت حاصل کر لی، اسی زمانہ میں یمن سے عمرہ کرنے والوں کا وفد رجب میں مکہ آیا اور ان لوگوں نے یہاں میرا تذکرہ نہایت اچھے انداز میں کیا جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں تعریف ہونے لگی۔

جب میں یمن سے مکہ آیا اور ابن ابی یحییٰ (ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سمعانی مدنی السلمی متوفی 184ء) کی خدمت میں پہنچا، اور سلام کر کے بیٹھ گیا، انہوں نے سخت لہجے میں مجھے ڈانٹا اور کہا کہ تم لوگ ہماری مجلس درس میں بیٹھتے ہو اور جب کسی کو کوئی کام مل جاتا ہے تو اس میں لگ جاتے ہے اس طرح کی اور باتیں کیں اور میں ان کے یہاں سے چلا آیا اس کے بعد سفیان بن عیینہ کے پاس گیا، میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے خندہ پیشانی سے مرحبا کہا، محبت سے پیش آئے اور کہا کہ ہم کو تمہارے امیر ہونے کی اطلاع مل گئی تھی، تم نے وہاں رہ کر علم دین کی اشاعت نہیں کی اور اللہ کی طرف سے تم پر جو ذمہ داری ہے اس کو پورے طور پر پورا نہیں کیا، اب وہاں نہ جانا، سفیان بن عیینہ کی نصیحت میرے لیے ابن ابی یحییٰ کی باتوں سے زیادہ کارگر ثابت ہوئی۔(۱)

﴿شاگردی کا اعتراف﴾

امام شافعی نے یمن سے واپسی پر سفیان بن عیینہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بغداد جا کر امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے فقہ کی تکمیل کی امام محمد ابوحنیفہ کے ارشد تلامذہ اور ان کے علم و تفقہ کے ترجمان و ناشر تھے، امام شافعی کا قول ہے:

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۴۷۔۱۴۸

﴿انی لاعرف الا ستاذیة علیّ لمالک ثم محمد بن الحسن﴾

''میں امام مالک پھر امام محمد کے استاد ہونے کو تسلیم کرتا ہوں۔''

امام صاحب نے امام محمد سے اپنی شاگردی اور ان کی استادی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿سمعت من محمد بن الحسن رحمه الله وقر بعير﴾

''میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بار برابر حدیث سنی ہے۔''

نیز کہتے ہیں کہ اگر لوگ فقہاء کے بارے میں انصاف سے کام لیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے محمد بن حسن جیسا فقیہ نہیں دیکھا ہے۔ میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بار کے برابر حدیثیں لکھیں ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو علم میں میری زبان اتنی نہ کھلتی، تمام اہل فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں اور اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں اور اہل کوفہ ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ فصیح و بلیغ آدمی نہیں دیکھا، جب میں ان کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن ان کی زبان میں اترا ہے، میں نے جس عالم سے کوئی فقہی و علمی سوال کیا محمد بن حسن کے علاوہ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، میں نے محمد بن حسن سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا نہیں دیکھا گویا قرآن ان پر نازل ہوا ہے۔

امام محمد بن حسن اپنے اس لائق فائق شاگرد رشید کا لحاظ ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے، اور علمی تعاون کے ساتھ بوقت ضرورت مادی تعاون بھی کرتے تھے۔ ابوعبید راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد بن حسن کی مجلس درس میں امام شافعی کو دیکھا ہے کہ انہوں نے امام محمد سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور امام محمد کا جواب امام شافعی کو بہت پسند آیا اور انہوں نے لکھ لیا، امام محمد نے ان کی اس علمی حرص کو دیکھ کر ایک سو درھم دیا اور کہا کہ:

﴿الزم ان تشتهی العلم﴾

''اگر علم کی خواہش ہے تو یہاں رہ جاؤ۔''

اس واقعہ کے بعد میں نے امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا تھا اگر امام محمد نہ ہوتے تو میری زبان علم میں نہ کھلتی۔

امام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن کی کتابوں پر ساٹھ (60) دینار خرچ کر کے ان کو حاصل کیا اور ان کے ہر مسئلے کے پہلو میں دلیل کے لیے حدیث لکھی۔

ابوحسان زیادی کا بیان ہے کہ محمد بن حسن کو میں نے اہل علم کی اتنی زیادہ تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی تعظیم شافعی کیا کرتے تھے۔ ایک دن محمد بن حسن کہیں جانے کے لیے سواری پر بیٹھ گئے تھے، اسی حال میں شافعی آ گئے محمد بن حسن فوراً مسند ملتوی کر کے گھر آ گئے اور رات گئے تک ان کے ساتھ رہے اور اس درمیان میں کسی تیسرے شخص کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔(۱)

بغداد کا ناصر الحدیث

قیام بغداد کے زمانے میں امام صاحب سے ہر طبقہ کے اہل علم نے استفادہ کیا امام صاحب دوبار بغداد آئے پہلی بار 195ھ میں گئے تھے۔ حسن بن محمد زعفرانی کا بیان ہے کہ امام صاحب 195ھ میں بغداد آئے اس وقت ان کے بالوں میں خضاب لگا ہوا تھا۔ اس بار دو سال تک یہاں مقیم رہے پھر مکہ چلے گئے اور دوبارہ 198ھ میں آئے ہمارے پاس چند مہینے ٹھہر کر واپس ہو گئے، امام صاحب کے قیام بغداد کے زمانے میں ان کی مجلس میں ادباء اور اہل علم حاضر ہو کر ان سے فصاحت و بلاغت اور حسن بیان سنتے تھے۔ میں کیا کسی نے ان کے دور میں ان جیسا عالم نہیں دیکھا۔ ابوالفضل زجاج کا بیان ہے کہ جس وقت امام شافعی بغداد میں تشریف لائے وہاں کی جامع مسجد میں چالیس پچاس علمی اور درسی حلقے جاری تھے اور امام صاحب ایک ایک حلقے میں بیٹھ کر حاضرین سے کہتے تھے قال اللہ اور قال الرسول اور وہ لوگ قال اصحابنا کہتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دنوں بعد مسجد میں ان کے حلقے کے علاوہ کوئی حلقہ باقی نہیں رہ گیا، خود امام صاحب کہتے ہیں کہ میں بغداد میں ناصر الحدیث (حدیث کا مددگار) کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۴۹-۱۵۰

امام صاحب کے قیام بغداد کے زمانہ میں امام احمد بن حنبل بڑے ادب و احترام کے ساتھ ان سے تحصیل علم کرتے تھے۔ایک مرتبہ یحییٰ بن معین نے امام احمد کے صاحبزادے صالح سے کہا کہ آپ کے والد کو شرم نہیں آتی ہے۔ میں نے ان کو شافعی کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ شافعی سواری پر چل رہے ہیں۔ اور آپ کے والد رکاب تھامے ہوئے پیدل چل رہے ہیں، صالح نے یحییٰ بن معین کی یہ بات اپنے والد احمد سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر آپ فقیہ بننا چاہتے ہیں تو شافعی کی سواری کی دوسری رکاب کو تھام لیں۔(۱)

دوسری روایت میں صالح کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب کو امام شافعی کی سواری کے ساتھ جاتے ہوئے یحییٰ بن معین نے دیکھا تو ان کے پاس کہلا بھیجا کہ ابو عبداللہ آپ شافعی کی سواری کے ساتھ چلنے کو پسند کرتے ہیں؟ والد نے اس کے جواب میں کہا کہ ابوزکریا! اگر آپ اس کے بائیں جانب چلتے تو زیادہ فائدہ میں رہتے۔(۲)

﴿مصر کے لیے رخت سفر﴾

امام شافعی بغداد میں پہلی بار 195ھ میں گئے اور وہاں دو سال رہ کر مکہ چلے آئے، اس کے بعد دوسری بار 198ھ میں گئے اور چند دن وہاں قیام کر کے 199ھ یا 201ھ میں مصر تشریف لے گئے اور تاحیات وہیں رہ کر وہیں وفات پائی، اس درمیان میں غزہ جانا بھی ثابت ہے۔ابن ندیم نے امام صاحب کی مصر میں آمد 200ھ میں لکھی ہے۔مصر جاتے وقت امام صاحب نے یہ اشعار پڑھے

اخی اریٰ نفسی تشوق ال مصر
ومن دونھا المفاوز والفقر

”بھائی میرا نفس مصر جانے کے شوق میں ہے حالانکہ اس سفر میں بڑی مشکلات ہیں۔“

۱۔ ترتیب المدارک (۱/ ۳۸۷)

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۵۲

فو اللہ ما ادری الحفظ و الغنی
اساق الیھا ام اساق الیٰ قبر

''واللہ مجھے معلوم نہیں کہ اطمینان و استغناء کے لیے وہاں جا رہا ہوں یا قبر میں جانے کے لیے۔''

چنانچہ امام صاحب کی دونوں باتیں مصر میں ظاہر ہوئیں وہاں مستغنی ہوئے اور فوت بھی ہوئے۔ سعید بن عبداللہ بن عبدالحکم مصری کا بیان ہے کہ جس وقت امام شافعی ہمارے یہاں مصر میں آئے سخت قلت اور افلاس میں تھے، میرے بھائی محمد نے بعض مالداروں سے پانچ سو دینار وصول کیے اور والد صاحب نے پانچ سو دینار دیئے۔ اس طرح ایک ہزار دینار امام صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ امام صاحب کو ابن عبدالحکم سے مصر میں خاص تعلق رہا، حتیٰ کہ ان ہی کے یہاں وفات پائی، روزانہ صبح کو ان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، اگر وہ نہ ہوتے تو دریافت کر کے ان کے پاس جاتے تھے۔

عبداللہ بن عبدالحکم مصر کے مشہور عالم اور امام مالک کے مسلک کے امام تھے، ان کے صاحبزادے محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ امام صاحب روزانہ ہمارے یہاں سے امام مالک کی کتابوں کے دو جزء لے جاتے اور دوسرے دن ان کو واپس کر کے دوسرے دو جزء لے جاتے تھے۔

ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عبدالحکم اور ان کے دونوں لڑکوں نے امام شافعی سے حدیث کی روایت کی اور ان کی کتابیں لکھیں اور اپنے لڑکے محمد کو امام صاحب کے حوالہ کر دیا۔

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں جن دنوں امام صاحب کے یہاں زیادہ آنے جانے لگا مالکی مسلک کے علماء ہمارے والد صاحب کے پاس جمع ہوئے، میرے والد امام مالک کے مسلک پر تھے، ان لوگوں نے کہا کہ ابو محمد! آپ کے صاحبزادے محمد اس شخص شافعی کے پاس آتے جاتے ہیں اور اس سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بات مالکی علماء کے مسلک سے بیزاری کی وجہ سے ہے، ان کی بات سن کر والد صاحب نے ان کو سمجھایا کہ یہ لڑکا ابھی نوجوان ہے اس کو علماء کے مختلف اقوال معلوم کرنے اور ان

میں غور وفکر کرنے کا شوق ہے اور تنہائی میں مجھ سے کہتے تھے کہ بیٹے! تم ان کے یہاں جاتے رہو اور ان کی صحبت میں رہو، اگر اس شہر سے نکل کر باہر جاؤ گے اور کسی مسئلہ میں امام مالک کا قول اشہب کی روایت سے بیان کرو گے (قال اشھب، عن مالک) تو تم سے پوچھا جائے گا کہ اشہب کون ہے؟ یہ کہہ کر حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوا اور ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس کو اشہب اور ابلق کا علم نہیں ہے۔

امام صاحب بھی اپنے اس شاگرد رشید کے ساتھ بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ مزنی کا بیان ہے کہ ہم لوگ امام شافعی سے حدیث کے سماع کے لیے جاتے تو پہلے ان کے دروازے پر بیٹھتے تھے، پھر اندر آنے کی اجازت ملتی تھی، اور محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم آتے تو اوپر چڑھ جاتے اور دیر تک امام صاحب کے پاس رہتے، بعض اوقات ان کے ساتھ کھانا کھاتے، اس کے بعد امام صاحب نیچے آ کر ہم لوگوں کو درس دیتے تھے، فراغت کے بعد محمد بن عبداللہ اپنی سواری پر جانے لگتے تو امام صاحب دیر تک ان کو دیکھتے رہتے اور تمنا کرتے کہ میرے پاس بھی ایسا ہی کوئی لڑکا ہوتا۔ (۱)

اہل علم کی توجہ کے لیے............

یونس مدنیؒ کہتے ہیں ”میں نے امام شافعیؒ سے زیادہ سمجھ اور عقل مند انسان نہیں دیکھا، ایک دن میں نے ان سے کسی مسئلہ کے بارے میں مناظرہ کیا پھر ہم اپنی مصروفیات میں مشغول ہو گئے، چند دن کے بعد مجھ سے ملے، میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

﴿یا ابو موسیٰ! الایستقیم ان نکون اخوانا وان لم نتفق فی مسالة﴾

”اے ابو موسیٰ! کیا یہ درست روش نہیں ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں اختلاف کے باوجود آپس میں بھائیوں کی طرح رہیں۔“ (۲)

علم کلام کے بارے میں امام شافعیؒ کا موقف

امام مزنیؒ فرماتے ہیں ”امام شافعیؒ سے ملاقات سے قبل میں علم کلام کا مطالعہ کیا

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۵۸۔۱۶۰

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۷)

کرتا تھا، جب امام شافعیؒ ہمارے یہاں تشریف لائے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان سے علم کلام کے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

''تو جانتا ہے کہ کہاں بیٹھا ہے؟''

میں نے کہا ''میں مسجد فسطاط میں ہوں۔''

فرمایا ''تو مسجد فسطاط میں نہیں بلکہ تاران میں ہے۔'' (تاران بحر قلزم میں ایک مقام ہے جس میں جانے والی کشتی کا بچنا ممکن نہیں)۔

پھر انہوں نے مجھ سے فقہ کا ایک مسئلہ پوچھا، میں نے جواب دیا، آپ نے میرے جواب میں نقص نکال دیا۔ میں نے دوسرا جواب دیا آپ نے اس میں بھی خرابی نکال دی، میں جب بھی کوئی جواب دیتا آپ میرے جواب میں کوئی نہ کوئی اشکال ظاہر فرما دیتے۔

پھر امام شافعیؒ نے مجھ سے فرمایا:

''یہ فقہ قرآن وسنت اور علماء کے اقوال پر مشتمل ہے، علم کلام جیسے مشکل علم میں کیا پڑنا جس میں بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ انسان گمراہی کے رستہ پر چل پڑتا ہے۔''

پس اس کے بعد سے میں نے علم کلام کو چھوڑ دیا اور علم فقہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔(۱)

مجھ کو ملی اپنی خبر مدتوں کے بعد

عبداللہ بن زبیر حمیدی بیان کرتے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ ہمارے یہاں مکہ میں سفیان بن عیینہ کے یہاں مقیم تھے، لیک دن مجھ سے کہنے لگے ''یہاں ایک قریشی عالم ہیں!'' میں نے نام پوچھا تو فرمایا ''ان کا نام محمد بن ادریس شافعی ہے۔''

امام احمد بن حنبل بغداد میں امام شافعی کی مجلس درس میں شرکت کر چکے تھے اور ان کی عظمت وجلالت علمیہ کے قائل تھے، ہم لوگ ان کے اصرار پر امام شافعی کی مجلس میں

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۲۶)

شریک ہو گئے۔ کچھ مسائل پر گفتگو ہوئی، جب مجلس برخاست ہوئی تو احمد بن حنبل نے پوچھا "آپ نے ان کو کیسا پایا؟ کیا اس قریشی عالم کے علم اور انداز بیان سے آپ نے مسرت اور خوشی محسوس نہیں کی؟"

اس کے بعد سے امام شافعیؒ کی عظمت میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں باقاعدگی سے آپ کی مجلس میں شریک ہونے لگا۔ پھر یہ حالت ہوگئی کہ ان کی مجلس کے مقابلہ میں سفیان بن عیینہ کی مجلس پھیکی محسوس ہونے لگی۔ بعد ازیں میں بھی امام صاحب کے ساتھ چلا گیا۔(۱)

﴿میں کوئی محفل نہ دیکھوں اس تیری محفل کے بعد﴾

اسحاق بن راہویہ بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی کے قیام مکہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ میری وہاں حاضری ہوئی، احمد بن حنبل پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا "اے ابو یعقوب! اس شخص یعنی شافعی کے درس میں بیٹھو!" میں نے کہا "میرا اور ان کا زمانہ قریب قریب ہے، کیا میں ان کی وجہ سے ابن عیینہ اور مقری کا درس چھوڑ دوں؟" احمد بن حنبل نے کہا "ابن عیینہ کی مجلس درس تو بعد میں بھی مل جائے گی لیکن شافعی کی مجلس پھر نہیں ملے گی۔"(۲)

﴿امام احمدؒ کی امام شافعیؒ سے محبت﴾

محمد بن فضل بزاز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے سفر میں مجھے احمد بن حنبلؒ کی ہمراہی نصیب ہوئی۔ ہم مکہ مکرمہ میں ایک ہی مکان میں ٹھہرے۔ میں صبح کی نماز پڑھ کر احمد بن حنبل کی تلاش میں مسجد حرام کی ایک ایک مجلس درس میں گیا، میں نے دیکھا کہ احمد بن حنبل ایک بدوی نوجوان کے پاس بیٹھے ہیں، میں نے ان کے قریب جا کر کہا "اے ابو عبداللہ! آپ سفیان بن عیینہ کی مجلس چھوڑ کر یہاں بیٹھے ہیں، حالانکہ وہاں ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، زیاد بن علاقہ اور دوسرے تابعین موجود

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۷۹، بحوالہ تقدستہ الجرح والتریل (۳/۲۰۲)

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۷۹، بحوالہ تقدستہ الجرح والتعدیل (۳/۲۰۲)

ہیں۔'' احمد بن حنبل نے کہا'' خاموش رہو! اگر تم سے کوئی حدیث علو (سند عالی) سے فوت ہو جائے تو نزول (سند سافل) سے اس کو پا سکتے ہو اور اس طرح تمہارے دین و دانش اور عقل کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا، لیکن اگر اس جوان کی عقل تم کو نہ ملی تو میرے خیال میں قیامت تک اس کو نہیں پا سکتے، میں نے کتاب اللہ کا اس سے زیادہ فقیہ اور زیادہ سمجھدار نہیں پایا۔'' میں نے پوچھا'' یہ کون صاحب ہیں؟'' انہوں نے بتایا کہ'' یہ محمد بن ادریس شافعی ہیں۔''(۱)

بس ایک جھلک تم کو دیکھا تھا مگر اب تک
آئینے کو حیرت ہے تصویر کو سکتا ہے
بادیدہ تر جب سے میں اٹھ کر چلا آیا
میخانے میں اس دن سے ہر جام چھلکتا ہے

امام شافعیؒ کی علمی وسعت

ایک مرتبہ مصر میں ابن ہشام اور امام شافعی کے درمیان مردوں کے انساب پر مذاکرہ ہوا، امام شافعی نے تھوڑی دیر کے بعد کہا'' اس موضوع کو چھوڑو! ہمیں سب معلوم ہے، عورتوں کے نسب کے بارے میں ہم سے بات کرو!'' جب اس موضوع پر گفتگو شروع ہوئی تو ابن ہشام نے خاموشی اختیار فرمالی، پھر فرمایا:

''میں نہیں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا عالم پیدا کیا ہے۔''(۲)

تشیع کا شبہ اور اس کی تردید

حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں دو مختلف گروہ تھے، ایک علوی اور دوسرا عثمانی۔ امام شافعیؒ کے دور میں بھی تشاجرات صحابہ میں علوی الفکر اور عثمانی الفکر دونوں طبقے موجود تھے اور ہر بڑے شخص کے بارے میں اسی نقطہ نظر سے کام لے کر معمولی معمولی باتوں پر اپنا فیصلہ صادر کرتے تھے۔ چنانچہ امام صاحب کے بارے

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۸۰، بحوالہ الجرح والتعدیل (۳/۲۰۴)

۲۔ ترتیب المدارک (۱/ ۳۸۸)

میں بھی بعض لوگوں کو تشیع کا شبہ ہوا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت علی اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق ظاہر کرتے تھے۔ امام صاحب ہاشمی اور مطلبی ہیں، رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم یعنی چچا زاد بھائی ہوتے ہیں۔ خواب میں حضرت علیؓ سے مصافحہ و معانقہ کا شرف پایا اور ان کی انگوٹھی پہنی، ان وجوہات کی بنا پر آپ حضرت علیؓ، آل ابی طالب اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد احترام فرماتے تھے، یہ بات لوگوں کو کھٹکی اور انہوں نے اس وقت کی عام روش کے مطابق امام صاحب پر شیعت کا گمان کیا۔

ایک مرتبہ امام شافعیؒ ایک مجلس میں گئے، جہاں آل ابی طالب کے بعض اہل علم تشریف رکھتے تھے۔ امام صاحب نے کہا ''میں ان حضرات کے سامنے کلام نہیں کروں گا، یہ لوگ اہل فضل و کمال ہیں۔''

ایک دن ایک شخص نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، امام صاحب نے جواب دیا تو سائل کہنے لگا ''آپ نے حضرت علیؓ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے'' امام صاحب نے فرمایا ''تم اس مسئلہ کو حضرت علیؓ کے قول کے خلاف ثابت کر دو میں اپنا رخسار زمین پر رکھ دوں گا اور اپنے قول سے رجوع کرلوں گا۔'' (۱)

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے امام شافعیؒ سے کہا ''آپ کے اندر تشیع کی بو موجود ہے، آپ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کرتے ہیں'' آپ نے فرمایا: ''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے:

﴿لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین﴾

''تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤ۔''

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''متقی لوگ میرے دوست اور قرابت دار ہیں۔''

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۷۷، بحوالہ للفہرست ابن ندیم: ص ۲۹۵

اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے، میں ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک رشتہ داروں سے کیوں نہ محبت کروں؟''

اس کے بعد آپ نے اپنے یہ اشعار سنائے

یا راکبا بالمحصحب من منی　　واهتف لساکن خبیها والناهض

سحرا اذا فاض الحجیج الی منی　　فیضا کملتطم الخلیج الفائض

ان کان رفضا حب ال محمد　　فلیشهد الثقلان انی رافض

''سحر کو جب حجاج مزدلفہ سے منیٰ کی طرف وادی کے سیلاب کی طرح امڈتے ہیں، اے سوار! تم وادئ محصب میں ٹھہر کر ہر کوچ کرنے والے اور قیام کرنے والے کو پکارو اور کہو کہ اگر آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفض (تشیع) ہے تو دو جہان گواہ ہیں کہ میں رافضی ہوں۔''(۱)

﴿امام شافعیؒ کی تواضع اور زندہ دلی﴾

امام شافعیؒ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک زندہ دل، بااخلاق اور خوش مزاج شخصیت کے حامل تھے، اپنے متعلقین اور طلبہ کی دلجوئی فرماتے اور کے ساتھ بے تکلفی کا معاملہ فرماتے، آپ کا ایک شعر اس رویے کی عکاسی کرتا ہے:

اهین لهم نفسی لا کرامهم بها　　ولن تکرم النفس التی لا تهینها

''میں خود کو اپنے طلبہ کے سامنے ان کے احترام کی وجہ سے بے حیثیت رکھتا ہوں، جو شخص خود کو نیچا نہیں کرے گا اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔''

امام شافعیؒ کے شاگرد بویطی کا قول ہے:

﴿انما کان الشافعی لیتبع اخلاق رسول الله صلی الله علیه وسلم﴾(۱)

''امام شافعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی اتباع کرتے تھے۔''

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۹۵)

اپنوں سے بے تکلفی کا یہ حال تھا کہ آپ کے شاگرد رشید زعفرانی امام صاحب کا کھانا ابتداء میں اپنے گھر میں تیار کرواتے تھے، انہوں نے امام شافعیؒ کے پسندیدہ کھانوں کی فہرست اپنی خادمہ کو دے رکھی تھی۔ ایک دن امام صاحب نے خادمہ کو بلا کر فہرست دیکھی اور اس میں اپنی پسند کے ایک کھانے کا اضافہ کر دیا۔ جب کھانا سامنے آیا تو دستر خوان پر ایک نیا کھانا دیکھا کر رشید زعفرانی کو تعجب ہوا کہ میری مرضی اور حضرت امام کی چاہت کے بغیر یہ کھانا کیسے آیا؟ خادمہ کو بلا کر فہرست دیکھی تو امام صاحب کے قلم سے اس کا اضافہ تھا، اس بے تکلفی اور یگانگت سے زعفرانی کو اس قدر خوشی ہوئی کہ باندی کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ (۱)

﴿ایک رات کی برکتیں﴾

ایک مرتبہ امام شافعی، یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل مکہ گئے اور سب حضرات ایک ہی جگہ ٹھہرے۔ جب رات ہوئی تو امام شافعی اور یحییٰ بن معین لیٹ گئے اور احمد بن حنبلؒ نماز میں مصروف ہو گئے۔

صبح کو امام شافعیؒ نے فرمایا ''آج رات میں نے مسلمانوں کے لیے دو سو مسائل حل کیے ہیں'' یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ آپ نے آج رات کیا کیا ہے؟ تو فرمایا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دو سو جھوٹے راویوں سے محفوظ کیا ہے'' احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ''میں نے نوافل میں ایک قرآن مجید ختم کیا ہے۔'' (۲)

﴿چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا﴾

قیام بغداد کے زمانہ میں ہارون رشید نے اپنے حاجب فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ محمد بن ادریس حجازی (یعنی امام شافعی) کو ابھی میرے پاس لاؤ، اس وقت وہ اپنے خاص ہم نشینوں کی مجلس میں تھا، سامنے تلوار رکھی تھی۔

۱۔ ترتیب المدارک (۳۹۳/۱)

۲۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۲۸۷

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ میں ہارون رشید کے حکم پر ڈرتے ڈرتے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین آپ کو یاد کر رہے ہیں'' میرا یہ کہنا تھا کہ فوراً بسم اللہ اور دعا پڑھتے ہوئے میرے ساتھ چل پڑے، میں آگے آگے تھا اور وہ پیچھے چل رہے تھے، محل کے دروازہ پر پہنچ کر میں اندر گیا، میرا خیال تھا کہ ہارون رشید استقبال کے لیے دروازے پر کھڑا ہوگا، میں نے امام صاحب کی آمد کی خبر دی۔ اس نے کہا ''شاید تم نے ان کو وحشت میں ڈال دیا ہے۔'' جب امام صاحب اندر تشریف لے آئے تو ان کو دیکھ کر ہارون رشید کا چہرہ روشن ہو گیا، آگے بڑھ کر مصافحہ اور معانقہ کیا اور کہا ''اے ابو عبداللہ! ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ آپ کو قاصد کے ذریعہ بلوائیں۔ ہمیں خود حاضر ہونا چاہیے تھا، اس پر ہم آپ سے معذرت کے طلبگار ہیں۔ ہم نے آپ کے لیے چار ہزار دینار (ایک روایت کے مطابق دس ہزار دینار) کے ہدیہ کا حکم دیا ہے۔'' امام صاحب نے اس خطیر رقم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہارون رشید اصرار کرتا رہا لیکن حضرت امام کسی طرح اس ہدیہ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔(۱)

حضرت علیؓ کی انگوٹھی

امام شافعیؒ اپنے ایک خواب کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ خواب میں مجھے حضرت علیؓ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھے سلام کر کے مصافحہ فرمایا اور اپنی انگوٹھی نکال کر مجھے پہنا دی، میں نے چچا سے اس خواب کا تذکرہ کیا، انہوں نے فرمایا:

''حضرت علیؓ کا مصافحہ عذاب سے امان ہے اور انگوٹھی کی تعبیر یہ ہے کہ جہاں تک حضرت علیؓ کا نام پہنچا ہے تمہارا نام وہاں تک پہنچے گا۔''(۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام شافعیؒ کے لیے دعا

امام شافعیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ''بالغ ہونے سے ایک دن پہلے مجھے خواب میں

۱۔ ترتیب المدارک (۱/۳۹۵)

۲۔ تاریخ بغداد: ص [illegible]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آواز دے رہے ہیں، میں نے عرض کی "اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا "تم کس قبیلہ سے ہو؟" میں نے کہا "یا رسول اللہ! میں آپ ہی کے قبیلہ سے ہوں۔" آپ نے فرمایا "میرے نزدیک آؤ اور اپنا منہ کھولو!" میں فوراً قریب ہوا اور اپنا منہ کھول دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کا لعاب مقدس میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا "جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت و سعادت سے نوازے۔" امام شافعیؒ اس مبارک خواب کا اثر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس کے بعد پھر مجھ سے علم حدیث اور عربی ادب میں کبھی کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی۔" (۱)

مخلوق سے خالق کی پہچان حاصل کر!

امام مزنیؒ فرماتے ہیں "جب بھی مجھے کسی مسئلہ میں الجھن پیش آتی تو میں امام شافعیؒ کی خدمت میں رجوع کرتا، ایک مرتبہ توحید کے بارے میں میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا، چنانچہ امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مصر کی مسجد میں تھے، میں نے آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور عرض کیا؟

"میرے ذہن میں توحید کے بارے میں ایک سوال پیدا ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی مجھے اس کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"تو جانتا بھی ہے کہ کہاں بیٹھا ہے؟" امام شافعیؒ نے مجھ سے ناگوار لہجہ میں سوال کیا۔

"جی ہاں!" میں نے گذارش کی۔

"تو اس مقام پر ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا، کیا تجھے کوئی ایسی روایت پہنچی جس سے معلوم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا ہو؟" امام شافعیؒ نے فرمایا:

"جی نہیں۔" میں نے عرض کیا۔

۱۔ مظاہر حق (۱/۵۷)

''کیا صحابہ نے اس بارے میں سوال کیا؟'' آپ نے فرمایا۔

''جی نہیں'' میں نے بدستور جواب دیا۔

''تجھے معلوم ہے آسمان پر کتنے ستارے ہیں؟'' آپ کا غصہ جاری تھا۔

''جی نہیں'' میں نے کہا

''کیا تجھے علم ہے کہ ان میں سیارے کتنے ہیں، کیا تو ان کی اقسام، ان کے طلوع وغروب اور ان کے مادے کے بارے میں کوئی علم رکھتا ہے؟' امام صاحب نے دریافت فرمایا۔

''جی نہیں'' میں نے گذارش کی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا ''جس چیز کو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اس کے بارے میں تجھے مکمل علم حاصل نہیں تو ان کے خالق کے بارے میں کیسے کلام کر سکتا ہے؟''

پھر آپ نے مجھ سے وضو کا ایک مسئلہ پوچھا، میں نے غلط جواب دیا، آپ نے اس مسئلہ کی چار اقسام نکالیں میں کسی کا بھی صحیح جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

''جس چیز کا تو دن میں پانچ مرتبہ محتاج ہے اس کے علم کو تو نے چھوڑ دیا اور خود کو خالق کے علم کا مکلّف بنا دیا، جب تیرے دل میں اس بارے میں کوئی سوال پیدا ہو تو اسے اللہ کی طرف پھیر دے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف متوجہ ہو جا:

والھکم الہ واحد لاالہ الا ھوا لرحمن الرحیم ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار (سے لے کر) لایت لقوم یعقلون (تک) (سورۃ البقرہ: ۱۶۳۔۱۶۴)

''تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن و رحیم ہے، بے شک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں اور دن رات کے بدلتے جانے میں............ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

پس تو مخلوق سے خالق تک راہ نمائی حاصل کر اور ایسے علم کے پیچھے نہ پڑ جس تک تیری عقل کی رسائی نہیں ہے۔"

اس کے بعد میں نے اس قسم کی بحثوں میں پڑنے سے توبہ کر لی۔"(۱)

﴿آہِ سحر گاہی............!﴾

امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان کہتے ہیں "امام شافعیؒ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا پہلے حصہ میں لکھتے تھے، دوسرے میں نماز پڑھتے اور تیسرے حصہ میں آرام فرماتے تھے۔" اس قول کو نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں "امام شافعی کے تینوں افعال نیت کے اعتبار سے عبادت ہیں۔"(۲)

حسین کرابیسیؒ فرماتے ہیں "میں نے امام شافعیؒ کی بہت سی راتیں دیکھی ہیں، آپؒ ایک تہائی رات تک قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، آپ عموماً پچاس آیت سے زیادہ کی تلاوت فرماتے تھے، جب زیادہ کرتے بھی تو سو آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ جب رحمت کی آیت پڑھتے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت آتی تو اللہ سے پناہ مانگتے، گویا کہ آپ کے لیے خوف اور امید کو جمع کر دیا گیا تھا۔"(۳)

﴿امام شافعیؒ کی سخاوت﴾

حمیدیؒ کہتے ہیں "جب امام شافعیؒ صنعاء تشریف لائے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار تھے، آپ کا خیمہ لگا دیا گیا، اتنے میں کچھ لوگ آئے اور آپ سے سوال کرنا شروع کر دیا۔ جب خیمہ اکھیڑا گیا تو آپ کے پاس ایک دینار بھی باقی نہ تھا۔"(۴)

﴿اجماع کی صحبت پر لاجواب دلیل﴾

امام مزنی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر تھے

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۳۲)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۳۶)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۳۶)

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۳۷)

کہ اتنے میں صوفیانہ لباس میں ملبوس ایک بزرگ تشریف لائے جن کے ہاتھ میں ایک عصا بھی تھا، امام شافعیؒ کھڑے ہوئے، اپنے کپڑوں کو درست کیا، بزرگ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، امام شافعیؒ ان سے مرعوب تھے اور انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے، اتنے میں شیخ نے کہا:

''میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی فرمائیے!'' امام شافعیؒ نے کہا۔

''اللہ کے دین میں حجت کیا ہے؟'' انہوں نے پہلا سوال کیا۔

''اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی قرآن مجید)'' امام صاحب نے جواب دیا۔

''اس کے علاوہ اور کیا؟'' انہوں نے دوسرا سوال کیا۔

''سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' امام صاحب نے فرمایا۔

''اس کے علاوہ اور کیا؟'' انہوں نے تیسرا سوال کیا۔

''اجماع امت'' آپ نے فرمایا۔

اس کے بعد شیخ نے کہا ''اجماع امت کا حجت ہونا آپ کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟'' امام شافعیؒ کچھ دیر غور کرتے رہے، اتنے میں شیخ بولے ''میں تجھے تین دن کی مہلت دیتا ہوں، قرآن مجید سے دلیل پیش کرسکو تو ٹھیک ورنہ دربار الٰہی میں توبہ کرو۔''

یہ سننا تھا کہ امام شافعیؒ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، آپ گھر تشریف لے گئے اور پھر تیسرے دن ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان باہر تشریف لائے، آپ کا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ورم آلود تھے آپ بیمار محسوس ہو رہے تھے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ شیخ تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، پھر گویا ہوئے: ''میرے کام کیا کیا بنا۔''

امام شافعیؒ نے فرمایا:

''جی ہاں! آپ کا کام ہو گیا ہے، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم وسآء ت مصيرًا﴾(۱)

۱۔ النساء: ۱۱۵

''جو ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد نبی کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے علاوہ کسی راستہ کی اتباع کرے گا ہم اسے اس کے رخ پر چلادیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔''

پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مومنین کے راستہ سے ہٹ جانے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے، اگر مومنین کے راستہ کی اتباع فرض نہ ہوتی تو اسے جہنم کی وعید نہ سنائی جاتی۔''

شیخ نے یہ سن کر فرمایا ''آپ نے سچ کہا۔''

امام شافعیؒ فرماتے تھے ''مسلسل تین دن تین راتیں جاگ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بعد مجھے یہ دلیل معلوم ہوئی۔'' (۱)

﴿ایک انوکھا استدلال﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے ابوعبداللہ! آپ بھڑ کے کھانے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''حرام ہے''

اس نے پوچھا ''آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟''

آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا﴾ (۲)

''جس چیز کا رسول تمہیں حکم دیں وہ لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔''

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۸۴)

۲۔ الحشر: ۷

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میرے بعد آنے والوں میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔''

یہ تو قرآن اور حدیث ہوئے، اور حضرت عمرؓ کا قول بھی سن لو کہ آپ نے بھڑ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ عقل بھی کہتی ہے کہ جس چیز کے قتل کا حکم دیا جائے اس کا کھانا بھی حرام ہے۔''(۱)

وجہِ محبت

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حماد بن سلیمان سے (جو کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور استاد ہیں) ہمیشہ بہت محبت رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ان کا ایک واقعہ معلوم ہوا تھا، وہ یہ کہ ایک دن گدھی پر سوار جا رہے تھے، اس کے ایڑی ماری وہ اور دوڑی تو اس کے جھٹکے سے حضرت حماد کے کرتے کی گھنڈی ٹوٹ گئی۔ راستہ میں ایک درزی کی دکان نظر پڑی۔ اس کو سلوانے کے لیے اترنے لگے۔ درزی نے کہا ''اترنے کی ضرورت نہیں، معمولی کام ہے، میں ابھی لگائے دیتا ہوں۔'' درزی نے کھڑے ہو کر وہ گھنڈی کرتہ میں سی دی۔ حماد نے اجرت میں ایک تھیلی دی جس میں دس اشرفیاں تھیں اور معاوضہ کی کمی کی معذرت کی۔(۲)

قدردانی

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ ایک مرتبہ سواری پر سوار ہو رہے تھے۔ ایک شخص نے جلدی سے رکاب پکڑ لی (تاکہ چڑھنے میں سہولت ہو) حضرت امام نے مجھ سے فرمایا ''میرے طرف سے اس شخص کو چار اشرفیاں دے اور کمی کی معذرت بھی کر دینا۔''(۳)

خواہش نفس کا علاج

ایک مرتبہ ایک آدمی امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ہاتھ میں

۱۔ سیر اعلام النبلاء: (۸۹/۱۰)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۳۶/۱۰)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (۳۷/۱۰)

ایک رقعہ تھا، جس میں ایک شعر کے اندر امام شافعیؒ سے ایک سوال کیا گیا تھا:

سل المفتی المکی من آل هاشم

ازا رشد وجد بامرئ کیف یصنع

''اس مکی مفتی سے سوال کر جس کا تعلق بنو ہاشم سے ہے کہ جب کسی آدمی کو کسی معاملہ میں شدت لاحق ہو جائے تو وہ کیا کرے۔''

امام شافعیؒ نے اس کے نیچے لکھا:

یداوی هواه ثم یکتم وجده

ویصبر فی کل الامور و یخضع

''اپنی خواہش نفس کا علاج کرے، اپنی کیفیت کو چھپائے، تمام امور میں صبر کرے اور اللہ کے سامنے جھک جائے۔''

اس آدمی نے وہ جواب تھاما اور چلا گیا۔ کچھ دن بعد دوبارہ حاضر ہوا، رقعہ امام شافعیؒ کی خدمت میں پیش کیا، جس میں جواب کے نیچے یہ شعر لکھا تھا:

فکیف یداوی والهویٰ قاتل الفتی

وفی کل یومٍ غصة یتجرع

''وہ اپنا علاج کیسے کرے حالانکہ خواہش نفس اچھے بھلے جوان کو مار ڈالتی ہے اور اسے ہر روز تکلیف کا گھونٹ بھرنا پڑتا ہے۔''

امام شافعیؒ نے لکھا:

فان هولم یصبر علی ما اصابه

فلیس له شئی سوی الموت انفع

''اگر وہ مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا تو موت کے علاوہ کوئی چیز اسے نفع نہیں دے سکتی۔''(۱)

﴿امام شافعیؒ کی فراست﴾

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے محترم استاذ امام شافعیؒ کی خدمت

ا۔ دیوان الامام الشافعی: ص ۵۷

میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے ایک رقعہ پیش کیا، آپ نے اسے پڑھا اور مسکرا دیئے، پھر آپ نے اس پر کچھ لکھا اور اسے واپس دے دیا، ہمیں اندازہ ہوا کہ امام شافعیؒ سے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکے، لہٰذا ہم اس آدمی کے پیچھے ہو لیے، اس سے رقعہ لے کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

سل المفتی المکی ھل فی تزاور
وضمة مشتاق الفؤا دجناح؟

''مکی مفتی سے پوچھ کہ محبوب کی زیارت کرنے اور اس سے معانقہ کرنے میں کوئی گناہ ہے؟''

اس کے نیچے امام شافعیؒ کی طرف سے جواب لکھا تھا:

اقول معاذ اللہ ان یذھب التقی
تلاصق اکباد بھن جراح

''میں کہتا ہوں: اس بات سے اللہ کی پناہ کہ زخمی دلوں کا ملنا تقویٰ کو متاثر کرے۔''

ربیع کہتے ہیں ''امام شافعی کی طرف سے اس قسم کے فتویٰ کا صدور مجھے بہت تعجب خیز معلوم ہوا، لہٰذا میں نے کہا ''اے ابوعبداللہ! آپ ایک نوجوان کو ایسا فتویٰ دے رہے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا ''اے ابومحمد! یہ ایک ہاشمی نوجوان ہے جس نے اس مہینہ (رمضان) میں شادی کی ہے اور یہ نوجوان بھی ہے، اس نے سوال کیا ہے بیوی سے جماع کیے بغیر بوس و کنار میں کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ پھر میں نے اس کو یہ فتویٰ دیا۔''

چنانچہ میں نے اس نوجوان کا پیچھا کیا اور ساری صورتحال سے آگاہی چاہی، اس نے بھی وہی بات بتائی جو امام صاحب نے فرمائی تھی، میں نے اس سے بہترین فراست کسی کی نہیں دیکھی۔'' (۱)

امام شافعیؒ کی پیشین گوئیاں اور ان کا پورا ہونا

ربیع مرادی بیان کرتے ہیں کہ ''امام شافعیؒ کے انتقال کے وقت میں ان کی

۱۔ دیوان الامام الشافعی: ص ۳۸۔۳۹

خدمت میں حاضر تھا، ان کے پاس بویطی، مزنی اور ابن عبدالحکم بھی موجود تھے، آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو باری باری دیکھا اور ہم میں سے ہر ایک کے متعلق فرمایا:

''اے ابو یعقوب (بویطی!) تم لوہے کی زنجیر اور بیڑی میں انتقال کرو گے، اور اے مزنی! تمہارے بارے میں اہل مصر چہ می گوئیاں کریں گے مگر آگے چل کر تم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقہی قیاس کرنے والے ہوں گے، اور اے محمد! (ابن عبدالحکم) تم امام مالک کے مذہب کو اختیار کر لو گے اور اے ربیع! تم میری کتابوں کی نشر و اشاعت میں میرے حق میں مفید و نافع ثابت ہو گے، اے ابو یعقوب! اٹھو اور میرا حلقہ درس سنبھال لو۔''

امام صاحبؒ کی وفات کے بعد ہم میں سے ہر ایک کو وہی حالت لاحق ہوئی جو امام صاحب نے ہمارے بارے میں فرمائی تھی، گویا کہ وہ باریک پردے کے پیچھے غیب کو دیکھ رہے تھے۔''(۱)

چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے

فقہ و حدیث اور شعر و ادب کے اس آفتاب و ماہتاب کو رجب 204ھ میں دنیائے فانی سے کوچ کر کے مقام اصلی کی طرف رخصت ہونا پڑا۔ زندگی کی چون بہاریں دیکھنا نصیب ہوئیں۔ وصیت کے مطابق بیماری کے ایام میں عبداللہ بن عبدالحکم کے یہاں رہائش پذیر رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ ان کے لڑکوں نے تجہیز و تکفین کی سعادت پائی، امیر مصر نے نماز جنازہ پڑھائی اور جبل مقطم کے نزدیک قرافۂ صغریٰ میں دفن کیے گئے۔

ربیع بن سلیمان مرادی کا بیان ہے کہ میں نے تدفین سے واپسی پر راستہ میں شعبان کا چاند دیکھا اور رات خواب میں امام شافعیؒ کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے پوچھا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمانے لگے ''اللہ تعالیٰ نے مجھے نور کی کرسی پر بٹھا دیا ہے۔''(۲)

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۶۵، بحوالہ ابن خلکان (۱/۲۰۳)

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۸۴، بحوالہ تاریخ بغداد (۲/۷۰)، ابن خلکان (۲/۲۰)

﴿ہمی جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل﴾

امام شافعیؒ کے شاگرد حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ ''امام صاحب کے بعد ہم لوگ ان کے حلقۂ درس میں بیٹھے تھے، ایک اعرابی آیا، سلام کر کے سوال کیا:

﴿این قمر هذهِ الحلقة وشمسها؟﴾

''اس مجلس کا آفتاب و ماہتاب کہاں چلا گیا؟''

ہم نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا، یہ سن کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رویا اور یہ الفاظ کہہ کر رخصت ہو گیا:

﴿رحمه الله وغفرله ما كان يفتح ببيانه مغلق الحجة ويهدى خصمه واضح الحجة ويغسل من العار وجوها مسودة ويوسع من الراى ابوابا منسدة﴾

''اللہ تعالیٰ امام کے ساتھ رحمت و مغفرت والا معاملہ فرمائے، وہ کس طرح دلیل و حجت کی گتھیوں کو عمدگی سے سلجھایا کرتے تھے، اپنے مقابل کو واضح دلیل کے ذریعہ سیدھا راستہ دکھاتے تھے، شرمندہ چہروں سے عار کو دھوتے تھے اور اپنے اجتہاد کی بنا پر مسائل کے بند دروازے کھولتے تھے۔''(۱)

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

﴿دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا﴾

امام احمد بن حنبلؒ اپنے استاد امام شافعیؒ کے لیے بہت زیادہ دعا و استغفار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے عرض کیا ''یہ شافعی کون ہیں جن کے حق میں اتنی زیادہ دعا کرتے ہیں؟'' فرمایا ''اے میرے بیٹے! شافعی دنیا کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے عافیت کے مانند تھے، کیا ان دونوں چیزوں کا بدل ہو سکتا

۱۔ ترتیب المدارک (۳۹۶/۱)

ہے؟ میں تیس سال سے سوتے وقت امام شافعیؒ کے دعاء اور استغفار کرتا ہوں۔''(۱)

امام احمد بن حنبلؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''جب تک میں امام شافعیؒ کے حلقہ درس میں نہیں بیٹھا تھا حدیث کے ناسخ ومنسوخ سے نابلد تھا۔''

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب بھی چلی سرد ہوا ہم نے تجھے یاد کیا

اللہ کی رحمت سے اُمید

امام مزنیؒ بیان کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے مرض الوفات میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے پوچھا ''طبیعت کیسی ہے؟'' فرمانے لگے ''میں اپنے بھائیوں کو الوداع کہنے والا ہوں اور دنیا سے سفر کے لیے پا بہ رکاب ہو کر اپنی بداعمالیوں سے ملنے والا ہوں، معلوم نہیں میری روح کا ٹھکانہ جنت ہوگا کہ اس کو مبارک پیش کروں یا جہنم ہوگا کہ اس کی تعزیت کروں۔''

پھر رونے لگے اور یہ اشعار پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاهبی
جعلت رجائی دون عفوک سلّما
تعاظمنی ذنبی فلما قرنته
بعفوک ربی کان عفوک اعظما
فان تنتقم منی فلست بآیسٍ
ولو دخلت نفسی بجرمی جهنما
وانی لاتی الذنب اعرف قدره
واعلم ان الله یعفو ترحما

''جب میرا دل سخت اور میری راہیں تنگ ہوگئیں تو میں نے امید کو

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۶۹، بحوالہ ابن خلکان (۲/۱۹)

آپ کے عفو ودرگزر کا زینہ بنایا۔ مجھے میرے گناہ بڑے معلوم ہوئے لیکن میرے رب! جب آپ کے عفوودرگزر میں میں نے ان کا تقابل کرایا تو آپ کا عفوان کے مقابلہ میں بڑا معلوم ہوا۔ اگر آپ مجھے میرے گناہوں کا بدلہ دیں تو بھی آپ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں اگرچہ میں اپنے گناہوں کے سبب جہنم کا سزاوار ہوں۔ میں اپنے گناہوں کی تعداد سے بخوبی واقف ہوں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ مغفرت اور رحم والے ہیں۔"(۱)

ادائیگی قرض کا اہتمام

حضرت امام شافعیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا غسل میت محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا تو انہیں اطلاع دی گئی۔ تشریف لائے اور فرمایا "ان کے حساب کا رجسٹر پہلے مجھے دکھاؤ!" رجسٹر لایا گیا اس میں حضرت امام کے ذمہ جو قرض لوگوں کا تھا وہ حساب کر کے جمع کیا۔ اس کی مقدار ستر ہزار درہم تھی۔ محمد نے فرمایا: "یہ سب قرضہ میرے ذمہ ہے" اپنی ذمہ داری کا کاغذ پر لکھ دیا اور فرمایا "میرے غسل دینے سے یہی مراد تھی۔" اس کے بعد اس سارے قرضہ کو ادا بھی کر دیا۔(۲)

.....◆♦◆.....

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۷۶)

۲۔ فضائل صدقات: ص ۱۷۷

امام شافعیؒ کا سفر نامہ

امام شافعیؒ کا مندرجہ ذیل تعلیمی سفر نامہ علماء اور اہل علم کے تذکرہ پر مشتمل ایک جامع کتاب ''العلم والعلماء'' سے لیا گیا ہے، اس کتاب میں اس سفر نامہ کو ابن حجہ کی کتاب ''ثمرات الاوراق'' سے ترجمہ کیا گیا۔ اس کے راوی امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان ہیں۔ اس کی استنادی حیثیت میں کلام کیا گیا ہے اور بعض علماء نے اس کی استنادی حیثیت کو مشکوک خیال کیا ہے، بہرحال ''العلم والعلماء'' کے اعتماد پر اسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

امام شافعی کا یہ سفر نامہ ان کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان نے روایت کیا ہے اور یہاں ابن حجہ کی کتاب ''ثمرات الاوراق'' طبع مصر سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ مکہ سے جب میں روانہ ہوا تو میری عمر چودہ برس کی تھی۔ منہ پر ابھی سبزہ نمودار نہیں ہوا تھا دو یمنی چادریں میرے جسم پر تھیں۔ ذی طویٰ پہنچا تو ایک پڑاؤ دکھائی دیا۔ میں نے صاحب سلامت کی۔ ایک بڑے میاں میری طرف بڑھے اور لجاجت سے کہنے لگے تمہیں خدا کا واسطہ ہمارے کھانے میں ضرور شریک ہو'' مجھے معلوم نہ تھا کہ کھانا نکل چکا ہے۔ بڑی بے تکلفی سے میں نے دعوت قبول کر لی۔ وہ لوگ پانچوں انگلیوں سے کھاتے تھے۔ میں نے بھی ان کی ریس کی تا کہ میرے کھانے سے انہیں گھن نہ آئے۔ کھانے کے بعد پانی پیا، اور شکر خداوندی کے ساتھ اپنے بوڑھے میزبان کا شکریہ ادا کیا۔

اب بڑے میاں نے سوال کیا تم مکی ہو؟ میں نے جواب دیا جی ہاں مکی ہوں۔ کہنے لگے قریشی ہو؟ میں نے کہا ہاں قریشی ہوں، پھر خود میں نے پوچھا چچا یہ آپ نے کیسے جانا کہ میں مکی، قریشی ہوں؟ بوڑھے نے جواب دیا ''شہری ہونا تو تمہارے لباس ہی

سے ظاہر ہے، اور قریشی ہونا تمہارے کھانے سے معلوم ہو گیا۔ جو شخص دوسروں کا کھانا بے تکلفی سے کھالیتا ہے، یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کا کھانا بھی دل کھول کے کھائیں اور یہ خصلت صرف قریش کی ہے۔"

میں نے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ بوڑھے نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر یثرب، میرا وطن ہے۔ میں نے پوچھا مدینے میں کتاب اللہ کا عالم اور سنت رسول اللہ سے فتویٰ دینے والا مفتی کون ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا بنی اصبح کا سردار، مالک بن انس صلی اللہ علیہ وسلم (امام مالکؒ)

میں نے کہا آہ خدا ہی جانتا ہے امام مالک سے ملنے کا مجھے کتنا شوق ہے، بوڑھے نے جواب دیا خوش ہو جاؤ۔ خدا نے تمہارا شوق پورا کر دیا اس بھورے اونٹ کو دیکھو یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے اسی پر تم سوار ہو گے۔ ہم اب جا ہی رہے ہیں۔ رستے بھر تمہاری ہر طرح خاطر کریں گے کوئی تکلیف ہونے نہ دیں گے اور مدینے میں مالک بن انس کے پاس تمہیں پہنچا دیں گے۔"

جلد اونٹ قطار میں کھڑے کر دیئے گئے مجھے اسی بھورے اونٹ پر بٹھایا گیا اور قافلہ چل پڑا۔ میں نے تلاوت شروع کر دی۔ مکہ سے مدینے تک سولہ قرآن ختم ہو گئے۔ ایک ختم دن میں کر لیتا تھا دوسرا رات میں۔

امام مالک سے ملاقات

آٹھویں دن نماز عصر کے بعد مدینے میں ہمارا داخلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھی، پھر قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ یہیں امام مالک دکھائی دیئے۔ ایک چادر کی تہ بند باندھے تھے دوسری چادر اوڑھے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے "مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یہ کہہ کر انہوں نے زور سے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔

یہ نظارہ دیکھ کر امام مالک بن انس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور جہاں جگہ ملی، میں

وہیں بیٹھ گیا۔ امام مالک حدیث روایت کرنے لگے۔ میں نے جلدی سے زمین پر پڑا ہوا ایک تنکا اٹھالیا مالک جب کوئی حدیث سناتے تو میں اسی تنکے کو اپنے لعاب دہن سے تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا۔ امام مالک میری یہ حرکت دیکھ رہے مگر مجھے خبر نہ تھی۔ آخر مجلس ختم ہوگئی اور امام مالک دیکھنے لگے کہ سب کی طرح میں بھی اٹھ جاتا ہوں یا نہیں میں بیٹھا ہی رہا تو امام مالک نے اشارے سے مجھے بلایا میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا ''تم حرم کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں حرم ہی کا باشندہ ہوں'' پوچھا ''مکی ہو'' میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے ''قریشی ہو؟'' میں نے کہا جی ہاں۔ فرمانے لگے سب اوصاف پورے ہیں مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے میں نے عرض کیا آپ نے میری کون سی بے ادبی دیکھی ہے؟ کہنے لگے ''میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکا لیے اپنے ہاتھ پر کھیل کر رہے تھے'' میں نے جواب دیا، کاغذ پاس نہیں تھا اس لیے آپ سے جو کچھ سنتا تھا، اسے لکھتا جاتا تھا۔ اس پر امام نے میرا ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور فرمایا ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں ہے، میں نے عرض کیا ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتا لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں، مجھے سب یاد ہو چکی ہیں امام مالک کو تعجب ہوا کہنے لگے سب نہیں ایک ہی حدیث سنا دو۔'' میں نے فوراً کہا ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے'' اور مالک ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ پوری پچیس حدیثیں سنا دیں جو انہوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں۔

امام مالک کے گھر میں

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ امام مالک نے نماز پڑھی پھر میری طرف اشارہ کر کے غلام سے کہا ''اپنے آقا کا ہاتھ تھام'' اور مجھ سے فرمایا ''اٹھو، غلام کے ساتھ میرے گھر جاؤ'' میں نے ذرا انکار نہ کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ امام مالک جو مہربانی مجھ سے کرنا چاہتے تھے میں نے بخوشی قبول کر لی۔ جب گھر پہنچا تو غلام ایک کمرے میں مجھے لے گیا اور کہنے لگا گھر میں قبلے کا رخ یہ ہے پانی کا لوٹا بھی رکھا ہے اور بیت الخلا ادھر ہے۔

تھوڑی دیر بعد خود امام مالک آ گئے۔ غلام بھی ساتھ تھا۔ اس کے ہاتھ پر ایک خوان تھا۔ مالک نے خوان لے کر فرش پر رکھ دیا۔ پھر مجھے سلام کیا اور غلام سے کہا ہاتھ دھلا۔ غلام برتن لیے میری طرف بڑھا، مگر مالک نے ٹوکا ''جانتا نہیں، کھانے سے پہلے میزبان کو ہاتھ دھونا چاہیے اور کھانے کے بعد مہمان کو'' مجھے یہ بات پسند آئی اور اس کی وجہ دریافت کی امام مالک نے جواب دیا ''میزبان کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے، اس لیے پہلے ہاتھ بھی میزبان ہی کو دھونا چاہیے، اور کھانے کے بعد آخر میں اس لیے ہاتھ دھوتا ہے کہ شاید اور کوئی مہمان آ جائے، تو کھانے میں میزبان اس کا بھی ساتھ دے سکے۔''

اب امام مالک نے خوان کھولا اس میں دو برتن تھے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں کھجوریں۔ مالک نے بسم اللہ کہی۔ میں نے بھی بسم اللہ کہی اور ہم نے کھانا ٹھکانے لگا دیا، مگر مالک بھی جانتے تھے کہ کھانا کافی نہیں ہے کہنے لگے ''ابو عبداللہ ایک مفلس قلاش فقیر، دوسرے فقیر کے لیے جو کچھ پیش کر سکتا تھا یہی تھا'' میں نے عرض کیا ''وہ معذرت کیوں کرے، جس نے احسان کیا ہے؟ معذرت کی تو قصوروار کو ضرورت ہوتی ہے۔''

امام مالک کا اخلاق

کھانے کے بعد امام مالک مکہ والوں کے حالات پوچھتے رہے اور جب رات زیادہ ہو گئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''مسافر کو لیٹ کر تھکن کم کرنا چاہیے اب تم آرام کرو۔'' میں تھکا ہوا تو تھا ہی لیٹتے ہی بے خبر سو گیا۔ پچھلے پہر کو کوٹھری پر دستک پڑی اور آواز آئی خدا کی رحمت ہو تم پر نماز'' میں اٹھ بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں، خود امام مالک ہاتھ میں لوٹا لیے کھڑے ہیں، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی، مگر وہ کہنے لگے ''ابو عبداللہ کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت فرض ہے۔''

میں نماز کے لیے تیار ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں امام مالک کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اندھیرا بہت تھا۔ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ پہاڑیوں پر دھوپ نمودار ہو گئی۔ امام مالک جس جگہ کل بیٹھے تھے اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے اور اپنی کتاب موطا میرے ہاتھ

میں دے دی۔ میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔

میں مالکؒ کے گھر آٹھ مہینے رہا۔ پوری موطا مجھے حفظ ہو گئی۔ مجھ میں اور امام مالک میں اس قدر محبت اور بے تکلفی ہو گئی تھی کہ اَن جان دیکھ کر کہہ نہیں سکتا تھا مہمان کون ہے اور میزبان کون۔

﴿عراق کا قافلہ﴾

حج کے بعد زیارت کرنے اور موطا سننے کے لیے مصر کے لوگ مدینے آئے اور امام مالک کی خدمت میں پہنچے میں نے مصریوں کو پوری موطا زبانی ہی سنا دی۔

اس کے بعد عراق والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ قبر اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا۔ خوبصورت تھا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے تھا اور اس کی نماز بھی اچھی تھی۔ قافیہ بتا رہا تھا کہ بھلا آدمی ہے اور بھلائی کی امید اس سے باندھی جا سکتی ہے میں نے نام پوچھا بتا دیا میں نے وطن پوچھا۔ کہنے لگا عراق میں نے سوال کیا عراق میں کس جگہ؟ اس نے جواب دیا کوفہ، میں نے کہا، کوفے میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم اور مفتی کون ہے؟ کہنے لگا ابو یوسف اور محمد بن حسن، جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ میں نے پوچھا عراق کو تمہاری واپسی کب ہو گی؟ اس نے جواب دیا کل صبح تڑکے۔

یہ سن کر میں امام مالک کے پاس آیا اور عرض کیا ''مکے سے طلب علم میں نکلا ہوں۔ بوڑھی (والدہ) سے اجازت بھی نہیں لی ہے۔ اب فرمائیے کیا کروں؟ بوڑھی کے پاس لوٹ جاؤں یا علم کی جستجو میں آگے بڑھوں؟''

امام مالک نے جواب دیا ''علم کے فائدے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ طالب علم کے لیے فرشتے اپنے پر پھیلا دیتے ہیں؟''

میں نے سفر کا ارادہ پکا کر لیا اور امام مالک نے راستے کے لیے میرے کھانے کا بندوبست کر دیا صبح تڑکے امام مالک مجھے پہنچانے بقیع تک آئے اور زور سے پکارنے لگے کوفے کے لیے کون اپنا اونٹ کرائے پر دیتا ہے؟'' یہ سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور

عرض کیا یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے نہ خود آپ ہی کی حالت کسی قابل ہے۔ پھر یہ کرائے کا اونٹ کیسا، امام مالک مسکرائے اور کہنے لگے ''نماز عشاء کے بعد جب تم سے رخصت ہوا تو دروازے پر دستک پڑی۔ میں باہر نکلا تو عبدالرحمان بن قاسم کھڑے تھے۔ ہدیہ لائے تھے۔ منتیں کرنے لگے کہ قبول کرلوں۔ ہاتھ میں ایک تھیلی تھما دی۔ تھیلی میں سو دینار نکلے پچاس تو میں نے اپنے بال بچوں کے لیے رکھ لیے ہیں اور پچاس تمہارے واسطے لے آیا ہوں'' پھر امام مالک نے چار دینار میں اونٹ طے کر دیا۔ باقی رقم میرے حوالے کی اور مجھے خدا حافظ کہا۔

کوفے میں

حاجیوں کے اس قافلے کے ساتھ میں روانہ ہو گیا۔ چوبیسویں دن ہم کوفے پہنچے اور عصر کے بعد میں مسجد میں داخل ہوا۔ نماز پڑھی اور بیٹھ گیا اسی دوران مجھے ایک لڑکا دکھائی دیا نماز پڑھ رہا تھا، مگر اس کی نماز ٹھیک نہ تھی۔ مجھ سے نہ رہا گیا، اور نصیحت کرنے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''میں نے کہا میاں صاحبزادے نماز اچھی طرح پڑھا کرو، تاکہ خدا تمہارے اس حسین مکھڑے کو عذاب دوزخ میں مبتلا نہ کرے۔''

لڑکے کو میری بات بری لگی۔ کہنے لگا ''معلوم ہوتا ہے تم حجازی ہو یہ سختی و خشکی حجازیوں ہی میں ہوتی ہے۔ عراقیوں جیسی نرمی و شگفتگی بھلا ان میں کہاں میں پندرہ برس سے اسی مسجد میں محمد بن حسن اور ابو یوسف کے سامنے نماز پڑھ رہا ہوں۔ ان اماموں نے تو کبھی ٹوکا نہیں اب آئے ہو تم اعتراض کرنے'' یہ کہہ کر لڑکے نے اپنی چادر غصے اور حقارت سے میرے منہ پر جھاڑ دی اینٹھتا برتا چلا گیا۔

امام محمد اور امام یوسف سے ملاقات

اتفاق سے مسجد کے دروازے ہی پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے۔ لڑکا ان سے کہنے لگا ''آپ حضرات نے میری نماز میں کبھی کوئی خرابی دیکھی ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ''خدایا کبھی نہیں'' لڑکا کہنے لگا ''مگر ہماری مسجد میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جس نے میری نماز پر اعتراض کیا ہے'' دونوں اماموں نے کہا ''تم اس شخص کے

پاس جاؤ اور سوال کرو کہ نماز میں کس طرح داخل ہوتے ہو؟'' لڑکا لوٹ آیا اور مجھ سے کہنے لگا ''اے وہ جس نے میری نماز پر حرف گیری کی ہے ذرا یہ تو بتاؤ کہ تو نماز میں کس طرح داخل ہوتا ہے؟'' میں نے جواب دیا ''دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں'' لڑکا یہ سن کر چلا گیا اور محمد بن حسن اور ابو یوسف کو میرا جواب پہنچا دیا۔ اس پر وہ سمجھ گئے کہ جواب ایسے آدمی کا ہے جس کی علم پر نظر ہے، مگر انہوں نے کہا ''پھر جا کے پوچھو وہ دونوں فرض کون ہیں اور سنت کیا ہے؟'' لڑکے نے آ کر مجھ سے یہ سوال کیا میں نے جواب دیا ''پہلا فرض نیت ہے دوسرا فرض تکبیرۂ احرام ہے اور سنت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے، لڑکے نے میرا یہ جواب بھی دونوں صاحبوں کو سنا دیا۔

اب وہ مسجد میں داخل ہوئے مجھے غور سے دیکھا اور میرا خیال ہے کہ حقیر ہی سمجھا وہ ایک طرف بیٹھ گئے اور لڑکے سے کہا ''جاؤ اور اس شخص سے کہو کہ مشائخ کے روبرو آئے'' پیغام سن کر میں سمجھ گیا کہ علمی مسائل میں میرا امتحان لیں گے میں نے لڑکے کو جواب دیا ''لوگ علم کے پاس آتے ہیں اور علم کسی کے پاس نہیں جاتا پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے مشائخ سے ملنے کی مجھے ضرورت ہی کیا ہے۔''

میرا یہ جواب پاتے ہی محمد بن حسن اور ابو یوسف اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرف بڑھے جب انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور بشاشت ظاہر کی وہ بیٹھ گے۔ میں بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا، محمد بن حسن نے گفتگو شروع کی۔ کہنے لگے ''حرم کے رہنے والے ہو؟'' میں نے جواب دیا ''جی ہاں'' کہنے لگے ''عرب ہو یا عجم کی اولاد؟'' میں نے کہا ''عرب ہوں۔'' کہنے لگے ''کون عرب ہو؟'' میں نے جواب دیا ''مطلب کی اولاد سے ہوں۔'' کہنے لگے ''مطلب کی کس اولاد سے؟'' میں نے نافع کا نام لیا، تو کہنے لگے ''امام مالک کو تم نے دیکھا ہے؟'' میں نے کہا جی ہاں امام مالک کے پاس سے آ رہا ہوں کہنے لگے ''موطا بھی دیکھی ہے؟'' میں نے کہا موطا کو حفظ بھی کر چکا ہوں!

محمد بن حسن کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی یقین نہ آیا۔ اسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا اور ابواب فقہ کا ایک مسئلہ لکھا ہر دو مسئلوں کے درمیان کافی جگہ خالی رکھی اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''ان مسائل کا جواب موطا سے لکھ دو'' میں نے کتاب

اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے مطابق سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ محمد بن حسن کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے بغور میری تحریر پڑھی پھر مڑ کر غلام کو حکم دیا ''اپنے آقا کو گھر لے جا۔''

امام محمد کے ساتھ

اس کے بعد محمد بن حسن نے مجھ سے کہا ''غلام کے ساتھ جاؤ'' میں ذرا نہ ہچکچایا اور بے تکلف اٹھ کھڑا ہوا۔ مسجد کے دروازے پر پہنچا تو غلام نے کہا ''مالک کا حکم ہے کہ آپ ان کے گھر سواری پر جائیں۔'' میں نے جواب دیا تو سواری حاضر کرلو۔ غلام نے خوب سجا سجایا خچر میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ مگر جب میں سوار ہوا تو تن کے پرانے کپڑے جنھیں چیتھڑے کہنا چاہیے نگاہوں میں بری طرح کھٹکے اور اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ غلام کوفے کے گلی کوچوں سے ہوتا ہوا محمد بن حسن کے گھر لایا۔ یہاں دروازوں پر کھڑکیوں پر گنگا جمنی نقش و نگار دیکھے اور اہل حجاز کی قابل رحم مفلسی بے اختیار یاد آ گئی۔ آنکھیں بہ نکلیں اور میں کہہ پڑا ''وائے حسرت عراق والے تو اپنے گھر سونے چاندی سے آراستہ کریں اور حجاز کی مخلوق گھٹیا گوشت کھائے اور سوکھی گٹھلیاں چوستی رہے۔''

میں رو رہا تھا کہ محمد بن حسن آ گئے۔ کہنے لگے ''بندہ خدا یہ جو کچھ تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس سے کوئی برا اثر نہ لینا یہ سب حلال کمائی کا ہے اور اس کی فرض زکوٰۃ میں کوتاہی کا خدا مجھ سے جواب نہیں طلب کرے گا۔ سالانہ پوری زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ دوست دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دشمنوں کے سینے پر سانپ لوٹتے ہیں۔''

پھر محمد بن حسن نے ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا اور اپنے کتب خانے سے امام ابو حنیفہ کی تالیف ''الکتاب الاوسط'' نکال لائے میں نے کتاب الٹ پلٹ کر دیکھی اور رات کو اسے یاد کرنا شروع کر دیا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی پوری کتاب حفظ تھی، مگر محمد بن حسن کو اس کی ذرا خبر نہ ہوئی۔

محمد بن حسن کوفے میں سب سے بڑے مفتی تھے۔ ایک دن میں ان کے دائیں طرف بیٹھا تھا کہ ایک مسئلے کا فتویٰ پوچھا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہ

یہ کہا ہے۔ میں بول اٹھا ''آپ سے سہو ہو گیا ہے۔ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کا قول وہ نہیں یہ ہے اور امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کا ذکر فلاں مسئلے کے نیچے اور فلاں مسئلے کے اوپر ہے۔'' محمد بن حسن نے فوراً کتاب منگا کر دیکھی، تو میری بات بالکل ٹھیک نکلی انہوں نے اسی وقت اپنے جواب سے رجوع کر لیا، لیکن اس واقعہ کے بعد اور کوئی کتاب مجھے نہ دی۔

کچھ دن بعد میں نے سفر کی اجازت چاہی۔ فرمانے لگے ''میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا۔'' پھر کہا ''میرے پاس جو مال و دولت موجود ہے اس میں سے آدھا تم لے لو۔'' میں نے جواب دیا ''یہ بات میرے مقاصد و ارادے کے خلاف ہے۔ میری خوشی صرف سفر میں ہے'' اس پر انہوں نے اپنے صندوق کی سب نقدی منگائی۔ تین ہزار درہم نکلے۔ سب میرے حوالے کر دیئے اور میں نے بلاد عراق و فارس کی سیاحت شروع کر دی۔ لوگوں سے ملتا جلتا رہا۔ یہاں تک کہ میری عمر اکیس برس کی ہو گئی۔

﴿ہارون رشید سے ملاقات﴾

پھر میں ہارون رشید کے زمانے میں عراق آیا۔ بغداد کے پھاٹک میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے روکا اور نرمی سے کہنے لگا، آپ کا نام؟ میں نے کہا محمد کہنے لگا، باپ کا نام؟ میں نے کہا ادریس شافعی کہنے لگا آپ مطلبی ہیں؟ میں نے اقرار کیا تو جیب سے ایک تختی نکالی اور میرا بیان اس میں قلم بند کر کے مجھے چھوڑ دیا۔

میں ایک مسجد میں پہنچا اور سوچنے لگا اس آدمی نے جو کچھ لکھا ہے دیکھنا چاہیے، اس کا انجام کیا ہو؟ آدھی رات کے بعد پولیس نے مسجد پر چھاپا مارا اور ہر ہر آدمی کو روشنی میں دیکھنا شروع کیا آخر میری باری آئی، اور پولیس نے پکار کر لوگوں سے کہا ''ڈرنے کی بات نہیں۔ جس آدمی کی تلاش تھی مل گیا ہے'' پھر مجھ سے کہا ''امیر المومنین کے حضور چلو۔''

میں نے پس و پیش نہیں کیا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور جب شاہی محل میں امیر المومنین پر میری نظر پڑی تو صاف مضبوط آواز میں نے انہیں سلام کیا۔ امیر المومنین کو میرا انداز پسند آیا۔ سلام کا جواب دیا اور فرمایا تم کہتے ہو کہ ہاشمی ہو؟'' میں نے جواب

دیا ''امیر المومنین، ہر دعویٰ کتاب اللہ میں باطل ہے'' امیر المومنین کہنے لگے ''بے شک یہ فصاحت و بلاغت، اولاد مطلب ہی کا حصہ ہے، بتاؤ کیا تم پسند کرو گے کہ مسلمانوں کا قاضی بنا کرِ تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کرلوں اور تم سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے مطابق اپنا اور میرا حکم چلایا کرو؟'' میں نے جواب دیا سلطنت میں شرکت کے ساتھ صبح سے شام تک بھی قاضی بننا مجھے منظور نہیں'' یہ سب کر امیر المومنین رو پڑے پھر فرمایا: ''دنیا کی اور کوئی چیز قبول کرو گے؟'' میں نے کہا ''جو کچھ جلد مل جائے، قبول کروں گا'' اس پر خلیفہ نے ایک ہزار درہم کا حکم دیا اور یہ رقم مجھے رخصت ہونے سے پہلے ہی مل بھی گئی۔

واپسی پر خلیفہ کے غلام اور پیش خدمت دوڑ پڑے۔ مجھے گھیر لیا اور کہنے لگے ''اپنے انعام میں سے ہمیں بھی کچھ دیجیے۔ مروت نے اجازت نہ دی کہ خدا کا جو فضل مجھ پر ہوا تھا، اس میں دوسروں کو شریک نہ کروں۔ میں نے رقم کے برابر برابر اتنے ہی حصے کیے جتنے آدمی تھے سب کو بانٹنے کے بعد مجھے بھی اتنا ہی ملا جتنا ہر ایک کو میں نے دیا تھا۔

کتاب الزعفران کی تالیف

میں پھر اسی مسجد میں لوٹ آیا جس میں اترا تھا۔ صبح کو ایک نوجوان نے نماز کی امامت کی۔ اس کی قرأت تو اچھی تھی، مگر علم کم تھا۔ نماز میں سہو ہو گیا، مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے میں نے کہا، بھائی تم نے ہماری اور اپنی سب کی نماز خراب کر دی۔ نوجوان نے پھر سے نماز پڑھائی۔ اب میں نے اس سے کہا کاغذ اور قلم و دوات لے آؤ۔ میں تمہارے لیے باب السہو لکھ دوں گا وہ فوراً سب سامان لے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ذہن بھی کھول دیا اور میں نے کتاب و سنت اور اجماع امت کے مطابق ایک کتاب لکھ دی۔ کتاب کا نام اسی شخص کے نام پر ''کتاب الزعفران'' رکھا۔ یہ کتاب چالیس جزء میں پوری ہوئی ہے۔

اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے ہارون رشید نے اصرار کر کے مجھے بحران کی زکاۃ کا تحصیل دار بنا دیا تھا۔ اسی اثناء میں حاجی حجاز سے لوٹے میں ان سے امام مالک اور اپنے وطن کے حالات معلوم کرنے چلا۔ ایک نوجوان دکھائی دیا۔ وہ اونٹ پر قبے میں

بیٹھا تھا۔ میں نے اشارے سے سلام کیا۔ اس نے شتربان کو اونٹ روکنے کا حکم دیا اور مجھ سے مخاطب ہو گیا۔ میں نے امام مالک اور حجاز کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ کہنے لگا، سب ٹھیک ہے، میں نے امام مالک کے بارے میں دوبارہ سوال کیا، تو کہنے لگا ''تفصیل کروں یا مختصر جواب دوں؟'' میں نے کہا اختصار ہی میں بلاغت ہوتی ہے۔ کہنے لگا ''تو سنو، امام مالک تندرست ہیں اور بہت دولت مند ہو گئے ہیں۔''

یہ سن کر مجھے شوق ہوا کہ فقر و فاقے میں تو دیکھ چکا ہوں، اب امام مالک کو مال و دولت میں بھی دیکھنا چاہیے، میں نے نوجوان سے کہا ''کیا تمہارے پاس اتنا روپیہ ہے کہ میرے سفر کی ضرورتیں پوری ہو جائیں؟'' اس نے جواب دیا ''آپ کی جدائی عراق والوں پر عام طور سے اور مجھ پر خاص طور سے بہت شاق ہو گی، مگر میرے پاس جو کچھ ہے، اسے اپنا ہی سمجھ کے لے لیجئے۔'' میں نے کہا سب مجھے دے دو گے، تو تم خود کس طرح زندگی بسر کرو گے؟ کہنے لگا ''اپنی وجاہت واثر سے'' یہ کہہ کر اس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور کہا ''سب نہیں لیتے تو جتنا چاہیے لے لیجیے۔'' میں نے ضرورت بھر لے لیا اور علاقۂ ربیعہ کی راہ لی۔

حجام کی بدسلوکی

جمعہ کے دن میں حران پہنچا اور فضیلت غسل یاد آ گئی۔ حمام گیا، مگر جب پانی انڈیلا تو خیال آیا، سر کے بال چکٹ کر الجھ گئے ہیں۔ حجام کو طلب کیا۔ تھوڑے بال کاٹنے پایا تھا کہ حمام میں شہر کا کوئی امیر آدمی آ گیا اور حجام کو اس کی خدمت کے لیے یاد کیا گیا۔ حجام نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور امیر آدمی کے پاس دوڑ گیا۔ پھر جب اس سے چھٹی پائی تو میرے پاس واپس آیا میں نے حجامت درست کرانے سے انکار کر دیا، مگر جب حمام سے جانے لگا، تو میرے پاس جو دینار موجود تھے، ان میں سے اکثر حجام کے ہاتھ پر رکھتے ہو کہا ''یہ لے لو، مگر خبردار کبھی کسی پردیسی کو حقیر نہ سمجھنا'' حجام نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا۔ فوراً حمام کے دروازے پر بھیڑ لگ گئی اور لوگ مجھے ملامت کرنے لگے کہ اتنی بڑی رقم حجام کو کیوں دے دی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شہر کا ایک اور امیر آدمی، حمام سے نکلا۔ اس کے سامنے سواری حاضر کی گئی، مگر بھیڑ کے سامنے میں تقریر کر رہا تھا، اس کے کان میں بھی پڑ گئی۔ سوار ہو چکا تھا، لیکن اتر پڑا اور مجھ سے کہنے لگا ''آپ شافعی ہیں؟'' میں نے اقرار کیا، تو امیر آدمی نے سواری کی رکاب میرے قریب کر دی اور عاجزی سے کہنے لگا ''برائے خدا سوار ہو جایئے؟'' میں سوار ہو گیا۔ غلام سر جھکائے آگے آگے چل رہا تھا، یہاں تک کہ امیر کا گھر آ گیا۔

امیر نے دولت پیش کی

تھوڑی دیر میں خود امیر بھی آ پہنچا اور بڑی بشاشت ظاہر کی پھر دستر خوان بچھ گیا اور ہمارے ہاتھ دھلائے گئے، مگر میں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ امیر کہنے لگا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے جواب دیا'' کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک یہ نہ بتا دو کہ تم نے مجھے پہچانا کیسے؟'' امیر نے کہا ''بغداد میں آپ نے جو کتاب لکھ کر سنائی تھی، اس کے سننے والوں میں ایک میں بھی تھا اس طرح آپ میرے استاد ہیں۔'' یہ سن کر میں نے کہا، علم دانشمندوں کا کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے پھر میں نے ایسی خوش دلی سے کھانا کھایا کہ خدا جانتا ہے اپنے جیسے اہل علم کے ساتھ کھانے ہی میں وہ خوشی نصیب ہو سکتی ہے۔

میں تین دن اس شخص کا مہمان رہا۔ چوتھے دن اس نے کہا ''حران کے اطراف میں میرے چار گاؤں موجود ہیں اور یہ گاؤں ایسے ہیں کہ پورے علاقے میں ان کی نظیر نہیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ آپ یہاں رہ جائیں تو سب گاؤں آپ کی خدمت میں ہدیہ ہیں۔'' میں نے جواب دیا سب گاؤں مجھے دے دو گے تو خود تمہاری گزر بسر کیسے ہو گی؟ کہنے لگا ''آپ وہ صندوق دیکھتے ہیں (اور اس نے صندوقوں کی طرف اشارہ کیا) ان میں چالیس ہزار درہم موجود ہیں اس رقم سے میں کوئی تجارت کر لوں گا'' میں نے کہا لیکن خود مجھے یہ منظور نہیں۔ میں نے اپنا وطن محض تحصیل علم کے لیے چھوڑا ہے نہ کہ دولت کمانے کے لیے۔ وہ کہنے لگا یہ تو سچ ہے، مگر مسافر کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہی ہے گاؤں نہ سہی، نقد ہی قبول کر لیجیے۔

اس پر میں نے چالیس ہزار کی وہ پوری رقم لے لی۔ اسے خدا حافظ کہا اور حران سے اس حال میں روانہ ہوا کہ آگے پیچھے بوجھ لدے جا رہے تھے۔ رستے میں اصحاب حدیث ملے ان میں احمد بن حنبل، سفیان بن عینیہ اور اوزاعی بھی تھے۔ میں نے ہر ایک کو اس قدر دیا، جتنا اس کے مقدر میں تھا۔

امام مالک کی امارت

جب میں شہر رَملہ پہنچا تو میرے پاس اس چالیس ہزار میں سے صرف دس دینار باقی تھے۔ میں نے کرائے پر سواری لی اور حجاز کو روانہ ہو گیا۔ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آخر ستائیسویں دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ) پہنچ گیا نماز عصر کے بعد میرا داخلہ ہوا تھا۔ مسجد میں نماز پڑھی اب کیا دیکھتا ہوں، لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے کرسی پر بیش بہا قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور تکیے پر لکھا ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ."

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مالک بن انسؒ "باب النبی" صلی اللہ علیہ وسلم سے آتے دکھائی دے۔ پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی اور امام مالک کے ساتھ چار سو یا اس سے بھی زیادہ کا مجمع تھا۔ چار آدمی ان کے جبے کے دامن اٹھائے چل رہے تھے امام مالک اپنی مجلس میں پہنچے تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔

امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے اور جراح عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا۔ مجھ سے رہا نہ گیا، اور میں نے قریب کے آدمی کے کان میں کہا، اس مسئلے کا یہ جواب ہے۔ اس شخص نے میرا بتایا ہوا جواب اونچی آواز سے سنا دیا، مگر امام مالک نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور شاگردوں سے جواب کے طالب ہوئے شاگردوں کے سب جواب غلط تھے۔ امام مالک نے کہا، تم غلطی پر ہو۔ پہلے ہی آدمی کا جواب صحیح ہے، یہ سن کر وہ جاہل بہت خوش ہوا۔ امام مالک نے دوسرا مسئلہ پیش کیا۔ جاہل میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے پھر جواب بتا دیا۔ اس دفعہ بھی امام مالک کے شاگرد صحیح جواب نہ دے سکے اور اس جاہل کی زبانی میرا ہی جواب ٹھیک نکلا۔

تب تیسرے مسئلے پر بھی یہی صورت پیش آئی، تو امام مالک اس جاہل کی طرف

متوجہ ہوئے اور کہا یہاں آ ؤ۔ وہ جگہ تمہاری نہیں ہے'' آدمی امام مالک کے پاس پہنچا تو انہوں نے سوال کیا ''تم نے موطا پڑھی ہے؟'' جاہل نے جواب دیا، نہیں امام مالک نے پوچھا ''ابن جریج کے علم پر تمہاری نظر ہے؟'' اس نے پھر کہا نہیں۔ امام مالک نے پوچھا ''جعفر بن محمد صادق سے ملے ہو؟'' کہنے لگا نہیں اب تو امام مالک کو تعجب ہوا کہنے لگے پھر یہ علم تمہیں کہاں سے ملا؟'' جاہل نے جواب دیا ''میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا تھا اور وہی مجھے ہر مسئلے کا جواب بتا رہا تھا۔''

اب تو امام مالک نے میری طرف گردن پھیری دوسروں کی گردنیں بھی اٹھ گئیں اور امام مالک نے اس جاہل سے کہا جاؤ اور نوجوان کو میرے پاس بھیج دو، میں امام مالک کے پاس پہنچا اور اسی جگہ بیٹھ گیا، جہاں سے جاہل اٹھا تھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا ''شافعی ہو؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں شافعی ہوں۔ امام مالک نے مجھے گھسیٹ کر سینے سے لگا لیا۔ پھر کرسی سے اتر پڑے اور کہا ''علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں تم اسے پورا کرو۔'' میں نے حکم کی تعمیل کی اور جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کیے، مگر کوئی آدمی بھی جواب نہ دے سکا۔

امام مالک کی سیر چشمی

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام مالک نے میری پیٹھ ٹھونکی۔ پھر اپنے گھر لے گئے۔ پرانے کھنڈر کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی میں بے اختیار رونے لگا یہ دیکھ کر امام مالک نے کہا ''ابو عبد اللہ تم روتے کیوں ہو؟ شاید سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کے چلنے آخرت تج دی ہے!'' میں نے جواب دیا ''جی ہاں یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوا تھا'' کہنے لگے ''تمہارا دل مطمئن رہے! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو، ہدیہ ہے خراسان سے مصر سے، دنیا کے دور دور گوشوں سے ہدیوں پر ہدیے چلے آرہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور صدقہ رد کر دیتے تھے۔ میرے پاس اس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں۔ غلام بھی اتنے ہی ہیں اور معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اب یہ سب میری طرف سے

تمہارے لیے ہدیہ ہے۔ صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں اس کی سالانہ زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ اس میں سے بھی آدھی رقم تمہاری ہے۔''

میں نے کہا'' دیکھئے آپ کے بھی وارث موجود ہیں اور میرے بھی وارث زندہ ہیں۔ آپ نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کی تحریر ہو جانا چاہیے۔ تحریر سے میری ملکیت مسلم ہو جائے گی اگر میں مر گیا تو اس سب کو آپ کے وارث نہ لے سکیں گے بلکہ میرے وارثوں کو مل جائے گا۔ اسی طرح خدانخواستہ آپ کی وفات ہوگئی، تو بھی یہ آپ کے وارثوں کا نہیں، میرا ہو جائے گا۔''

یہ سن کر امام مالک مسکرائے اور فرمایا'' یہاں بھی علم ہی سے کام لیتے ہو؟'' میں نے جواب دیا'' علم کے استعمال کا اس سے بہتر موقعہ اور کون ہوسکتا ہے؟'' امام مالک نے رات ہی میں تحریر مکمل کردی۔

امام مالک کا تقویٰ

صبح میں نے نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد سے ہم اس حال سے گھر لوٹے کہ میرا ہاتھ امام مالک کے ہاتھ میں تھا اور امام مالک کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے ہیں، گھوڑوں کی کونچیں، کیا بتاؤں کیسی حسین تھیں میرے منہ سے نکل گیا'' ایسے خوبصورت پاؤں تو میں نے کبھی دیکھے نہیں'' امام مالک نے فوراً جواب دیا'' یہ سب سواریاں بھی تمہارے لیے ہدیہ ہیں'' میں نے عرض کیا'' کم سے کم ایک جانور تو اپنے لیے رہنے دیجئے'' اس پر مالک نے جواب دیا '' مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو میری سواری اپنی ٹاپوں سے روندے جس کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔''

یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ دولت کی اس بہتات میں بھی امام مالک کا تقویٰ بدستور باقی ہے۔

وطن کو واپسی

تین دن امام مالک کے گھر میں قیام رہا۔ پھر میں مکہ کو روانہ ہو گیا۔ مگر اس حال

سے کہ خدا کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال و متاع کے بوجھ آگے آگے جا رہے تھے میں نے ایک آدمی پہلے سے مکے بھیج دیا تھا کہ واپسی کی خبر پہنچا دے، اسی لیے جب حدود حرم پر پہنچا تو والدہ عورتوں کے ساتھ دکھائی دیں۔ انہوں نے مجھے گلے لگایا۔ پھر ایک اور بڑھیا نے یہی کیا میں اس بی بی سے مانوس تھا اور اسے خالہ کہا کرتا تھا۔ بڑھیا نے مجھے چمٹاتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

مالک اجتاحت المنایا

کل فواد علیک ام

''موت تیری ماں کو بہا نہیں لے گئی مامتا میں ہر دل تیرے لیے ماں ہے۔''

یہ پہلا بول تھا، جو مکے کی سرزمین پر میرے کانوں نے سنا۔ پھر میں نے آگے بڑھنا چاہا، مگر وہ کہنے لگیں ''کہاں؟'' میں نے کہا، گھر چلیں۔ انہوں نے جواب دیا کل تو مکے سے فقیر کی صورت میں گیا تھا اور آج امیر بن کے لوٹا ہے۔ تا کہ اپنے چچیرے بھائیوں پر گھمنڈ کرے۔ میں نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں؟ کہنے لگیں ''منادی کر دے کہ بھوکے آئیں اور کھائیں پیدل آئیں اور سواری لے جائیں، ننگے آئیں اور کپڑا پہن جائیں، اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو رہے گی اور آخرت کا ثواب اپنی جگہ رہے گا۔''

میں نے ان کے حکم پر عمل کیا اس واقعہ کی شہرت دور دور پھیلی۔ امام مالک نے بھی سنا اور میری ہمت افزائی کی کہلا بھیجا ''جتنا دے چکا ہوں، اتنا ہی ہر سال تمہیں بھیجتا رہوں گا۔''

مکے میں میرا داخلہ اس حال میں ہوا کہ ایک خچر اور پچاس دینار کے سوا اس دولت میں سے میرے پاس کچھ باقی نہ تھا، جو ساتھ آئی تھی راہ میں اتفاق سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ ایک کنیز نے جس کی پیٹھ پر مشک تھی، لپک کر اٹھا لیا اور میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس کے لیے پانچ دینار نکالے یہ دیکھ کر والدہ نے کہا ''یہ تو کیا کر رہا ہے؟'' میں نے کہا عورت کو انعام دینا چاہتا ہوں۔ والدہ نے کہا ''جو کچھ تیرے پاس ہے سب دے دے۔''

میں نے یہی کیا اور مکے میں پہلی رات بسر کرنے سے پہلے ہی میں مقروض ہو گیا، لیکن امام مالکؒ میرے پاس وہ سب بھیجتے رہے جو مدینے میں انہوں نے مجھے دیا تھا۔ گیارہ برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر جب امام مالک کا انتقال ہو گیا تو حجاز کی سرزمین مجھ پر تنگ ہوگئی اور میں مصر چلا آیا۔ یہاں خدا نے عبداللہ بن حکم کو میرے لیے کھڑا کر دیا اور وہ میری تمام ضرورتوں کے کفیل ہو گئے۔

یہ ہے میرے سفر کی روداد، اے ربیع تو اسے اچھی طرح سمجھ!۔(۱)

......◆◆◆......

۱۔ العلم والعلماء: ص ۲۶۴ تا ۲۷۹

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ

نام ونسب:

امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حیان بن عبداللہ بن انس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبانی بن ذھل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل شیبانی مروزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔(۱)

14ھ میں حضرت عمرؓ کے حکم ومشورے سے حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے بصرہ آباد کیا، جہاں عرب کے مختلف قبائل آ کر آباد ہوئے ان میں بنی شیبان بن ذہل کی ایک شاخ بنو مازن بھی تھی جس سے امام احمد بن حنبل کا نسبی وخاندانی تعلق تھا، جب آپ بصرہ جاتے تھے تو اکثر اپنے خاندان کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے، عبداللہ بن رومی کا بیان ہے کہ میں بصرہ میں احمد بن حنبل کو اکثر دیکھتا تھا کہ بنی مازن کی مسجد میں آتے تھے اور نماز پڑھتے تھے ایک مرتبہ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو بتایا کہ یہ میرے آباءواجداد کی مسجد ہے۔(۲)

جب خراسان کا ملک فتح ہوا اور وہاں کے شہر مَرْ وَ میں عرب کے قبائل آباد کیے گئے اور ان کو وہاں جاگیر اور زمین دی گئی تو آپ کے خاندان والے بھی مرو میں آباد ہو گئے اور وہیں مستقل بود وباش اختیار کر لی۔ ابوزرعہ رازی کا بیان ہے:

﴿احمد بن حنبل اصله بصری وخطته بمرو﴾(۳)

''احمد بن حنبل بصری الاصل میں اور مرو میں ان کا خطہ اور مکان تھا۔''

۱۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۱۶

۲۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۱۹

۳۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۱۴

امام صاحب کے دادا حنبل بن ہلال سرخس کے امیر و حاکم تھے، جو اس زمانہ کی سیاست میں نمایاں شخصیت کے مالک تھے۔ ایک مرتبہ مسیّب بن زہیر ضبی امیر بخارا نے ان کو اور ابو النجم اسحاق بن عیسیٰ سعدی کو سزا دی کیونکہ ان لوگوں نے لشکر میں سازش کر کے ہنگامہ کرایا تھا۔

امام صاحب کی والدہ بھی قبیلہ بنی شیبان سے تھیں، ان کا نام صفیہ بنت میمونہ بنت عبدالملک شیبانی تھا، نانا کا نام عبدالملک بن سوادہ بن ہند تھا، وہ قبیلہ شیبانی کے اعیان واشراف میں سے تھے، ان کے یہاں مرو میں عرب کے قبائل آتے تھے اور وہ ان کی دعوت و مدارات کیا کرتے تھے، امام صاحب کے والد مرو میں ان ہی کے یہاں رہتے تھے اور ان کی صاحبزادی سے شادی کر لی تھی۔ (۱)

ان کے بارے میں کتابوں میں جندی اور قائد کی تصریح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی مقام میں امیر لشکر کے عہدہ پر تھے۔

ولادت اور بچپن:

امام صاحب کے والد کسی وجہ سے مرو سے ترک وطن کر کے 164ھ کے حدود میں بغداد چلے آئے، اس وقت امام صاحب شکم مادر میں تھے۔ ربیع الاول 164ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، جیسا کہ خود آپ کا بیان ہے۔ بغداد آنے کے بعد جلد ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی اور امام بچے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے نہ اپنے والد کو دیکھا نہ دادا کو دیکھا اور والدہ نے میری تربیت کی۔ (۲)

ماں نے اپنے اس یتیم بچے کو بڑے اہتمام اور پیار و محبت سے تعلیم و تربیت دی بچہ بھی اپنی والدہ سے نہایت سعادت مندی اور احترام کے ساتھ پیش آتا تھا، 186ھ میں دریائے دجلہ میں زبردست سیلاب آیا تھا اس وقت امام صاحب کی عمر بائیس سال کی تھی ان ہی ایام میں ملک رے کے محدث جریر بن عبدالحمید بغداد آئے، امام صاحب

۱۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۱۹

۲۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۱۴۔۱۵

کے ساتھی حدیث کی روایت کے لیے اس سیلاب میں ان کے یہاں پہنچے مگر امام صاحب اس لیے نہ جاسکے کہ والدہ نے اجازت نہ دی۔

اسی طرح جب امام صاحب صبح کو اندھیرے میں کسی محدث کے یہاں جانا چاہتے تھے والدہ غایت شفقت و محبت کی وجہ سے جانے نہیں دیتی تھیں، خود بیان کرتے ہیں کہ:

﴿کنت ربما اردت البکور فی الحدیث فتا خذ امی بثیابی وتقول حتی یوذن الناس، اوحتی یصبحوا و کنت ربما بکرت الی مجلس ابی بکر بن عیاش وغیرہ﴾(۱)

''بسا اوقات میں منہ اندھیرے حدیث پڑھنے کا ارادہ کرتا تھا مگر میری ماں میرے کپڑے پکڑ کر کہتی تھی کہ صبح ہونے دو اس کے باوجود میں بسا اوقات منہ اندھیرے ابوبکر بن عیاش کی مجلس درس میں پہنچ جاتا تھا۔''

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی والدہ زیادہ دنوں تک زندہ رہیں اور اپنے لڑکے کو نہایت محبت و شفقت سے تعلیم و تربیت دی اور دلائی۔

تعلیم و تربیت:

امام صاحب بچپن سے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے لگے تھے اور اسی زمانہ میں ان کی شرافت، نیکی نفسی اور بزرگی کا شہرہ ہو گیا تھا ابو عفیف راوی کا بیان ہے:

﴿کان فی الکتاب معنا وھو غلیم نعرف فضلہ﴾

''احمد بن حنبل مکتب میں ہمارے ساتھ تھے، وہ اس وقت بہت چھوٹے تھے اور ہم طلبہ ان کی بزرگی سے واقف تھے۔''

اس زمانہ میں خلیفہ مقام رقہ میں تھا اور بغداد کے اعیان و اشراف اس کے ساتھ وہاں مقیم تھے، وہ لوگ اپنے گھروں کو خط لکھتے تھے، ان کی عورتیں مکتب کے معلم

۱۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۲۶

کے یہاں کہلا بھیجتی تھیں کہ احمد بن حنبل کو بھیج دو تا کہ وہ ہمارے خطوط کے جواب لکھ دیں وہ سر نیچا کیے گھروں میں جاتے تھے اور ان کے خطوط لکھتے تھے، بعض اوقات کوئی نامناسب بات ہوتی تو اس کو نہیں لکھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک امیر نے امام صاحب کے چچا کو خط لکھا اور انہوں نے جواب لکھ کر ان کو یہ کہہ کر دے دیا کہ قاصد آئے تو یہ خط اس کو دے دینا، قاصد نے جواب کا تقاضا کیا تو چچا نے کہا میں نے جواب لکھ کر احمد کو دے دیا تھا اس نے تم کو دیا ہوگا، پھر امام صاحب کو بلا کر دریافت کیا تو امام صاحب نے کہا کہ اس میں فلاں بات نامناسب تھی اس لیے میں نے اس کو طاق پر رکھ دیا۔

خلیفہ کے قیام رقہ کے زمانہ میں داؤد بن بسطام نے امام صاحب کے چچا کو لکھا کہ آج کل بغداد کی خبر نہیں مل رہی ہے۔ میں خلیفہ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، چچا نے داؤد بن بسطام کا جواب لکھ کر امام کو دے دیا۔ جب ان کو بلا کر معلوم کیا تو بتایا کہ میں ایسی خبروں کو وہاں پہنچاؤں گا؟ میں نے وہ خط پانی میں ڈال دیا ہے۔ جب ابن بسطام کو اس کی خبر ملی تو کہنے لگا کہ:

﴿هذا غلام يتورع فكيف نحن﴾

''یہ لڑکا متقی بنے گا تو ہم کیا کریں گے۔''

ابوسراج کہتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبل کے حسن سیرۃ و شرافت پر تعجب کر کے کہتے تھے کہ میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر کافی دولت خرچ کرتا ہوں، ان کے لیے معلم و مؤدب مقرر کرتا ہوں تا کہ وہ ادب سیکھیں مگر ان کو کامیاب نہیں پا رہا ہوں اور یہ احمد بن حنبل یتیم لڑکا ہے دیکھ کیسا اچھا چل رہا ہے۔ (۱)

اہل علم کا اکرام:

محمد بن عبدالرحمٰن صیرفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں احمد بن حنبل کے پاس تھا، انہوں نے عبدالرزاق کی ایک حدیث بیان کی، میں نے کہا کہ آپ مجھے اس حدیث کا املاء

۱۔　سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰

کرادیں، انہوں نے کہا کہ ابھی عبدالرزاق زندہ ہیں، تم مجھ سے اس حدیث کی روایت کر کے کیا کرو گے؟ میں نے کہا کہ آپ میری بات سچ مانیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ مجھ سے اس حدیث کی روایت کریں گے اور میں آپ کے دروازے سے نکل کر گلی میں عبدالرزاق کو دیکھ لوں گا، تب بھی ان سے اس حدیث کے متعلق سوال نہیں کروں گا۔

امام صاحب اپنی مجلس درس قائم کرنے کے باوجود اپنے مشائخ و اساتذہ کی زندگی میں ان کی مرویات کی روایت پسند نہیں کرتے تھے اور طلبہ حدیث کو ہدایت کرتے تھے کہ تم لوگ براہ راست ان حضرات کے پاس جا کر ان کی احادیث کی روایت کرو۔
حمدان بن علی وراق کا بیان ہے کہ 213ھ میں ہم لوگ احمد بن حنبل کے پاس گئے اور ان سے حدیث بیان کرنے کی گذارش کی۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ تم لوگ مجھ سے حدیث سنو گے حالانکہ ابو عاصم جیسے اہل علم زندہ ہیں؟ ان کے پاس جاؤ۔(۱)

مجلس درس:

ابن جوزی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ امام احمد چالیس سال کے بعد ہی روایت حدیث اور افتاء کے منصب پر فائز ہو کر پورے حزم و احتیاط، خلوص نیت، احتساب اور شفقت و محبت کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے، اور اپنے حلقہ نشینوں کی دلداری، اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

ابوالقاسم بن منیع کا بیان ہے کہ میں نے سوید بن سعید کی مجلس درس کے لیے امام احمد سے سفارشی خط طلب کیا تو خط میں میرے بارے میں لکھا کہ: ھذا رجل یکتب الحدیث یعنی یہ آدمی حدیث لکھتا ہے، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں اتنے دنوں سے رہتا ہوں اگر آپ یہ لکھ دیں کہ: ھذا الرجل من اصحاب الحدیث یعنی یہ آدمی محدثین میں ہے تو بہتر ہو، اس پر امام صاحب نے فرمایا:

﴿صاحب الحدیث عندنا من یستعمل الحدیث﴾

''ہمارے نزدیک محدث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔''

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۱۸۸

اپنے شاگردوں کو حدیث میں سند عالی کی ہدایت کرتے اور اس کو اسلاف کی سنت بتاتے تھے اور ایک مرتبہ آپ سے ایسے طالب علم کے بارے میں سوال کیا گیا جو سند عالی طلب کرتا ہے، امام صاحب نے کہا کہ سند عالی کی طلب سلف کی سنت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ ان سے حدیث سن کر کوفہ سے مدینہ جاتے تھے اور حضرت عمرؓ سے ان کو سنتے تھے۔ حنبل بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب نے مجھے باریک خط لکھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ تم اتنی باریک تحریر نہ لکھو، جب تم کو اس کی ضرورت پڑے گی تو کام نہیں دے گی۔

حصول علم کے سلسلہ میں ریا سے بچنے کی زیادہ سے زیادہ تاکید فرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ دوات کا اظہار ریا میں داخل ہے اس سے لوگ سمجھیں گے کہ یہ شخص حدیث لکھتا پڑھتا ہے۔

امام صاحب کی مجلس میں اہل علم اور عوام دونوں طبقوں کے لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے اہل علم حدیث کا درس لیتے تھے اور عوام امام صاحب سے ادب سیکھتے تھے۔ حسن بن اسمعیل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

﴿کان یجتمع فی مجلس احمد زهاء علی خمسة آلاف او یریدون اقل من خمس مائة﴾

''احمد بن حنبل کی مجلس میں پانچ ہزار سے زیادہ ہی لوگ جمع ہوتے تھے ان میں سے پانچ سو کم احادیث سن کر لکھتے تھے۔''(۱)

جوانی میں مرجعیت وشہرت:

اس زمانہ میں امام صاحب کی دینی وعلمی امامت وسیادت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا تھا اور ان کے اقران و معاصرین اور علماء و مشائخ ان کے بارے میں اپنی بہترین توقعات ظاہر کرتے تھے اور ان کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا اعتراف کرتے تھے، قتیبہ بن سعید کا قول ہے:

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰۵۔۲۰۷

﴿خیر اهل زماننا ابن المبارک ثم هذاا لشاب یعنی احمد بن حنبل﴾

''ہمارے زمانے کے سب سے بہتر عالم ابن مبارک ہیں، ان کے بعد یہ جوان یعنی احمد بن حنبل ہیں۔''

ایک مرتبہ ابومسہر سے لوگوں نے پوچھا کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص آپ کی نظر میں ہے جو امت کے دینی معاملہ کی حفاظت کر سکے؟ تو ابومسہر نے جواب دیا:

﴿لا اعلمه الا شاب فی ناحیة المشرق یعنی احمد بن حنبل﴾

''بغداد کے مشرقی علاقہ میں ایک جوان یعنی احمد بن حنبل کے علاوہ میں کسی کو ایسا نہیں جانتا۔''

امام شافعی آخری بار 198ھ میں بغداد گئے اور چند ماہ کے بعد مصر چلے گئے۔ اس وقت امام احمد بن حنبل کی عمر تقریباً 34 سال کی تھی، اس وقت امام شافعی نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ میں نے بغداد چھوڑا تو وہاں احمد بن حنبل سے زیادہ افقہ، ازہد، اورع اور اعلم نہیں چھوڑا۔ وکیع بن جراح اور حفص بن غیاث کہتے تھے کہ:

﴿ماقدم الکوفة مثل ذلک الفتی یعنیان احمد﴾

''اس جوان یعنی احمد بن حنبل جیسا عالم کوفہ میں نہیں آیا۔''

اہل علم و فضل اور ائمہ دین کی نظر میں اس مرجعیت و مقبولیت کے باوجود اس جوان صالح نے عمر نبوت سے پہلے اپنے حلقۂ درس و افتاء کو قائم نہیں کیا اور جب قائم کیا تو علم کی دنیا سمٹ کر اس کے حلقہ میں آ گئی۔(۱)

امام احمدؒ، اہل علم کی نظر میں:

امام صاحب بچپن ہی سے زہد و تقویٰ، علم و فضل اور اخلاق و آداب میں نیک نام تھے اور مکتب کی زندگی ہی سے ان میں بزرگی کے آثار پائے جاتے تھے، اسی طرح

۱۔　سیرت ائمہ اربعہ: ص۲۰۴

حدیث کی طالب علمی کے دور میں صبر واستقامت، فقر وفاقہ، استغناء اور نیک نفسی کی وجہ سے اپنے اساتذہ وشیوخ کی نظر میں محترم بن کر رہے اور مسند تدریس پر بیٹھے تو ان کے علم و فضل، روایت و درایت اور حدیث وفقہ میں دقت نظر، شدت احتیاط کا شہرہ عام ہو گیا اور ہر طرف ان کے کمالات کی دھوم مچ گئی اور فتنۂ خلق قرآن میں ان کی عزیمت نے پورے عالم اسلام میں محبوبیت کی شان پیدا کر دی۔ دنیا نے ان کو اس دور کے عالم اسلام کا سب سے عظیم انسان تسلیم کیا اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والا اسلام سے منحرف مانا گیا۔ امام صاحب کے فضائل ومناقب کے لیے دفتر چاہیے، ہم یہاں ان کے بارے میں چند اقوال پیش کرتے ہیں۔

ذہبی نے بعض ائمہ کا قول نقل کیا ہے کہ ابو داؤد رفتار وگفتار، سیرت وکردار اور چال ڈھال میں احمد بن حنبل کے مشابہ تھے، احمد بن حنبل وکیع کے مشابہ تھے، وکیع سفیان کے مشابہ تھے، سفیان منصور کے مشابہ تھے، منصور ابراہیم نخعی کے مشابہ تھے، ابراہیم علقمہ کے مشابہ تھے، علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مشابہ تھے اور عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

ادریس بن عبدالکریم مقری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بہت سے علماء کو دیکھا ہے مثلاً ہشیم بن خارجہ، مصعب زبیری، یحیٰ بن معین، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ عبدالاعلی بن حماد نرسی، محمد بن عبدالملک بن ابی الشوراب، عل بن مدینی، عبیداللہ بن عمر قواریری، ابوخیثمہ، زہیر بن حرب، ابو معمر قطیعی، محمد بن جعفر ورکانی، احمد بن محمد بن ایوب صاحب المغازی، محمد بن بکار بن ریان، عمر بن محمد ناقد، یحیٰ بن ایوب مقابری عابد، شریح بن یونس، خلف بن ہشام بزار، ابو البربیع زہرانی اور ان کے بے شمار علمائے علم وفقہ۔ یہ تمام حضرات امام احمد بن حنبل کی تعظیم وتکریم اور قدر ومنزلت بہت زیادہ کرتے تھے اور سلام کرنے کے لیے ان کے پاس جاتے تھے۔

محمد بن علی بن شعیب اپنے والد کا قول کرتے ہیں کہ احمد بن حنبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطابق تھے۔

﴿کان فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل، حتی ان المنشار

لیوضع علی فرق راسه ما یصرفه ذلک عن دینه﴾

''بنی اسرائیل میں جو کچھ ہو چکا ہے میری امت میں بھی ہوگا۔حتیٰ کہ سر پر آرا چلایا جائے گا مگر یہ بھی اس کو اپنے دین سے برگشتہ نہیں کرے گا۔''

اگر احمد بن حنبل خلق قرآن کے فتنہ میں ثابت قدم نہ رہے ہوتے تو قیامت تک ہم پر عار باقی رہتا، ایک جماعت اس فتنہ کی بھٹی میں تپائی گئی مگر احمد بن حنبل کے علاوہ کوئی اس میں سے نہیں نکلا۔

قتیبہ بن سعید نے کہا ہے کہ اگر سفیان ثوری نہ ہوتے تو ورع وتقویٰ کی موت ہو جاتی اور اگر احمد بن حنبل نہ ہوتے تو لوگ دین میں بدعات واحداث پیدا کر دیتے اس پر عبداللہ بن احمد بن شبویہ نے کہا کہ آپ نے احمد بن حنبل کو ایک تابعی کے ہم پلہ بنا دیا، قتیبہ نے کہا کہ میں ان کو کبار تابعین کے برابر سمجھتا ہوں امام احمد بن حنبل ہمارے امام ہیں۔

یحییٰ بن سعید قطان کی مجلس درس میں ایک شخص نے احمد بن حنبل کا تذکرہ کیا تو یحییٰ بن سعید نے کہا کہ تم نے امت کے احبار (بڑے علماء) میں سے ایک حبر (بڑے عالم) کا تذکرہ کیا ہے۔

ابو عاصم کی مجلس میں ایک مرتبہ فقہ کا تذکرہ آیا انہوں نے کہا کہ بغداد میں ایک ہی شخص ہے (احمد بن حنبل) اس کے علاوہ وہاں سے کوئی شخص فقہ کا اچھا عالم ہمارے پاس نہیں آیا، جب اس بات کا تذکرہ یحییٰ بن مدینی کی مجلس میں ہوا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

احمد بن ابراہیم دورقی کہتے ہیں کہ اگر تم کسی کو احمد بن حنبل کی برائی کرتے ہوئے سنو تو اس کے اسلام میں شک کرو، سفیان بن وکیع کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل ہمارے نزدیک معیار ہیں جو ان کی عیب جوئی کرتا ہے، ہمارے نزدیک فاسق ہے، ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل کو ایک لاکھ حدیث زبانی یاد ہے۔ پوچھا گیا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو بتایا کہ میں نے ان سے مختلف ابواب ومسائل میں مذاکرہ کیا ہے۔

ابو بکر صاغانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اسحاق بن ابو اسرائیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہاں کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ابراہیم بن سعد سے حدیث کا

سماع کیا ہے، یہ احمد بن حنبل پر تعریض تھی، اسی وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسحاق بن ابواسرائیل کو گرائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گرایا اور احمد بن حنبل کو اٹھایا۔

احمد بن سعید دارمی کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حافظ اور اس کی فقہ ومعانی کا عالم اس سیاہ بال والے سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا یعنی ابوعبداللہ احمد بن حنبل، ابراہیم حربی کا قول ہے کہ سعید بن مسیب اپنے زمانہ میں، سفیان ثوری اپنے زمانہ میں، احمد بن حنبل اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم و بزرگ ہیں۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن داؤد خریبی نے کہا کہ اوزاعی اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے، ان کے بعد ابواسحاق فرازی اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے، یہ سن کر نصر بن علی نے کہا اور میں کہتا ہوں کہ احمد بن حنبل اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔

امام شافعی فرماتے ہیں تین آدمی عجائبات زمانہ سے ہیں، ایک عربی ہے جو ایک لفظ صحیح نہیں پڑھتا ہے، یہ ابوثور ہیں، دوسرا عجمی ہے جو ایک لفظ میں غلطی نہیں کرتا، یہ حسن زعفرانی ہیں، اور تیسرا چھوٹا ہے جو کوئی بات کہتا ہے تو بڑے لوگ اس کو صحیح کہتے ہیں، یہ احمد بن حنبل ہیں، میں نے بغداد میں ان سے بڑا عالم متقی اور فقیہ نہیں چھوڑا۔

ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی مکی کہتے ہیں کہ جب تک میں حجاز میں، احمد بن حنبل عراق میں، اور اسحاق بن راہویہ خراسان میں ہیں، ہم پر کوئی غالب نہیں آسکتا ہے۔

ایک مرتبہ بشر حافی سے امام احمد کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ان کے بارے میں پوچھا جاتا ہے؟ ابن حنبل بھٹی میں ڈالے گئے تو وہاں سے سرخ سونا بن کر نکلے۔

امام صاحب کے شاگرد رشید ابوبکر مروزی ایک مرتبہ جہاد کے ارادے سے نکلے اور لوگ ان کے پیچھے پیچھے مقام سامرا تک آگئے بار بار واپس کرنے کے بعد بھی واپس نہ ہوئے، اندازہ کیا گیا تو لوٹنے والوں کے علاوہ پچاس ہزار آدمی موجود تھے، ابوبکر مروزی سے لوگوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ادا کریں، یہ آپ کے علم کی اشاعت کی برکت ہے، انہوں نے رو کر کہا کہ یہ میرا علم نہیں ہے بلکہ احمد بن حنبل کا علم ہے۔

محمد بن حسین انماطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کبار کی مجلس میں تھے، اور یہ حضرات احمد بن حنبل کے علم و فضل کا تذکرہ کر کے ان کی تعریف وتوصیف کرنے لگے، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس موضوع پر زیادہ بات نہیں ہونی چاہیے، یہ سن کر یحییٰ بن معین نے کہا کہ تم احمد بن حنبل کی زیادہ تعریف کرنا پسند نہیں کرتے ہو؟ اگر ہم لوگ ان کے علم وفضل کے لیے مجلس منعقد کر کے ان کو بیان کریں تو پورے طور سے بیان نہیں کر سکتے ہیں۔(۱)

فقہ وفتویٰ میں امام صاحب کے اصول:

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بیان کیا ہے کہ فقہ وفتویٰ میں امام احمد بن حنبل کے پانچ اصول ہیں اصل اول نصوص قطعیہ ہیں نص کے ہوتے ہوئے کسی کے قول کو نہیں لیتے ہیں۔ اصل ثانی صحابہ رضی اللہ عنہما کے فتاوی ہیں، جب ان کو صحابہؓ کا قول مل جاتا ہے جس کے مخالف دوسرے صحابی کا قول نہیں ہے تو اس پر عمل کرتے ہیں اور کسی دوسرے کے عمل، رائے اور قیاس کو نہیں دیکھتے ہیں اصل ثالث یہ ہے کہ جب صحابہ کے اقوال مختلف ہوتے ہیں تو جو قول کتاب وسنت سے قریب تر ہوتا ہے، اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور اگر صحابہ کے مختلف اقوال میں اس کا پتہ نہیں چلتا تو اختلاف بیان کر دیتے ہیں اور کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دیتے ہیں۔ اصل رابع یہ ہے کہ ان تینوں مذکورہ اصول میں جب کوئی صریح بات نہیں ملتی ہے تو مرسل حدیث اور ضعیف حدیث کو لیتے ہیں اور اس کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں، ضعیف کا مطلب ان کے نزدیک باطل اور منکر حدیث نہیں ہے اور نہ وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی متہم ہو، بلکہ ان کے نزدیک صحیح کے مقابلہ میں ضعیف ہے جو حدیث حسن کی ایک قسم ہے، اگر کسی مسئلہ میں نہ کوئی اثر ہو نہ کسی صحابی کا قول ہو اور اس کے خلاف اجماع نہ ہو تو ایسی حالت میں قیاس کے مقابلہ میں ایسی ضعیف حدیث پر اولی ہے، اصل خامس یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں نص، قول صحابی اور مرسل و ضعیف حدیث نہ ہو تو قیاس سے کام لیتے ہیں، امام صاحب کے شاگرد رشید خلال نے قیاس کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ ضرورت کے موقع پر قیاس سے کام لیا جاتا ہے۔

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۱۷۔۲۲۱

ابن ہانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام صاحب سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا:

﴿اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار﴾

''تم میں سے جو شخص فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ نار جہنم پر زیادہ جری ہے۔''

تو کہا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو ایسی بات کا فتویٰ دے جس کو سنا نہیں ہے نیز میں نے سوال کیا کہ جو ایسے مسئلہ میں فتویٰ دے جس میں مشکلات ہیں اور وہ ان کے حل سے عاجز ہے تو کہا کہ اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ بہت سے ایسے مسائل جن میں اختلاف ہے، میں نے امام احمد بن حنبل کو اَن گنت بارہا کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے بہتر عالم فتویٰ کے بارے میں نہیں دیکھا، ان کے لیے ''لاادری'' کہہ دینا بہت آسان تھا، نیز کہتے تھے کہ مالک بن انس سے ایک مغربی شخص نے ایک مسئلہ معلوم کیا تو ''لاادری'' کہا۔ اس نے کہا کہ ابوعبداللہ! آپ ''لا ادری'' کہتے ہیں؟ مالک بن انس نے کہا کہ ہاں، تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں ''لا ادری'' کہتا ہوں۔

صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے بہت سے مسائل میں والد کو ''لا ادری'' کہتے ہوئے سنا تھا اور مختلف فیہ مسائل میں توقف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دوسرے سے معلوم کرلو، کسی خاص عالم کا نام نہیں لیتے تھے۔(۱)

علمی ماثرات:

امام احمد بن حنبل اصولی طور سے کتاب لکھنے کے خلاف تھے اور اپنے آراء و مسائل اور فتاویٰ لکھنے سے منع کرتے تھے، ان کی تصانیف احادیث و آثار پر مشتمل ہیں، کتاب المسند، کتاب التفسیر، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب التاریخ، کتاب حدیث شعبہ، کتاب المقدم والموخر فی القرآن، کتاب جوابات القرآن، کتاب المناسک الکبیر، کتاب

۱۔ اعلام الموقعین (۱/۳۳۔۲۷)

المناسک الصغیر، اور دوسری مختصر کتابیں لکھیں، کتاب المسند تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ کتاب التفسیر میں ایک لاکھ بیس ہزار احادیث تھیں۔

ابن ندیم نے امام صاحب کی تصانیف میں ان کتابوں کا نام بتایا ہے۔ کتاب العلل، کتاب التفسیر، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب الزہد، کتاب المسائل، کتاب الفضائل، کتاب المناسک، کتاب الایمان، کتاب الاشربہ، کتاب طاعۃ الرسول، کتاب الرد علی الجہمیہ، کتاب المسند جو چالیس ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل کے بارے میں امام صاحب نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا ہے کہ تم مسند کو محفوظ رکھو، یہ کتاب مسلمانوں کے لیے امام ومقتدیٰ ہو گی، اس میں کل چالیس ہزار احادیث ہیں جن میں دس ہزار مکررات ہیں ان کو نکال دیا جائے تو تیس ہزار رہیں گی، تین سو سے زائد ثلاثیات ہیں یعنی وہ احادیث جن کے سلسلہ سند میں صرف تین راوی ہیں۔

ایک مرتبہ امام سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ دیکھو اگر وہ میری مسند میں نہیں ہے تو حجت نہیں ہے، لیکن آپ کی طرف سے یہ تصریح مروی نہیں ہے کہ جو حدیث مسند میں ہے وہی حجت ہے، کئی حدیثیں صحیحین میں ہیں جو مسند احمد میں نہیں ہیں۔ ابن جوزی نے مسند احمد کی پندرہ احادیث کے موضوع ہونے کا احتمال ظاہر کیا ہے، حافظ عراقی نے ایسی احادیث کی تعداد نو بتائی ہے، اور حافظ ابن حجر نے القول المسدد فی الذب عن المسند میں تین یا چار حدیثوں کو بے اصل بتایا ہے۔

مسند احمد کی شرح شیخ ابوالحسن بن عبدالہادی سندی مدنی متوفی 1136ھ نے لکھی اور شیخ زین الدین عمر بن احمد شماع حلبیؒ نے اس کو مختصر کیا اور اس کا نام الدر المنضد من مسند الامام احمد رکھا، نیز شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن نے اس کا اختصار کیا، بار بار مصر میں چھپ چکی ہے۔(۱)

ملفو[illegible] احمد بن حنبلؒ

بزرگوں کی سیدھی سادی [illegible] میں بڑے حقائق اور دل آویز معانی بڑے موثر

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۴۳۔۲۴۵

اور کارآمد تجربات کے ثمرات ہوتے ہیں، امام احمد کے چند اقوال درج کیے جاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

- علم کلام کا عالم کبھی دینی فہم میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے، تم جس شخص کو دیکھو کہ علم کلام سے دلچسپی رکھتا ہے سمجھ لو کہ اس کے دل میں شک وشبہ اور فساد ضرور ہوگا۔
- ہم صحابہؓ کے باہمی تشاجرات وقضایا میں نہیں پڑتے ہیں، اور ان کے معاملات اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں لوگوں کی ہدایت کے لیے ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو سنت کی تعلیم دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے کذب وافتراء دور کرتا ہے، ہم نے غور کیا تو پہلی صدی کے آخر میں عمر بن عبدالعزیز اور دوسری صدی کے آخر میں امام شافعی نظر آئے۔
- وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جس کے حصہ میں اللہ تعالیٰ گم نامی دے دے۔
- اگر کسی انسان میں ایک سو نیک خصلتیں ہیں لیکن وہ شراب خور ہے تو ایک خصلت ان سب کو ختم کر دے گی۔
- ایسے شخص سے علم نہ حاصل کرو، جو علم کے بدلے دنیا کا طالب ہے۔

ابو حاتم رازی نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ واثق کی تلوار اور معتصم کی سزا سے کیسے بچ گئے؟ فرمایا ابو حاتم! سچائی اگر زخم پر رکھ دی جائے تو فوراً اچھا ہو جائے گا۔

- ایک مرتبہ ایک صاحب نے امام صاحب کو متفکر بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا، بھتیجے! کیوں غمگین ہو؟ آپ نے کہا کہ چچا خوشی اس شخص کے لیے ہے جس کا ذکر جمیل اللہ تعالیٰ دنیا میں باقی رکھے۔
- اسحاق بن منصور کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ حضرت ابن عباس کے اس قول میں کون سا علم مراد ہے۔ تذاکر العلم بعض لیلة احب الی من احیاء ھا یعنی رات کے ایک حصے میں علم کا مذاکرہ میرے نزدیک پوری رات کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ علم ہے جس سے لوگ دینی فائدہ اٹھائیں۔ میں نے کہا دینی فوائد میں وضو، نماز، روزہ، حج اور طلاق وغیرہ داخل ہیں؟ فرمایا کہ ہاں، اس کے بعد ابن راہویہ نے اس کی تصدیق کی۔

- اہل بدعت سے صاف صاف کہہ دو کہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔
- جو شخص حدیث کو اس کے کثرت طرق اور اختلاف کے ساتھ جمع نہ کرے، اس کو کسی حدیث کے بارے میں حکم لگانا، یا حدیث سے فتویٰ دینا جائز اور حلال نہیں ہے۔
- جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال وحرام، اور سنن واحکام میں احادیث کی روایت کرتے ہیں تو سندوں اور راویوں کے بارے میں شدت سے کام لیتے ہیں اور جب فضائل اعمال کی حدیثیں یا ایسی حدیثیں جن سے کوئی حکم ثابت نہ ہوتا ہو تو سندوں میں نرمی سے کام لیتے ہیں۔
- ایک مرتبہ آپ کے سامنے دنیا کا ذکر آیا تو فرمایا کہ دنیا کا کم حصہ کافی اور زیادہ حصہ ناکافی ہوتا ہے۔
- جو آدمی محدثین کی تعظیم کرے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بڑا ہوگا اور جو اُن کی تحقیر کرے گا حقیر ہو جائے گا، کیونکہ محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدال واحبار ہیں، اگر محدثین ابدال نہیں ہیں تو کون لوگ ابدال ہیں؟
- امام صاحب کے سامنے ایک عالم کا تذکرہ ہوا جنہوں نے اپنی غلطی پر توبہ کر لی تھی، آپ نے فرمایا کہ اس عالم کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک وہ علی الاعلان توبہ اور اپنے قول سے رجوع نہ کرے اور صاف طور سے نہ کہے کہ میں نے اس طرح کہا تھا اور اب میں اپنے قول سے اللہ کی جانب میں توبہ کر کے رجوع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا﴾

- خلق قرآن کے بارے میں لوگوں کے چھیڑنے سے پہلے ہم خاموشی بہتر سمجھتے

تھے مگر جب لوگوں نے اسے چھیڑ دیا تو ہمارے لیے اس کی مخالفت کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔(۱)

وفات حسرت آیات:

امام صاحب کی وفات بارے ربیع الاول 241ھ جمعہ کو ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ، مرض کی ابتداء چہار شنبہ کی رات میں دو ربیع الاول کو ہوئی تھی نو دن بیمار رہے، اس درمیان لوگ گروہ در گروہ امام صاحب کو سلام کرنے اور بیمار پرسی کے لیے آتے رہے، اور آپ سب کو جواب دیتے رہے بیماری کی خبر جوں جوں پھیلتی تھی لوگوں کا ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ حکومت نے دروازہ اور گلی پر پہرہ بٹھا دیا، زائرین کی بھیڑ مسجدوں اور گلیوں میں جمع ہونے لگی خرید وفروخت میں خلل پڑنے لگا، اور لوگ دیواروں پر چڑھ کر جانے لگے امیر بغداد ابن طاہر نے اپنے حاجب کے ذریعہ امام صاحب کو سلام بھیج کر پیغام دیا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، آپ نے جواب دیا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ امیر المومنین نے بھی مجھے اس سلسلہ میں معاف کر دیا ہے۔ بنو ہاشم کے اعیان واشراف آئے تو ان کو اندر آنے کی اجازت دی، قاضیوں کی ایک جماعت آئی جس کو داخلہ کی اجازت نہیں ملی، اسی درمیان میں ایک بزرگ نے آ کر کہا کہ ابو عبداللہ! دربار خداوندی کی پیشی یاد کرو، امام صاحب یہ سن کر رونے لگے۔

وفات سے ایک یا دو دن پہلے آہستہ سے کہا کہ بچوں کو میرے سامنے لاؤ۔ بچے ایک ایک کر کے ان کے قریب جاتے اور امام صاحب ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اس وقت آنکھوں سے آنسو جاری تھے، چارپائی کے نیچے طشت رکھا گیا تو اس میں خون تھا۔ پیشاب کا اثر تک نہیں تھا۔ طبیب نے بتایا کہ حزن وغم نے ان کا خون کر دیا ہے، پنجشنبہ کے دن مرض بڑھ گیا۔ رات میں اور شدت پیدا ہوگئی، جمعہ کے دن صبح میں وفات ہوئی، اور شہر بغداد میں آہ وبکا کا ہنگامہ برپا ہوگیا اور جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ نکالا گیا، نماز جنازہ میں بے پناہ ازدحام تھا، میدان کے علاوہ لوگوں نے دجلہ میں کشتیوں میں، بازاروں، گلی کوچوں میں نماز جنازہ پڑھی، نماز جنازہ کی جگہ ناپ کر کے اندازہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ چھ لاکھ سے زیادہ لوگ شریک

ا۔　سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۴۵۔۲۴۷

تھے، اطراف و جوانب اور مختلف مقامات میں جو لوگ موجود تھے، ان کا شمار نہیں ہے۔

امام صاحب کے غم و ماتم میں مسلمانوں کی طرح یہود و نصاریٰ اور مجوس بھی شریک تھے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر 77 سال کی تھی۔[1] ایک ہفتہ تک قبر کے قریب لوگ نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

اولاد اور احفاد:

امام صاحب نے چالیس سال کی عمر میں شادی کی ایک بیوی کا نام عائشہ بنت فضل تھا، ان کے بطن سے صالح پیدا ہوئے، ان کے انتقال کے بعد دوسری بیوی ریحانہ ایک آنکھ کی زخمی تھی ان کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے۔ امام صاحب نے ایک باندی حسن نام کی خریدی تھی اس کے بطن سے صاحبزادی زینب ام علی پیدا ہوئیں، اس کے بعد حسن اور حسین دو بچے ایک ساتھ (توئین) پیدا ہوئے اور جلد ہی دونوں انتقال کر گئے، پھر حسن اور محمد اور سعید پیدا ہوئے۔

صالح امام صاحب کی سب سے بڑی اولاد تھے 203ھ میں پیدا ہوئے نو عمری ہی سے خاندان والوں کی ذمہ داری آ گئی تھی۔ امام صاحب کے علاوہ اور کئی محدثین سے روایت کی تھی۔ اصفہان کے قاضی تھے، وہیں رمضان 265ھ میں فوت ہوئے ان کے لڑکے زہیر تھے 303ھ میں فوت ہوئے۔ دوسرے لڑکے احمد تھے، جن کے لڑکے ابو جعفر محمد بن احمد بن صالح تھے، ان کا انتقال 330ھ میں ہوا۔

امام صاحب کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ تھے، انہوں نے اپنے والد سے سب سے زیادہ روایت کی ہے اور ان کی اکثر تصانیف کا سماع کیا ہے، 290ھ میں انتقال ہوا۔

تیسرے صاحبزادے سعید امام صاحب کی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل پیدا ہوئے، کوفہ کے قاضی تھے حسن اور محمد کا حال معلوم نہیں ہے۔

ان جسمانی اور مادی اولاد کے علاوہ امام کے ہزاروں روحانی اور علمی اولاد تھی جس نے دنیا میں ان کے علم کی وراثت عام کی۔

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۴۲

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۴۲

﴿امام احمدؒ، والدہ کی آغوش تربیت میں﴾

امام احمد بن حنبلؒ ابھی زمانہ طفولیت ہی میں تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، والدہ نے بڑے اہتمام اور پیار و محبت سے اپنے اس یتیم بچے کی تعلیم و تربیت کی۔

186ھ میں دریائے دجلہ میں زبردست سیلاب آیا تھا اس وقت امام صاحب کی عمر بائیس سال کی تھی، ان ہی دنوں میں ملک "رے" کے محدث جریر بن عبدالحمید بغداد آئے، امام صاحب کے ساتھی حدیث کی روایت کے لیے اس سیلاب میں ان کے یہاں پہنچے مگر امام صاحب اس لیے نہ جا سکے کہ والدہ نے اجازت نہیں دی۔

اسی طرح جب امام صاحب صبح کو اندھیرے میں کسی محدث کے پاس جانا چاہتے تو والدہ غایت شفقت و محبت کی وجہ سے جانے سے نہیں دیتی تھیں، خود فرماتے ہیں:

﴿کنت ربما اردت البکور فی الحدیت فتاخذا می بثیابی وتقول حتی یوذن الناس او حتی یصبحوا و کنت ربما بکرت الی مجلس ابی بکر بن عیاش وغیرہ﴾

"بسا اوقات میں منہ اندھیرے حدیث پڑھنے کا ارادہ کرتا تھا مگر میری ماں میرے کپڑے پکڑ کر کہتی ابھی صبح تو ہو لینے دو، اس کے باوجود میں بسا اوقات ابوبکر بن عیاش کی مجلس درس میں پہنچ جاتا تھا۔"(۱)

﴿امام احمدؒ کا تقویٰ﴾

امام صاحب بچپن سے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے لگے تھے اور اسی زمانہ میں ان کی شرافت، نیک نفسی اور بزرگی کا شہرہ ہو گیا تھا ابو عفیف راوی کا بیان ہے کہ:

﴿کان فی الکتاب معنا وھو غلیم نعرف فضلہ﴾

"احمد بن حنبل مکتب میں ہمارے ساتھ تھے وہ اس وقت بہت چھوٹے تھے اور ہم طلبہ ان کی بزرگی سے واقف تھے۔"

اس زمانہ میں خلیفہ مقام رقہ میں تھا اور آپ بغداد کے اعیان و اشراف کے

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۲۶

ساتھ وہاں مقیم تھے، وہ لوگ اپنے گھروں کو خط لکھتے تھے، ان کی عورتیں مکتب کے معلم کے یہاں کہلا بھیجتی تھیں کہ احمد بن حنبل کو بھیج دو تا کہ وہ ہمارے خط کے جواب لکھ دیں وہ سر نیچا کیے گھروں میں جاتے تھے اور ان کے خطوط لکھتے تھے، بعض اوقات کوئی نامناسب بات ہوتی تو اس کو نہیں لکھتے تھے ایک مرتبہ ایک امیر نے امام صاحب کے چچا کو خط لکھا اور انہوں نے جواب لکھ کر ان کو یہ کہہ کر دے دیا کہ قاصد آئے تو یہ خط اس کو دے دینا، قاصد نے جواب کا تقاضا کیا تو چچا نے کہا کہ میں نے جواب لکھ کر احمد کو دے دیا تھا اس نے تم کو دیا ہوگا، پھر امام صاحب کو بلا کر دریافت کیا تو امام صاحب نے کہا کہ اس میں فلاں بات نامناسب تھی اس لیے میں نے اس کو طاق پر رکھ دیا۔

خلیفہ کے قیام رقہ کے زمانہ میں داؤد بن بطام نے امام صاحب کے چچا کو لکھا کہ آج کل بغداد کی خبر نہیں مل رہی ہے میں خلیفہ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، چچا نے داؤد بن بطام کا جواب لکھ کر امام کو دے دیا۔ جب ان کو بلا کر معلوم کیا تو بتایا کہ ایسی خبروں کو وہاں پہنچاؤں گا؟ میں نے وہ خط پانی میں ڈال دیا۔ جب ابن بطام کو اس کی خبر ملی تو کہنے لگا کہ:

﴿هذا غلام يتورع فكيف نحن﴾

''یہ لڑکا متقی بنے گا تو ہم کیا کریں گے۔''

ابو سراج کہتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبل کے حسن سیرت وشرافت پر تعجب کر کے کہتے تھے کہ میں اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر کافی دولت خرچ کرتا ہوں، ان کے لیے معلم ومؤدب مقرر کرتا ہوں تا کہ وہ ادب سیکھیں مگر ان کو کامیاب نہیں پا رہا ہوں اور یہ احمد بن حنبل یتیم لڑکا ہے دیکھو کیسا اچھا چل رہا ہے۔(۱)

﴿امام احمدؒ کے پہلے استاذ امام ابو یوسفؒ﴾

امام صاحب نے مکتبی تعلیم کے بعد سولہ سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی اور اس کی ابتداء قاضی ابو یوسف کی مجلس درس سے کی، خود کہتے ہیں:

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۹۸۔۱۹۰

﴿اول من كتبتُ عنه الحديث ابو يوسف﴾

''میں نے سب سے پہلے ابو یوسف سے حدیث لکھی۔''

امام صاحب کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں ہم لوگ قاضی ابو یوسف کی مجلس درس میں جاتے تھے بشر مریسی آ کر سب کے پیچھے بیٹھ جاتے اور وہیں سے شور مچاتے اور کہتے کہ ابو یوسف! یہ کیا کہتے ہو؟ اسی طرح برابر چیختے چلاتے رہتے اور ابو یوسف طلبہ سے کہتے کہ ان کو میرے پاس لے آؤ ایک دن بشر مریسی نے آ کر اسی طرح مجلس میں ہنگامہ شروع کیا ابو یوسف نے ان کو اپنے پاس بلوایا میں ان کے قریب ہی بیٹھا تھا بشر مریسی ایک مسئلہ میں قاضی ابو یوسف سے بحث کرنے لگے مگر میں ان دونوں حضرات کی پوری بات نہیں سن سکا اور اپنے پہلو والے ساتھی سے پوچھا کہ قاضی ابو یوسف نے بشر مریسی سے کیا کہا؟ اس نے بتایا کہ ابو یوسف کہہ رہے ہیں کہ آپ لکڑی میں آگ لگا کر ہی مانیں گے۔ (۱)

﴿تعلیم کا پہلا سال﴾

امام صاحب نے بغداد کے شیوخ ومحدثین سے علم حاصل کرنے کے بعد کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام، جزیرہ ابادانی وغیرہ کا سفر کر کے وہاں کے شیوخ سے روایت کی۔ ان کے تعلیمی رحلات واسفار کے بارے میں ان کے صاجزادے اور تلامذہ نے ان کے بیانات نقل کیے ہیں جن کا خلاصہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

امام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے 179ھ میں علی بن ہاشم بن برید سے حدیث کا سماع کیا، یہ میری حدیث کی تعلیم کا پہلا سال تھا اور اسی سال ہشیم بن بشیر سے پہلا سماع کیا، اسی سال عبداللہ بن مبارک آخری بار بغداد آئے تھے، میں ان کی مجلس درس میں گیا تو معلوم ہوا کہ وہ طرسوس چلے گئے ہیں، ان کا انتقال 181ھ میں ہوا۔ اس وقت میری عمر 16 سالہ سال تھی، اور ہشیم بن بشیر کے انتقال کے وقت میں بیس سال کا تھا، اسی سال حماد بن زید اور مالک بن انس کا انتقال ہوا۔ ہشیم کی مجلس درس میں 183ھ

ا۔ مناقب الامام احمد: ص ۲۰۔۲۱

تک رہا۔ اسی سال ان کا انتقال ہوا۔ ہم نے ان سے کتاب الحج لکھی جو ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھی، پھر کتاب القضاء اور بعض تفاسیر اور مختصر کتابیں لکھیں، اسی طرح تقریباً تین ہزار احادیث جمع کیں، ہشیم ہم کو کتاب الجنائز کا املاء کرا رہے تھے، اسی درمیان میں حماد بن زید کے انتقال کی خبر پہنچی۔ ہشیم کے انتقال سے پہلے میں نے عبدالمومن بن عبداللہ بن خالد عیسیٰ سے حدیث کا سماع کیا، 182ھ میں رَے کے عالم ابو مجاہد علی بن مجاہد کابلیؒ سے حدیث کی روایت کی، اسی سال ملک رَے کا سفر کیا، 186ھ میں بصرہ کا پہلا سفر کیا، اور 187ھ میں مکہ مکرمہ سفیان بن عینیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہمارے مکہ پہنچنے سے کچھ پہلے فضیل بن عیاض کا انتقال ہو چکا تھا، اسی سال میں نے پہلا حج کیا، ابراہیم بن سعد سے حدیث لکھی اور ان کے پیچھے کئی بار نماز پڑھی، 186ھ کے آخری عشرہ میں عبادان گیا، اسی سال معتمر بن سلمان کے یہاں گیا۔ 198ھ میں ہم لوگ یمن میں عبدالرزاق کے یہاں تھے، وہیں سفیان بن عینیہ اور عبدالرحمٰن بن حمیدی اور یحییٰ بن سعید قطان کی وفات کی خبر ملی۔ 194ھ میں بصرہ میں سلیمان بن حرب اور ابو النعمام عارم اور ابوعمر جوضی سے حدیث کا سماع کیا، اگر میرے پاس پچاس درہم ہوتے تو میں جریر بن عبدالحمید کے یہاں رہ جاتا، میرے بعض ساتھی گئے مگر میں نہیں جا سکا، کوفہ گیا تو ایسے مکان میں ٹھہرا جس میں اینٹ کا تکیہ تھا، وہاں مجھے بخار ہو گیا تو والدہ کے پاس چلا آیا، میں والدہ کی اجازت کے بغیر کوفہ گیا تھا، پانچ بار بصرہ گیا، پہلی بار رجب 186ھ میں گیا، وہاں جا کر معتمر بن سلیمان سے سماع کی، دوسری بار 190ھ میں گیا، تیسری بار 194ھ میں گیا، اس وقت منذر کا انتقال ہو چکا تھا تو یحییٰ بن سعید کے یہاں چھ ماہ قیام کیا، ان کے یہاں سے واسط میں میں یزید بن ہارون کی خدمت میں پہنچا جب ان کو معلوم ہوا کہ میں یزید بن ہارون کے یہاں گیا ہوں تو کہا کہ وہ واسط میں یزید ہارون کے یہاں کیا کریں گے؟ مطلب یہ تھا کہ احمد حنبل یزید بن ہارون سے علم میں آگے ہیں۔

ابراہیم بن ہاشم کا بیان ہے کہ جریر بن عبدالحمید رَے سے بغداد آئے اور بنی منیب میں ٹھہرے، جب وہاں سے مشرقی بغداد میں آئے تو دریائے دجلہ میں بڑا خطرناک سیلاب آ گیا، میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ ہم اس پار چل کر جریر بن

عبدالحمید سے حدیث کا سماع کریں۔ انہوں نے کہا کہ میری ماں مجھے اجازت نہیں دیتی ہے، اور میں نے تنہا جا کر جریر بن عبدالحمید سے پڑھا، یہ سیلاب 196ھ میں آیا تھا، اس وقت ہارون رشید کی طرف سے سندھی بن شاہک بغداد کا حاکم تھا، اس نے دجلہ پار کرنے سے لوگوں کو روک دیا تھا۔

یعقوب بن اسحاق بن ابو اسرائیل کا بیان ہے کہ میرے والد اور احمد بن حنبل نے طلب علم میں بحری سفر کیا اور سمندر میں کشتی ٹوٹ گئی تو ایک جزیرے میں اتر گئے۔

صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد نے پیدل طرسوس کا سفر کیا تھا۔ امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں ابراہیم بن عقیل کے پاس پہنچا، وہ سخت مزاج عالم تھے ان تک رسائی مشکل تھی ان کے دروازے پر دو ایک دن پڑا رہا تب ان کے پاس پہنچ سکا، انہوں نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کیں، حالانکہ ان کے پاس وہب بن منبہ کی روایت سے حضرت جابرؓ کی بہت سی حدیثیں تھیں مگر ان کی درشتی مزاج کی وجہ سے ان کو ان سے سن سکا اور نہ ان کے شاگرد اسماعیل بن عبدالکریم سے کیونکہ ابراہیم بن عقیل خود جو زندہ تھے۔

خشام بن سعد نے ایک مرتبہ امام صاحب سے دریافت کیا کہ کیا یحییٰ بن یحییٰ امام تھے؟ امام صاحب نے کہا کہ وہ میرے نزدیک امام تھے، اگر میرے پاس سفرخرچ ہوتا تو میں ان کے یہاں سفر کر کے جاتا۔(۱)

حدیث کی عظمت

ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ایک ساتھ حج کیا، اس دوران ایک دن امام صاحب نے یحییٰ بن معینؒ سے کہا ''ان شاء اللہ حج کے بعد ہم لوگ عبدالرزاق محدث کے یہاں ''صنعاء'' میں جا کر ان سے حدیث کا سماع کریں گے۔''

اتفاق سے طواف کے دوران عبدالرزاقؒ سے ملاقات ہوگئی۔ ابن معین تو سابقہ تعارف کی وجہ سے فوراً پہچان گئے، عبدالرزاق طواف و نماز سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھ گئے، یہ حضرات طواف و نماز سے فارغ ہوئے تو ابن معین نے ان کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا ''یہ آپ کے بھائی احمد بن حنبل ہیں'' عبدالرزاق نے امام

ا۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۹۱۔۱۹۳

احمد کو دعا دی اور فرمایا کہ مجھے ان کے بارے میں اچھی باتیں معلوم ہیں، ابن معین نے کہا ''ان شاء اللہ کل ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کا سماع کریں گے'' اس کے بعد عبدالرزاق چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد امام صاحب نے ابن معین سے کہا ''آپ نے عبدالرزاق سے کل ملنے کا وعدہ کیوں کرلیا؟'' کہنے لگے ''ان سے حدیث کا سماع کریں گے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے صنعاء تک آنے جانے میں دو ماہ سفر اور اخراجات سے بچالیا۔'' امام احمد بن حنبل فرمانے لگے:

﴿ما کان اللہ یرانی وقد نویت نیة افسدھا بما تقول نمضی فنسمع منه﴾

''اللہ تعالیٰ مجھ کو ایسی حالت میں نہ دیکھے کہ آپ کے کہنے سے اپنی نیت خواب کرلوں، ہم ان کے ہاں جا کر حدیث سنیں گے۔''

چنانچہ حج سے فراغت کے بعد امام صاحب نے یمن کا سفر کیا اور صنعاء جا کر عبدالرزاق سے پڑھا۔ حالانکہ اس وقت شدید مالی مشکلات درپیش تھیں۔ (۱)

اس سفر کے دوران ایسا وقت بھی آیا کہ امام صاحب کا زادِ راہ ختم ہو گیا اور گزر اوقات کے لیے ساربانوں کے یہاں مزدوری کرنا پڑی۔ لیکن ہمت تھی کہ ٹوٹتی کہاں......!

خود عبدالرزاقؒ کا بیان ہے کہ ان کی مشکلات دیکھ کر میں نے کہا ''ابو عبداللہ! ہمارے ملک یمن میں تجارت نہیں ہے اور نہ ہی کسب و معیشت کی فراوانی ہے، یہ کچھ دینار ہیں، ان کو قبول کرلیں'' مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ یہ واقعہ یاد کر کے عبدالرزاق رو دیا کرتے تھے۔

﴿حدیث پر عمل کرنے کا آسان نسخہ﴾

حدیث پر عمل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی جو حدیث پڑھے اس پر اسی وقت عمل شروع کر دے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر (۲/۳۶)

طالب علمی کے زمانہ میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہی طرز عمل تھا۔ فرماتے تھے ''میں نے جو حدیث لکھی اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ جب مجھے یہ حدیث معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور ابو طیبہ نامی حجام کو ایک دینار عنایت فرمایا تو میں نے بھی پچھنے لگوا کر حجام کو ایک دینار دیا۔'' (۱)

﴿زندگی گزارنے کا ایک اہم اصول﴾

سنجیدگی متانت اور وقار انسانی شخصیت کی تعمیر میں انتہائی اہمیت کے حامل عناصر ہیں۔ یہ اوصاف انسان کو معاشرہ میں عزت اور نیک نامی سے سرفراز کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ امام احمد ان اوصاف میں بھی نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔

ایک مرتبہ مشہور محدث اسماعیل بن علیہ کی مجلس درس میں کسی طالب علم نے کوئی بات کہی جس پر تمام طلبہ ہنس پڑے۔ احمد بن حنبلؒ بھی حلقہ درس میں موجود تھے۔ ابن علیہؒ طلبہ پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا:

''یہاں احمد بن حنبل موجود ہیں اور تم ہنس رہے ہو؟'' (۲)

اس نوع کا ایک اور واقعہ بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ یزید بن ہارون نے کوئی تفریحی بات کہی، امام احمدؒ بھی حاضر تھے انہوں نے اس بات پہ کھانس دیا، یزید بن ہارون نے کہا ''کون؟'' حاضرین نے احمد بن حنبلؒ کا نام لیا تو فرمانے لگے ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں احمد بن حنبل موجود ہیں تو میں ہنسی کی بات نہ کرتا۔'' (۳)

﴿گود سے گور تک علم کی تلاش﴾

جس زمانہ میں امام صاحب کی علمی و دینی شہرت بام عروج پر تھی اور ان کی شخصیت، علمیت اور بزرگی کا عام چرچا تھا، ایک شخص نے دیکھا کہ ہاتھ میں دوات لیے کسی محدث کی درسگاہ میں جا رہے ہیں، اس نے کہا ''ابو عبداللہ! آپ علم کے اس بلند

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۱۷۹

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (۲/۳۰)

۳۔ احمد بن حنبل: ص ۱۸۰، سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۹۷

مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اور امام المسلمین ہیں، پھر بھی پڑھنے جا رہے ہیں؟'' امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا:

﴿مع المحبرة الى المقبرة﴾

''اسی دوات کے ساتھ میں قبرستان تک جاؤں گا۔''(۱)

﴿ایک عجیب جواب﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے امام صاحبؒ سے مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں، مجھے کیا کرنا چاہیے؟'' آپ نے فرمایا ''تم اس کو طلاق نہ دو!'' وہ کہنے لگا ''حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے نہیں کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں؟'' یہ سن کر امام احمدؒ نے فرمایا ''جب تمہارا باپ عمرؓ جیسا بن جائے تو تم بھی یہ کام کر لینا۔''(۲)

﴿نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی﴾

ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ خلیفہ متوکل کے یہاں تشریف لے گئے، اس نے اپنی ماں سے کہا ''ان کی آمد سے ہمارا گھر منور ہو گیا ہے'' پھر اس نے امام صاحب کو عمدہ لباس پہنایا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر آپ رو دیئے اور فرمایا ''میں عمر بھر ان لوگوں سے بچتا رہا اور جب موت کا وقت قریب آیا تو ابتلاء میں پڑ گیا۔ پھر باہر آ کر یہ کپڑے اتار دیئے۔(۳)

﴿نگاہِ شوق اگر میسر نہیں تجھ کو﴾

قتیبہ بن سعید کہتے ہیں کہ میں احمد بن حنبلؒ کی ملاقات کے لیے بغداد گیا، وہ یحییٰ بن معین کے ساتھ میرے پاس آئے اور ہم نے حدیث کا مذاکرہ کیا، جب تک یہ مجلس جاری رہی احمد بن حنبل میرے سامنے کھڑے رہے، جب میں کہتا کہ ابو عبداللہ! اپنی جگہ بیٹھ جائیں تو کہتے:

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۲۳، سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۹۶

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۱۶، بحوالہ رجال السند والہند: ص ۱۳۵

۳۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۳۰

﴿لا تشتغل بی انما ارید ان اٰخذ العلم علی وجهه﴾

''میرا خیال مت کیجیے، میں چاہتا ہوں کہ علم کو اس کے طریقہ پر حاصل کروں۔''(۱)

﴿بت خانہ بھی رہا کبھی یہ کعبہ دل﴾

امام احمد بن حنبلؒ کے پڑوس میں ایک انتہائی فاسق و فاجر شخص رہتا تھا، ایک دن وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا، اس نے سلام عرض کیا لیکن امام صاحبؒ نے بڑے انقباض کے ساتھ اس کا جواب دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر وہ کہنے لگا:

''اے ابوعبداللہ! اب آپ کو مجھ سے انقباض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں نے ایک خواب دیکھ کر اپنی زندگی بالکل ہی بدل دی ہے۔''

امام صاحبؒ نے اس سے پوچھا ''تم نے کیا خواب دیکھا ہے؟'' اس نے اپنا خواب سنایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک بلند مقام پر ہیں اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہیں، ان میں سے ایک آدمی اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے کہ آپ میرے لیے دعا فرما دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا فرماتے ہیں، آخر میں جب میں نے بھی دعا کے لیے اٹھنا چاہا تو مجھے اپنے گناہوں کا خیال آیا اور میں شرما کر بیٹھ گیا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا ''اے فلاں! تم کیوں نہیں اٹھ کر مجھ سے دعا کا سوال کرتے کہ میں تمہارے لیے دعا کروں؟'' میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! مجھے اپنے گناہ کی زندگی کی وجہ سے شرم آتی ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم مجھ سے دعا کا سوال کرو میں تمہارے لیے دعا کروں گا کیونکہ تم میرے کسی صحابہ کو برا بھلا نہیں کہتے ہو۔'' چنانچہ اس کے بعد میں بھی اٹھا اور آپ نے میرے لیے بھی دعا فرمائی، اور جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنی پچھلی زندگی سے توبہ کر لی۔

یہ خواب سن کر امام صاحبؒ نے حاضرین سے فرمایا ''اے جعفر! اے فلاں! اے فلاں! اس راستہ کو یاد کر لو اور لوگوں سے اس کو بیان کرو، اس سے فائدہ ہوگا۔''(۲)

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۵۷

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰۸، بحوالہ مناقب الامام احمد لابن الجوزیؒ

﴿قبول ہدیہ سے انکار کی انوکھی وجہ﴾

حضرت سَرِّی سقطیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے واپس کر دیا تو حضرت سری نے فرمایا:

"احمد! واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے سخت ہے۔"

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا "ایک مرتبہ پھر اس بات کو فرما دیں (تا کہ میں اس پر غور کروں)۔" حضرت سری نے پھر یہی بات فرمائی کہ واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کہا:

"میں نے اس لیے واپس کیا کہ میرے پاس ایک مہینہ کے گزر کے قابل موجود ہے، آپ اس کو اپنے پاس رہنے دیجئے، ایک مہینہ کے بعد مجھے مرحمت فرما دیں۔"(۱)

﴿چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا﴾

جس زمانہ میں امام شافعی بغداد میں تھے اور امام احمد بن حنبل ان کے درس میں شریک ہوتے تھے، خلیفہ ہارون الرشید نے امام شافعی سے کہا کہ یمن میں قاضی کی ضرورت ہے، آپ کے پاس آنے جانے والوں میں کوئی شخص اس کے مناسب ہو تو بھیج دیں، دوسرے دن امام شافعی حلقہ درس میں آئے اور امام احمد سے کہا کہ خلیفہ نے یمن میں عہدۂ قضاء کے لیے مجھ سے بات چیت کی ہے اور آدمی کا انتخاب میری مرضی پر چھوڑا ہے، میں اس کام کے لیے آپ کو پسند کرتا ہوں تیار ہو جائیں تا کہ امیر المومنین کے سامنے آپ کا نام پیش کروں، امام احمد نے جواب دیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنا چاہتا ہوں اور آپ مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ سلاطین کی مرضی کے لیے عہدۂ قضاء قبول کرلوں، یہ جواب سن کر امام شافعی خاموش ہو گئے۔ خلیفہ امین امام شافعی کا بڑا قائل تھا، ایک دن اس نے امام شافعی سے کہا کہ مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو امین اور پابند سنت ہو، امام شافعی نے کہا کہ میں ایک آدمی کو جانتا ہوں جو ایسا ہی ہے صاحب

۱۔ فضائل صدقات: ص ۴۵۱

سنت فقیہ کامل اور صاحب حدیث ہے، امین نے نام پوچھا تو کہا کہ یہ احمد بن حنبل ہیں جب امام شافعی کی یہ بات امام احمد تک پہنچی تو ان کے پاس جا کر کہا کہ آپ قابل اطمینان، امانتدار، پابند سنت اور محدث کو امین کے یہاں بھیج دیں اور مجھے معاف کریں ورنہ میں شہر چھوڑ دوں گا۔(۱)

مخلوق سے بے نیاز

صاحبزادے صالح کا بیان ہے کہ جس دور میں ہم لوگ سخت فقر وفاقہ میں مبتلا تھے، ایک دن والد نماز عصر کے لیے اٹھے میں نے ان کی نشست گاہ سے چٹائی اٹھائی تو ایک خط اس مضمون کا ملا، ابوعبداللہ! مجھ کو آپ کی تنگدستی اور دین داری کا حال معلوم ہوا میں فلاں کے ذریعہ چار ہزار درہم بھیج رہا ہوں اس رقم سے قرضہ ادا کریں اور اپنا کام چلائیں، یہ رقم زکوٰۃ یا صدقہ نہیں ہے، بلکہ والد کے ترکہ سے مجھے ملی ہے۔ میں نے یہ خط پڑھ کر اسی جگہ رکھ دیا، جب والد گھر آئے تو میں نے پوچھا کہ یہ کیسا خط ہے؟ یہ سن کر سخت برہم ہوئے اور کہا کہ تم اس کا جواب فوراً لے جاؤ اور اس آدمی کے نام لکھا: ''آپ کا خط پہنچا ہم لوگ عافیت سے ہیں، جس کا قرضہ ہمارے ذمہ ہے وہ ہم کو تنگ نہیں کرتا ہے اور ہمارے اہل وعیال الحمدللہ اس کے فضل وکرم سے نعمت میں گزر بسر کر رہے ہیں'' اس شخص نے دوبارہ یہ رقم اور اسی مضمون کا خط بھیجا اور والد نے اب کی بار بھی رقم واپس کر کے وہی جواب دیا۔(۲)

ایک درہم کا کاغذ

صاحبزادے صالح کہتے ہیں کہ بغداد کے ایک صراف کا لڑکا والد کی مجلس درس میں شریک ہوتا تھا ایک دن آپ نے اس کو ایک درہم کاغذ خریدنے کے لیے دیا اس نے کاغذ خرید کر اس میں پانچ سو دینار رکھے اور کاغذ کے اندر اس کو لپیٹ دیا، آپ نے گھر والوں سے کاغذ کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ہاں کوئی بیاض آئی ہے، جب

۱۔ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۲۷۰

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۲۸

آپ نے اس کو کھولا تو دینار بکھر گئے، آپ نے لڑکے کے سامنے کاغذ اور تمام دینار رکھ کر کہا کہ ان کو لے جاؤ۔ جوان کہتا رہا کہ کاغذ تو آپ کی رقم سے خریدا گیا ہے۔ مگر آپ نے اس کے لینے سے بھی انکار کر دیا۔

ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ امام صاحب کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں فقر و محتاجی کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتا ہوں میں نے صالحین کی جماعت کو اسی حال میں دیکھا ہے، عبداللہ بن ادریس کو دیکھا ہے کہ بڑھاپے میں ان کے جسم پر لبادہ کا جبہ تھا، ابوداؤد کو دیکھا ہے کہ ان کے اوپر پھٹا ہوا جبہ ہے جس سے روئی باہر آرہی ہے، وہ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے اور بھوک سے نڈھال تھے، مکہ میں ابوایوب بن نجار کو دیکھا ہے جو دنیا کی خوش حال زندگی بسر کر رہے تھے مگر سب کچھ چھوڑ دیا تھا، وہ عباد میں سے تھے۔(۱)

﴿ادب﴾

امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں حضرت ابراہیم بن طہمان کا ذکر آیا، امام احمدؒ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، یکدم سیدھے بیٹھ گئے فرمانے لگے ''صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔''(۲)

﴿زہد کی نادر مثال﴾

جب امام احمد بن حنبلؒ واسط کے محدث یزید بن ہارون کے پاس طلب علم کے لیے حاضر ہوئے تو یہ سخت سردی کا زمانہ تھا، مالی مشکلات درپیش ہوئیں تو اپنا جبہ ایک ساتھی کو دیا، تا کہ وہ فروخت کرے۔ اس نے یزید بن ہارون سے تذکرہ کر دیا۔ انہوں نے دوسو درہم بھجوائے مگر امام صاحب نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ''میں ضرورت مند اور مسافر ضرور ہوں مگر خود کو اس طرح کے ہدایا و عطایا کا عادی بنانا پسند نہیں کرتا۔''(۳)

۱۔ تاریخ ابن عساکر (۲/۳۸۔۳۹)

۲۔ کتابوں کی درس گاہ میں: ص ۱۸۵، بحوالہ الانساب للسمعانی (۱/۲۵۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (۲/۳۸)

﴿زمانہ تحصیل علم کی تنگ دستی﴾

جس زمانہ میں آپ مکہ مکرمہ میں سفیان بن عیینہ سے تحصیل علم کر رہے ہیں۔ اس وقت کی تنگ دستی اور غربت کا ایک واقعہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحبؒ کے کپڑے چوری ہو گئے۔ جب اس کا پتہ چلا تو پوچھا کہ "میری الواح (تختیوں) کا کیا ہوا جن میں احادیث لکھی ہیں۔" لوگوں نے بتایا کہ وہ طاق میں محفوظ ہیں۔ اس حادثہ کی وجہ سے کئی دن مجلس میں حاضر نہ ہو سکے۔ پتہ چلانے پر معلوم ہوا کہ ان کے جسم پر دو پرانے کپڑے ہیں۔ اس کے بعد ایک ساتھی سے ایک دینار لے کر کپڑا خریدا۔(۱)

﴿امام احمدؒ کا حیرت انگیز حافظہ﴾

مشہور عالم و محدث وکیع بن جراحؒ عام طور سے رات گئے احمد بن حنبل کے یہاں آتے تھے اور دونوں حضرات حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے، ایک رات امام وکیع آئے اور احمد بن حنبلؒ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اندر سے امام احمدؒ بھی تشریف لے آئے اور دونوں دروازہ پر حدیث کا سماع کرنے لگے۔ وکیع نے کہا "میں آپ کے سامنے سفیان بن عیینہ کی احادیث رکھتا ہوں۔" احمد بن حنبلؒ نے بیان کرنے کا کہا تو حضرت وکیع نے عن سفیان، عن سلمۃ بن کہیل کے سلسلہ سند کی احادیث پیش کیں، احمد بن حنبلؒ نے بتایا کہ "یہ تمام احادیث اسی طرح مجھے یاد ہیں۔" پھر امام احمد بن حنبلؒ نے وکیع سے کہا "آپ کو سلمہ بن کہیل کی حدیثیں یاد ہیں؟۔"

دونوں حضرات رات بھر دروازے پر کھڑے کھڑے احادیث کے بارے میں بحث و مذاکرہ کرتے رہے اور صبح ہو گئی۔(۲)

کبھی عرش پر کبھی فرش پر کبھی ان کے در کبھی در بدر
غم عاشقی تیرا شکریہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا

۱۔ تاریخ ابن عساکر (۲/۳۸)

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۱۵۹، بحوالہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (۲/۲۸)

﴿موت تک کے لیے............﴾

محمد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بغداد گیا۔ احمد بن حنبلؒ ہمارے سامنے سے اس حال میں گزرے کہ دونوں جوتے ہاتھ میں تھے اور دوڑ رہے تھے۔ میرے والد نے آگے بڑھ کر ان کے کپڑے پکڑ لیے اور پوچھا کہ ابوعبداللہ! آپ کب تک طالب علمی کی زندگی گزاریں گے؟ آپ کو ان بچوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی؟'' امام احمدؒ نے اس کے جواب میں صرف اتنا کہا اور چلتے بنے:

﴿الی الموت﴾

''موت تک۔''(۱)

﴿امام احمدؒ کا امام شافعیؒ سے قلبی تعلق﴾

امام احمد بن حنبلؒ نے جن مشائخ سے علم حاصل کیا ان کی تعداد کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، خطیب بغدادی نے امام احمدؒ کے مشائخ و اساتذہ کے اسمائے گرامی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

﴿وخلق سواھم یطول ذکرھم ویشق احصاء اسماء ھم﴾

''ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ہے جن کا تذکرہ طوالت کا سبب ہے اور ان کے اسماء کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔''(۲)

اپنے شیوخ میں آپ کو سب سے زیادہ تعلق خاطر امام شافعیؒ کے ساتھ تھا، ابن خلکان نے لکھا ہے:

﴿وکان من اصحاب الامام الشافعی و خواصه ولم یزل مصاحبه الی ان ارتحل الشافعی الی مصر وقال فی حقه خرجت من بغداد وما خلفت بها اتقی ولا افقه من احمد بن حنبل﴾

۱۔ مناقب الامام احمدؒ: ص۲۳

۲۔ تاریخ بغداد (۴/۴۱۳)

''امام احمد بن حنبل امام شافعی کے تلامذہ اور خواص میں سے تھے، وہ ایک طویل عرصہ تک ان کے ساتھ رہے۔ امام شافعی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ میں بغداد سے اس حال میں نکلا ہوں کہ میں نے وہاں احمد بن حنبل سے زیادہ متقی اور زیادہ فقیہ عالم نہیں چھوڑا۔''(۱)

اسی محبت و الفت کا نتیجہ تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ اپنے استاذ مکرم کے لیے کثرت کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے پوچھا ''یہ شافعی کون ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان کے لیے کثرت کے ساتھ دعا اور استغفار کرتے ہیں؟'' امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

''میرے پیارے بیٹے! شافعی دنیا کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے صحت کے مانند تھے، کیا ان دونوں چیزوں کا بدل ہوسکتا ہے؟ میں تیس سال سے شافعی کے حق میں دعا اور استغفار کرتا ہوں۔ ہر وہ شخص جس کے ہاتھ میں دوات اور کاغذ ہے اس کی گردن پر شافعی کا احسان ہے۔''(۲)

دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا جب بھی سرد ہوا چلی میں نے تجھے یاد کیا

﴿ایک سفارشی خط﴾

ابوالقاسم بن منیع کا بیان ہے کہ میں نے سوید بن سعید کی مجلس کے لیے امام احمد بن حنبلؒ سے سفارشی خط طلب کیا تو خط میں میرے بارے میں لکھا:

﴿هذا رجل يكتب الحديث﴾

''یہ آدمی حدیث لکھتا ہے۔''

میں نے عرض کیا ''میں اتنے دنوں سے آپ کی خدمت میں ہوں اگر آپ یہ لکھ دیں کہ هذا الرجل من اصحاب الحديث (یعنی یہ آدمی محدثین میں سے ہے)

۱۔ ابن خلکان (۱۶/۱)

۲۔ ابن خلکان (۱۹/۲)

تو بہتر ہو۔'' اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا:

﴿صاحب الحديث عندنا من يستعمل الحديث﴾

''ہمارے نزدیک محدث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔''(۱)

﴿تلخ نوائی میری چمن میں گوارا کر﴾

ہارون بن عبداللہ حمال کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت احمد بن حنبلؒ میری دکان پر تشریف لائے، سلام کے بعد میں نے ناوقت آنے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا ''آج آپ نے میرے دل میں خلجان پیدا کر رکھا تھا'' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

''میں آپ کے حلقہ درس سے گزر رہا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ سایہ میں بیٹھ کر حدیث بیان کر رہے ہیں اور طلبہ دھوپ میں اس حال میں ہیں کہ ان کے ہاتھ میں قلم اور لکھنے کا رجسٹر ہے۔''

پھر فرمایا:

﴿لاتفعل مرة اخرىٰ اذا قعدت فاقعد مع الناس﴾

''دوبارہ ایسا نہ کریں، جب درس دینے کے لیے بیٹھیں تو لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں۔''(۲)

تلخ نوائی میری چمن میں گوارا کر   زہر بھی کرتا ہے کارِ تریاقی

﴿امام احمدؒ کی مجلس میں خوش طبعی﴾

امام احمد بن حنبلؒ اپنے حلقہ نشینوں کی خوش طبعی سے خوش ہوتے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ اپنے کچھ احباب وتلامذہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اس مجلس میں ابوبکر مروزی اور مہنی بن یحییٰ بن بھی تھے، ایک شخص نے باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا ''مروزی یہاں موجود ہیں؟'' مروزی اس شخص سے ملنا نہیں چاہتے تھے، مہنی بن

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰۵

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۵۷)

یحییٰ نے معاملہ سمجھ کر یہ ترکیب کی کہ اپنی انگلی کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس شخص کو جواب دیا ''مروزی یہاں (ہتھیلی پر) نہیں ہیں، ان کا یہاں کیا کام ہے؟'' یہ تماشا دیکھ کر امام احمد بن حنبلؒ بھی ہنس پڑے اور کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی۔(۱)

اہل علم کی تعظیم

یحییٰ بن معین نے ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ کو دیکھا کہ امام شافعی کی سواری کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر ان کے صاحبزادے سے کہا ''تمہارے والد کو شرم نہیں آتی کہ شافعیؒ کی سواری کے ساتھ چلتے ہیں'' صاحب زادے نے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا ''یحییٰ بن معین سے کہہ دو کہ تم اس کے بائیں طرف چلو گے تو علم آ جائے گا۔''(۲)

تواضع

امام احمد بن حنبل کے استاد خلفؒ فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل ابوعوانہ کی حدیث سننے کے لیے میرے پاس آئے، میں نے بہت چاہا کہ ان کا اعزاز و اکرام کروں، مگر انہوں نے کہا:

﴿لااجلس الابین یدیک امرنا ان نتواضع لمن نتعلم منه﴾

''میں آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا، ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جن سے علم حاصل کرتے ہیں ان کے سامنے تواضع اختیار کریں۔''(۳)

مجھے ان کی تعظیم کرنی چاہیے!

عمرو بن الناقد کہتے ہیں ''ہم لوگ وکیع بن الجراح کی مجلس میں تھے، اسی وقت امام احمد بن حنبل آ کر خاموشی سے بیٹھ گئے، میں نے کہا ''اے ابوعبداللہ! شیخ آپ کا احترام کرتے ہیں، آپ بات کیوں نہیں کرتے؟'' احمد بن حنبلؒ نے کہا:

﴿وان کان یکرمنی فینبغی لی ان اجله﴾

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰۷

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰۰

۳۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۰۰

''اگر وہ میرا اکرام کرتے ہیں تو مجھے ان کی تعظیم کرنی چاہیے۔''(۱)

جب حقیقت کھلی تو............

علی بن موسیٰ حدادؒ کہتے ہیں کہ ''میں ایک جنازہ میں احمد بن حنبلؒ کے ساتھ شریک تھا، محمد بن قدامہ جوہری بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب اس نعش کو دفن کر چکے تو ایک نابینا شخص آئے اور وہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے لگے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا بدعت ہے۔ جب ہم وہاں سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں محمد بن قدامہؒ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک مبشر بن اسماعیل حلبی کیسے آدمی ہے؟'' فرمایا ''وہ معتبر آدمی ہیں'' ابن قدامہ نے پوچھا ''آپ نے بھی ان سے کچھ علم حاصل کیا ہے؟'' فرمایا ''ہاں میں نے بھی ان سے احادیث لی ہیں۔'' ابن قدامہ نے کہا ''مبشر نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن علا بن لجلاج نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کا اول وآخر پڑھا جائے اور یہ کہہ کر فرمایا تھا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ وصیت کرتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت امام نے یہ قصہ سن کر ابن قدامہ سے کہا ''قبرستان میں واپس جاؤ اور ان نابینا سے کہو کہ وہ قرآن شریف پڑھ لیں۔''(۲)

فقیری کی لذت سے آشنا

فتنۂ خلق قرآن سے رہائی کے بعد گھر میں فقر وفاقہ کی نوبت تھی، اسی زمانہ میں ایک بھاری رقم آپ کو پیش کی گئی مگر آپ نے پوری رقم واپس کر دی، چچا اسحاق نے پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ پانچ سو درہم تھے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا کہ آپ نے یہ رقم واپس کر دی حالانکہ گھر میں سخت تنگدستی ہے، امام صاحب نے جواب دیا:

﴿یاعم! لو طلبناہ لم یاتنا و انما اتانا لما ترکنا﴾(۳)

''چچا! ہم اس کو طلب کرتے تو نہ آتی، چھوڑ دیا ہے اس لیے آتی ہے۔''

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۵۷

۲۔ فضائل صدقات: ص ۱۱۵

۳۔ ذیل طبقات الحنابلۃ: ص ۱۸۰

امام احمد بن حنبل اور فتنہ خلق قرآن

عراق کی سرزمین ہمیشہ سے فتنہ وفساد کا منبع ومخرج رہی ہے، بغداد کی تعمیر سے پہلے کوفہ اور بصرہ اسلام کے خلاف فکری وذہنی فتنوں کے مرکز تھے، جب بغداد کی آبادی اور رونق بڑھی تو یہ سارے فتنے سمٹ سمٹا کر یہاں آ گئے، امام احمد بن حنبل کے دور میں معتزلہ جہمیہ، قدریہ، جبریہ، مرجیہ، صفاتیہ، مشبیہ، معطلہ وغیرہ مسلمانوں میں پیدا ہو گئے تھے جو کتاب وسنت اور سلف کے خلاف اسلامی عقائد ومسلمات کے بارے میں طرح طرح کی موشگافیاں کرنے لگے تھے لیکن خلیفہ مامون عباسی سے پہلے خلفاء وامراء کی طرف سے ان فتنوں اور فتنہ پردازوں کی ہمت افزائی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اس کے برخلاف علماء وفقہاء اور محدثین کی ہمت افزائی اور فتنہ پروروں کی سخت تادیب ہوتی تھی، یہاں تک کہ قاضی احمد بن ابودواد معتزلی نے خلیفہ مامون سے ساز باز کر کے 218ھ میں خلق قرآن کا فتنہ برپا کیا اور پورے عالم اسلام میں آگ لگائی۔ مامون کے بعد معتصم اور واثق نے اس فتنہ کو سرکاری طور سے جاری رکھا، یہاں تک کہ متوکل نے 234ھ میں اس کو ختم کیا اور مسلسل سولہ سال تک ائمہ دین، علماء فقہاء، محدثین اس بھٹی میں جلتے رہے۔ ہزاروں ارباب عزیمت اس عقیدہ سے انکار کی وجہ سے قید و بند میں مبتلا ہوئے، سخت ترین سزائیں برداشت کیں اور کتنے اس میں جاں بحق ہو گئے، اس کے مقابلہ میں امام احمد بن حنبل اپنی پوری ایمانی طاقت کے ساتھ ڈٹ گئے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی آبرو رکھ لی۔

فتنۂ خلق قرآن کا پس منظر:

مامون، معتصم اور واثق کے دور میں فقہاء اور محدثین کے مقابلہ میں متکلمین، معتزلہ اور منحرفین کو غلبہ اور سرکاری تعاون حاصل تھا، مامون نے روم و ایران اور ہندوستان وغیرہ سے منطق وفلسفہ اور تھلیاتی علوم وفنون کی کتابیں جمع کیں، ان کے ترجمے کرائے اور ان کی اشاعت ہوئی، جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے شکوک وشبہات عوام و خواص میں پیدا ہونے لگے اور محدثین وعلماء اپنے اپنے انداز میں ان کا دفاع کرتے تھے، اسی درمیان میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا اور قاضی احمد بن ابودواد اور خلیفہ مامون نے اس کو مستقل تحریک کی صورت میں جاری کیا۔

قاضی احمد بن ابو دواد بڑا عالم و فاضل اور فصیح و بلیغ آدمی تھا، رئیس المعتزلہ واصل بن عطاء کے شاگرد ھیاج بن علاء سلمی کی صحبت میں رہ کر اعتزال کی تعلیم حاصل کی۔ اپنی قابلیت کی وجہ سے مامون کے دماغ پر چھا گیا اور اس کو قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدے کی ترویج و اشاعت پر آمادہ کیا، جس کی جڑ یہود و نصاریٰ تک پہنچتی ہے۔ اس نے خلق قرآن کا عقیدہ بشر مریسی سے، اس نے جہم بن صفوان سے اس نے جعد بن درہم سے، اس نے ابان بن سمعان سے، اس نے لبید بن اعصم یہودی کے بھانجے اور داماد طالوت سے سیکھا تھا، یہ لبید بن اعصم وہی یہودی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا کرایا تھا اور تورات کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا طالوت زندیق و بد دین شخص تھا۔ اس نے سب سے پہلے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی۔

امام صاحب کی گرفتاری قید اور دُرّہ زنی:

اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے مگر ابن ابی دواد نے حکومت کے ذریعہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ پھیلانا چاہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام یعنی قرآن اللہ کی طرح قدیم نہیں ہے بلکہ مخلوق اور حادث ہے اور بتایا کہ اس کا مقصد توحید خالص کی تعلیم ہے۔ 218ھ میں خلیفہ مامون نے پورے عالم اسلام میں سرکاری حکم جاری کیا کہ ہر مقام کا امیر و حاکم اپنے یہاں کے اہل علم سے اس کا اقرار لے، انکار کی صورت میں سزا دے اور قید کر کے اس کے دربار میں بھیج دے۔

چنانچہ بغداد کے پولیس افسر اسحاق بن ابراہیم کو اسی مضمون کا خط لکھا اور اس نے وہاں کے نامی گرامی علماء و محدثین کو بلایا جن میں امام احمد بن حنبل بھی تھے، ان کے سامنے مامون کا خط پیش کر کے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرانا چاہا۔ اس نے کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ امام صاحب نے کہا کہ قرآن کلام اللہ ہے، اس نے پوچھا کیا وہ مخلوق ہے، امام صاحب نے کہا کہ وہ کلام اللہ ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتا ہوں، اسحاق نے اس بات پر ان کو جیل خانہ میں ڈال دیا۔ ان کے ساتھ تین اور محدث تھے، دوسرے دن جیل خانہ سے نکال کر سب سے یہی سوال کیا کہ ان میں سے ایک نے اس کا

اقرار کرلیا اور امام احمد اور ان کے دو ساتھیوں کو جیل میں بھیج دیا، تیسرے دن بلا کر یہی بات کہی آج بھی ایک نے اقرار کرلیا اور امام احمد اور ان کے ساتھی محمد بن نوح کو طرسوس روانہ کر دیا گیا، محمد بن نوح طرسوس کے راستہ میں مقام رحبۂ طوق میں انتقال کر گئے، امام احمد نے ان کی تجہیز و تکفین کی، اسحاق کے سامنے جن لوگوں نے خلق قرآن کا اقرار کیا تھا ان کے بارے میں مامون کو بتایا گیا کہ انہوں نے زبردستی اقرار کیا ہے اس نے ان سب کو اپنے پاس بلایا، اس وقت وہ بلاد روم کے مقابلہ بدندانی میں تھا، جب پا بزنجیر محدثین مقام رقہ میں پہنچے تو خبر ملی کہ مامون کا انتقال ہو گیا ہے، اس وقت امام احمد رقہ کے قید خانہ میں تھے، مامون نے مرتے وقت آنے والے خلیفہ کو اس بارے میں تاکید کی تھی۔

مامون کے بعد معتصم کا دور آیا تو امام صاحب زنجیروں میں مقید بغداد لائے گئے، چند دن مقام یاسریہ میں رکھے گئے اس کے بعد کرایہ کے ایک مکان میں قید کیے گئے، پھر عام جیل خانہ میں بھیج دیئے گئے، جہاں آپ بیڑیوں میں رہ کر قیدیوں کی امامت کرتے تھے اور رمضان 219ھ میں اسحاق بن ابراہیم کے مکان کے قریب منتقل کیے گئے، تقریباً ڈھائی سال جیل خانہ میں رہے۔ اس درمیان میں معتصم جیل خانہ سے امام صاحب کو نکال کر بھرے دربار میں خلق قرآن کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتا تھا پھر جیل خانہ میں ڈال دیتا تھا۔ آخر میں یہاں تک باری آئی کہ امام صاحب کو درّے رسید کیے گئے اور معتصم نے اپنے سامنے امام صاحب کو جلادوں سے کوڑے لگوائے اور سخت سے سخت سزا دی، عین وقت پر معتصم نرم پڑ گیا اور امام صاحب کو چھوڑ دینا چاہا مگر بانی فتنہ قاضی احمد بن ابودُواد موجود تھا، اس نے ورغلایا اور سزا دلوائی۔

امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ طرسوس جاتے ہوئے ہم رات میں رحبۂ طوق میں پہنچے تو وہاں ایک شخص نے آکر پوچھا کہ تم لوگوں میں احمد بن حنبل کون ہے؟ لوگوں نے میرا تعارف کرایا، اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے اگر یہاں قتل کر دیئے گئے تو جنت میں داخل ہوں گے، بعد میں امام صاحب نے بتایا کہ یہ قبیلہ ربیعہ کے بدوی شاعر جابر بن عامر تھے جن کا ذکر خوبی سے کیا جاتا تھا، اسی زمانہ میں ایک اور بدوی نے امام صاحب سے کہا کہ اے احمد! اگر راہ حق میں قتل کیے جاؤ گے تو شہید ہو گے۔ اور اگر زندہ بچ گئے تو قابل تعریف

زندگی بسر کرو گے، امام صاحب کہتے ہیں کہ اس اعرابی کی بات سے میرا دل مضبوط ہو گیا، ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ اس اعرابی کی بات صحیح نکلی، اس امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ نے امام احمد کا مرتبہ بہت بلند کر دیا، اور عوام وخواص میں ان کی عزت وعظمت بہت بڑھ گئی۔

جس وقت امام صاحب معتصم کے سامنے پیش کیے گئے وہاں قاضی احمد بن ابو دُواد اور ابو عبدالرحمٰن شافعی موجود تھے۔ معتصم نے امام صاحب کو اپنے سامنے بٹھایا حاضرین دربار نے امام صاحب کو ڈرایا، اس سے پہلے دو آدمیوں کی گردن ماری جا چکی تھی۔ امام صاحب نے ابو عبدالرحمٰن شافعی کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ مسح کے بارے میں امام شافعی کی رائے آپ کو معلوم ہے؟ یہ سن کر قاضی ابن ابودُواد بول اٹھا کہ دیکھو اس آدمی کو کہ گردن مارنے کے لیے سامنے لایا گیا ہے اور فقہی بحث کر رہا ہے۔

امام صاحب کا بیان ہے کہ جیل خانہ میں مجھے سب سے زیادہ خوف کوڑے کی سزا کا تھا، جیل ہزار تکلیف کے باوجود رہنے کی جگہ تھی۔ قتل وقتی تکلیف کا باعث مگر درّے کی سزا میرے لیے ناقابل برداشت معلوم ہوتی تھی، مگر جیل خانہ کے ایک قیدی نے مجھ سے کہا کہ اس سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، دو کوڑے کے بعد آپ کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ کوڑے کہاں پڑ رہے ہیں۔ معتصم نے بڑی بے دردی سے امام صاحب کو کوڑے لگوائے، اس وقت آپ روزہ سے تھے، سارا جسم لہولہان ہو گیا تھا، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، یہ واقعہ رمضان 220ھ کے آخری عشرہ کا ہے۔

امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے کوڑے مار چکے تو عجیف ریش دراز آیا اور اپنی تلوار کے قبضہ سے مجھے مارا، میں نے سوچا کہ راحت کا وقت آ گیا اور اب اس تکلیف سے مجھے نجات مل جائے گی یعنی میں اب قتل کر دیا جاؤں گا۔ حاضرین میں سے ابن سماعہ نامی ایک شخص نے معتصم سے کہا کہ امیر المومنین! اس کی گردن مار دیں؟ اس کا خون میری گردن پر ہو گا مگر ابن دُواد نے کہا کہ امیر المو... ...یسا نہ کریں، اگر یہ شخص یہاں قتل کر دیا گیا، یا مر گیا تو لوگ یہی کہیں گے کہ احمد ...ں نے صبر واستقامت سے کام لے کر جان دے دی اور ان کو اپنا پیشوا بنا کر ا... ...ں بات پر جمے رہیں گے۔ بہتر ہے کہ آپ اسی وقت ان کو یہاں سے نکال دیں، ... ...پ کے یہاں سے باہر جا کر مریں

گے تو لوگوں کی نظر میں ان کا معاملہ مشتبہ و مشکوک ہو جائے گا، معتصم نے اس رائے پر عمل کرتے ہوئے امام صاحب کے چچا کو بلایا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ان کو پہچانتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں یہ احمد بن حنبل ہیں۔ معتصم نے کہا ان کو دیکھ لو صحیح البدن ہیں یا نہیں؟ لوگوں نے اس کی بھی تصدیق کی، اس واقعہ کے راوی ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ معتصم کو خطرہ تھا کہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو فساد ہوگا جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکے گا اور اس طرح ان کو نکالنے سے لوگوں کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔

امام صاحب کی طرف سے عام معافی اور درگزر:

امام صاحب نے اللہ کے لیے اس کی راہ میں صبر و استقامت سے کام لے کر دین کی صیانت و حفاظت کے لیے سب کچھ برداشت کیا تھا اس لیے بعد میں اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا، کہتے تھے کہ میرے مارنے والوں کو جو مر چکے ہیں میں نے معاف کر دیا ہے میں نے یہ آیت پڑھی:

﴿فمن عفا و اصلح فاجرُہ علی اللہ﴾

اور اس کی تفسیر دیکھی تو حسن بصریؒ کا یہ قول ملا کہ قیامت کے دن تمام امتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے لائی جائیں گی اور ندا ہوگی کہ جس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے کھڑا ہو جائے، اس وقت وہی آدمی کھڑا ہوگا جس نے دنیا میں عفو و درگزر کیا ہے، اس لیے میں نے اپنے مارنے والوں میں سے جو فوت ہو گئے ہیں ان کو معاف کر دیا پھر کہا کہ اس میں آدمی کا کیا نقصان ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہ دے۔ اور معتصم نے جس دن بابل یا عموریہ فتح کیا امام صاحب نے کہا کہ اس کو میں نے معاف کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ واثق نے امام صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ معتصم کو معاف کر دیں، امام صاحب نے جواب میں کہلوایا کہ میں نے معتصم کے دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی اس کو معاف کر دیا ہے۔ معتصم کے بعد 227ھ میں واثق خلیفہ ہوا تو قاضی احمد بن ذواد نے اس کو بھی خلق قرآن پر آمادہ کیا، اور اس نے بھی علماء و محدثین کو ابتلاء میں ڈالا، مگر امام احمد بن حنبل کو نہیں چھیڑا کیونکہ وہ ان کے صبر و عزیمت کا حال دیکھ

چکا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان کو ستانے کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ البتہ امام صاحب کے یہاں پیغام بھیجا کہ آپ میرے شہر میں نہ رہیں، اس لیے امام صاحب واثق کے پورے دور میں مختلف شہروں میں روپوشی کی زندگی بسر کرتے رہے، آخر میں اپنے مکان ہی میں نظر بند کی حیثیت سے رہنے لگے تھے۔ واثق کے انتقال تک یہی حال رہا۔ ان تمام ادوار میں حسب حال کھلے بندوں یا چھپ چھپا کر امام صاحب حدیث کا درس دیتے رہے حتیٰ کہ جیل خانہ کے اندر اس کی تعلیم دی۔

اس فتنہ کا خاتمہ:

واثق کے بعد 232ھ میں متوکل خلیفہ ہوا جس نے اس مصیبت عظمٰی اور فتنہ کبریٰ کو ختم کر کے معتزلہ، جہمیہ اور دوسرے فرقوں کے مقابلہ علماء و فقہاء اور محدثین کی ہمت افزائی وہمنوائی کی اور 234ھ میں فقہاء ومحدثین کو بلا کر ان کے وظیفے جاری کر دیئے اور انعامات سے ان کو نواز کر حکم دیا کہ وہ کھل کر مجلس درس قائم کریں، لوگوں کو حدیث کی تعلیم دیں اور معتزلہ وجہمیہ کا رد کریں 237ھ میں متوکل نے امام صاحب کو طلب کیا کیونکہ بعض دشمنوں نے متوکل کو خبر دی تھی کہ احمد بن حنبل کے مکان میں علوی دعاۃ چھپے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی نجات دی۔

خراج عقیدت:

اس ابتلاء نے امام احمد بن حنبل کو امام المحدثین، الناصر للدین، الصابر فی المحنۃ، الناصر للسنۃ، شیخ العصابہ مقتدی الطائفہ بنا دیا، اوران کے دور کے ائمہ علم و دین نے ان کو اپنے زمانہ کی عظیم شخصیت قرار دیا، علی بن مدینی نے یہاں تک کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کی حفاظت میں احمد بن حنبل کی طرح کوئی سامنے نہیں آیا، میمونی نے کہا کہ ابو الحسن ابوبکر بھی نہیں؟ ابن مدینی نے کہا کہ ہاں ابوبکر بھی نہیں، ابوبکر کے ساتھ اعوان اور انصار تھے اور احمد بن حنبل کے اعوان وانصار بھی نہیں تھے۔

ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ امام شافعی نے قیام مصر کے زمانہ میں مجھے ایک خط دیا اور کہا کہ بغداد جاؤ اور ابو عبداللہ کو دیکھ کر اس کا جواب لاؤ، میں وہ خط لے کر بغداد پہنچا اور

فجر کی نماز میں احمد بن حنبل سے مل کر کہا کہ آپ کے بھائی شافعی نے مصر سے یہ خط بھیجا ہے۔ احمد بن حنبل نے پوچھا کہ آپ نے خط پڑھا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا، اس کے بعد انہوں نے اس کی مہر توڑی اور خط پڑھ کر ان کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ میں نے پوچھا ابوعبداللہ! خط میں کیا ہے؟ بتایا کہ شافعی نے لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، آپ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم ابوعبداللہ کو میرا اسلام لکھو اور یہ کہ تم عنقریب ایک آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور خلق قرآن کے قائل ہونے کی تم کو دعوت دی جائے گی، تم اس کے داعیوں کا جواب نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک تمہارا جھنڈا اونچا رکھے گا۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ خط سن کر میں نے کہا ابوعبداللہ! آپ کو مبارک ہو اس کے بعد احمد بن حنبل نے اپنے بدن سے کرتا اتار کر مجھے دیا اور میں ان سے جواب لے کر مصر روانہ ہوگیا، وہاں پہنچ کر شافعی کو احمد بن حنبل کا خط دیا، شافعی نے پوچھا کہ احمد بن حنبل نے تم کو کیا دیا ہے؟ میں نے کہا کہ اپنا کرتا دیا ہے، شافعی نے کہا کہ تم اس کو پانی میں بھگو کر پانی مجھے دو، میں اس سے برکت حاصل کروں گا۔ (۱)

دنیا سے بے رغبتی اور مال کا انکار

حسن بن عبدالعزیز نے ایک ایک ہزار دینار کی تین تھیلیاں امام صاحب کے پاس بھیجیں اور کہلوایا کہ یہ حلال میراث ہے، آپ اس کو قبول کر لیں اور اہل وعیال پر خرچ کریں مگر آپ نے استغناء ظاہر کر کے وہ تھیلیاں واپس کر دیں، ایک مرتبہ خلیفہ مامون نے اپنے دربان کو کچھ مال دیا اور کہا کہ اس کو محدثین میں تقسیم کر دو، وہ حضرات ضرورت مند ہوتے ہیں، امام احمد کے علاوہ جن جن کو دی گئی سب نے قبول کی۔

ایک بار امام صاحب کے استاد یزید بن ہارون نے پانچ سو درہم آپ کے سامنے پیش کیے مگر آپ نے قبول نہیں کیے تو انہوں نے اپنے مستملی ابومسلم اور یحییٰ بن معین کو دے دیا۔ (۲)

۱۔ قصہ مذکورہ کے لیے دیکھئے ''سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۳۳-۲۴۱، بحوالہ مناقب الامام احمد، تاریخ بغداد، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تذکرۃ الحفاظ وغیرہ۔

۲۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۲۸

درد والم سے بے نیاز محو جمالِ یار ہوں

سلف صالحین علم اور عمل کو لازم وملزوم سمجھتے تھے اور عبادت و ریاضت ان کے علم کی پہچان تھی۔ امام احمد بن حنبل اس بارے میں بچپن ہی سے مشہور تھے، ابراہیم بن شماس کا بیان ہے کہ میں احمد بن حنبل کو بچپن سے جانتا ہوں، وہ اس زمانہ میں بھی رات کو عبادت کرتے تھے۔ صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ والد روزانہ رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے اور درّہ زنی کے بعد بیمار ہو گئے تو رات دن میں ڈیڑھ سو رکعات پڑھتے تھے، اس وقت ان کی عمر اسی سال کے قریب تھی، روزانہ ساتواں حصہ قرآن پڑھتے تھے، عشاء کے بعد تھوڑا سا سو کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے تھے ایک مرتبہ امام شافعی، امام یحیٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل ایک ساتھ مکہ مکرمہ گئے اور ایک ہی مکان میں اترے، شافعی اور یحیٰ بن معین لیٹ گئے، اور احمد بن حنبل نماز پڑھنے لگے، صبح کو شافعی نے کہا کہ میں نے رات کو دو سو مسائل حل کیے، یحیٰ بن معین نے کہا کہ میں نے دو سو احادیث کو کذاب سے محفوظ کیا، احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے ایک ختم قرآن نماز میں پڑھا ہے۔

جس زمانہ میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا اور امام صاحب کے انکار پر تلاشی ہوئی، آپ کچھ دنوں تک ابراہیم بن ہانی کے یہاں روپوش تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ سے زیادہ عابد زاہد اور مجاہدہ کرنے والا نہیں دیکھا، دن میں روزہ رکھتے تھے، افطار میں جلدی کرتے تھے، اور عشاء کے بعد چند رکعات نفل پڑھ کر تھوڑا سا سو جاتے، اس کے بعد اٹھ کر وضو کرتے اور رات بھر نماز میں رہتے تھے، آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، جب تک میرے یہاں رہے ان کا یہی معمول رہا۔ کسی رات میں نے اس میں ناغہ نہیں دیکھا۔ اس مدت میں ایک دن پچھنی لگوائی اور روزہ ترک کیا۔

صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوزرعہ کے والد ہمارے یہاں آئے، اور دونوں میں علمی مذاکرہ ہوتا رہا، والد نے کہا کہ آج میں نے صرف فرض نماز پڑھی ہے اور اپنی نوافل پر ابوزرعہ کے ساتھ مذاکرہ کو ترجیح دی ہے۔

امام صاحب نے پانچ حج کیے، ان میں سے تین میں بغداد سے مکہ تک پیدل آئے گئے، ایک مرتبہ حج میں صرف بیس درہم خرچ کیے۔ ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ احمد بن حنبل نے کہا کہ ایک آدمی نے سفر حج میں مکہ سے بغداد تک صرف چودہ درہم خرچ کیے پوچھا گیا کہ کون تھا؟ کہا کہ میں تھا۔

صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے والد کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک منہ سے لگاتے، بوسہ دیتے اور دونوں آنکھوں پر رکھتے اور اس کو پانی میں ڈبو کر پیتے اور شفاء حاصل کرتے تھے۔ نیز میں نے دیکھا ہے کہ والد رسول اللہ ﷺ کا پیالہ مبارک لے کر پانی میں دھوتے اور پانی پیتے، کئی بار میں نے دیکھا ہے کہ شفاء کے لیے آب زمزم پیتے تھے، اپنے بدن اور چہرے پر ڈالتے تھے، صاحبزادے صالح کا بیان ہے کہ میں بیمار پڑ جاتا تو والد پیالے میں پانی لیتے پڑھ کر اس پر دم کرتے اور کہتے کہ اس کو پیو اور چہرے اور ہاتھ کو دھوؤ۔ (۱)

﴿ مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا انہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو ﴾

مسئلہ خلق قرآن میں امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے مارنے کا واقعہ تاریخ اسلام کے مشہور واقعات میں سے ہے، امام اس آزمائش میں کامیاب ہوئے تو بعد میں کبھی کبھی فرماتے ''اللہ ابو الہیثم پر رحم فرمائیں، اللہ اس کی مغفرت فرمائیں، اللہ اس سے درگزر فرمائیں۔'' ان کے بیٹے نے ان سے ایک دن پوچھا کہ ''یہ ابو الہیثم کون ہیں جن کے لیے آپ دعا کرتے رہتے ہیں؟'' فرمایا ''آپ اسے نہیں جانتے ہیں؟'' کہا ''نہیں'' فرمایا ''جس دن مجھے کوڑے مارنے کے لیے نکالا گیا تھا تو میں نے دیکھا کہ پیچھے سے ایک آدمی میرے کپڑے کھینچ رہا ہے، میں نے مڑ کر دیکھا تو اس نے پوچھا ''آپ مجھے جانتے ہیں؟'' میں نے کہا ''نہیں'' کہنے لگا ''میں مشہور جیب تراش اور ڈاکو ابن الہیثم ہوں، سرکاری ریکارڈ میں یہ بات محفوظ ہے کہ مجھے مختلف اوقات میں اٹھارہ ہزار کوڑے مارے گئے ہیں۔ لیکن میں نے حقیر دنیا کی خاطر شیطان کی اطاعت پر پوری استقامت کا مظاہرہ کیا آپ تو دین کے ایک بلند ترین مقصد کے لیے قید ہوئے ہیں، اس لیے کوڑے

۱۔ سیرت ائمہ اربعہ: ص ۲۳۱۔۲۳۳

کھاتے ہوئے دین کی خاطر رحمان کی اطاعت پر صبر و استقامت سے کام لیجیے گا۔"

اس کی بات سے امام احمد کا حوصلہ مزید مضبوط ہوا، معلوم نہیں ابوالہیثم کو اپنا یہ جملہ بعد میں یاد بھی رہا تھا کہ نہیں، لیکن امام احمد کو یاد رہا سب ذرا ذرا کہ زندگی کی ایک کٹھن منزل میں کسی کے جملے سے حوصلہ بلند ہوا تھا، مرد مومن کی شان یہی ہوتی ہے، وہ نیکی فراموش نہیں ہوتا، وہ احسان اور نیکی کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے، امام کو زندگی بھر جب کبھی ماضی کے وہ لمحات یاد آئے تو دعاؤں کے پھول لے کر یادوں کے مزار پر نچھاور کر لیتے۔(۱)

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا

﴿امام احمد بن حنبلؒ کا ایک شہرۂ آفاق مکتوب﴾

جب دین میں فتنوں کی وبا عام ہوگئی، اور قدر، رفض، اعتزال، ارجاء اور خلق قرآن جیسے فرقوں میں مسلمان مبتلا ہو گئے تو امام ابوالحسن مسدد بن مسرہد بن مسربل اسدی بصری متوی 228ھ نے امام احمد بن حنبل کے پاس لکھا کہ آپ ان اختلافات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لکھ کر روانہ کریں جس وقت امام صاحب کے پاس یہ خط پہنچا آپ نے رو کر فرمایا "انا للہ و انا الیہ راجعون." "اس بصری عالم نے طلب علم میں مال و دولت خرچ کیا ہے، لیکن اس کے علم کا یہ حال ہے کہ ان مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی حاصل نہ کر سکا، پھر یہ جواب تحریر فرمایا:

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم○ الحمد للہ الذی جعل فی کل زمان بقایا من اھل العلم یدعون من ضل الی الھدیٰ وینھون عن الردیٰ یحیون بکتاب اللہ الموتیٰ وبسنة النبی اھل الجھالة والردیٰ فکم من قتیلٍ لابلیس قد احیوہ، وکم من ضال بابه قدھدوہ، فما احسن اثرھم علی الناس ینفون عن دین اللہ تحریف الغالین و انتحال

۱۔ کتابوں کی درس گاہ میں: ص ۵۶، بحوالہ مناقب الامام احمد بن حنبل: ص ۳۱۶

المبطلين، الذين اعتقدوا لوثة البدع واطلقوا أعنّة الفتنة مختلفين في الكتاب يقولون على، وفي الله تعالىٰ الله عما يقول الظالمون علوّا كبيراً وفي كتابه بغير علم فنعوذ بالله من كل فتنة مضلة وصلى الله على محمد النبي واٰله وسلم تسليماً، اما بعد وفقنا الله واياكم لكل ما فيه رضاه، وجنبنا واياكم كل مافيه سخطه واستعملنا واياكم عمل الخاشعين له العارفين به، فانه المسئول﴾

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہر زمانہ میں بقایا علم کو باقی رکھا جو گمراہوں کو ہدایت کی دعوت دیتے ہیں، ہلاکت سے روکتے ہیں، کتاب اللہ کے ذریعہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں، نبی کی سنت کے ذریعہ ان کو بچاتے ہیں، انہوں نے کتنے ہی مقتولان ابلیس کو زندگی بخشی کتنے ہی گمراہوں کو ہدایت کی اور ان کی جدوجہد کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہت ہی اچھا نکلا، ان لوگوں نے اللہ کے دین سے تحریف غالین اور انتحال مبطلین کو دفع کیا جو بدعات میں مبتلا تھے اور فتنوں کو عام کر دیا تھا، کتاب اللہ کے بارے میں گروہ در گروہ ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اور اس کے بارے میں طرح طرح کے خیالات پیدا کیے، کتاب اللہ میں بغیر علم کے کلام کیا ہم گمراہ کن فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی و رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام و رحمت نازل فرمائے، اما بعد اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی توفیق دے، اور اپنے غضب سے محفوظ رکھے اور ہم سب کو اپنے ڈرنے والوں کی راہ پر چلائے جو اس کی معرفت رکھتے ہیں۔''

میں آپ کو اور خود اپنے کو تقویٰ، سنت رسول اور جماعت مسلمین سے لزوم کی وصیت کرتا ہوں، آپ کو ان کی مخالفت کرنے والوں کا بدانجام اور ان کے مطابق عمل

کرنے والوں کا نیک انجام معلوم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہم تک پہنچا ہے:

﴿ان الله ليدخل العبد الجنة بالسنة يتمسک بها﴾

''اللہ اپنے بندے کو ایک سنت پر سختی سے عمل کرنے پر جنت میں داخل کرتا ہے۔''

میں آپ لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ قرآن پر کسی چیز کو ترجیح نہ دیں، قرآن کلام اللہ ہے اور جس چیز کے ذریعہ اللہ نے کلام کیا ہے وہ مخلوق نہیں ہے، جن الفاظ کے ذریعہ قرونِ ماضیہ کی خبر دی ہے وہ بھی غیر مخلوق ہے، لوح محفوظ میں جو کچھ ہے وہ بھی غیر مخلوق ہے، جو شخص اسے مخلوق کہے کافر ہے، اور جو ایسے لوگوں کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔

کتاب اللہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت احادیث نبویہ، اور صحابہ و تابعین کے اقوال و آراء کا درجہ ہے، انبیاء و رسل کے بیانات کی تصدیق اور اتباع سنت میں سراسر نجات ہے۔ یہ باتیں اہل علم کے اونچے طبقہ سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔

جہم بن صفوان کے خیالات سے بچتے رہو، کیونکہ وہ دین میں رخنہ انداز ہیں فرقہ جہمیہ ہمارے علماء کے بیان کے مطابق تین گروہ پر مشتمل ہے، ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کا کلام اللہ ہے اور مخلوق ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ اور مخلوق غیر مخلوق ہونے کے بارے میں خاموش ہے، یہ واقضیہ ہے، اور تیسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن پڑھنے میں جو ہمارے الفاظ ہیں وہ مخلوق ہیں، یہ تمام کے تمام جہمیہ ہیں، اور علماء کا اتفاق ہے جس کا یہ قول ہے اگر وہ اپنے اس قول سے توبہ نہ کرے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور نہ اس کے فیصلے قابل قبول ہیں۔

ایمان وقول وعمل کا مجموعہ ہے اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے، تم نیک کام کرو گے تو ایمان میں زیادتی ہوگی اور بُرے کام کرو گے تو کمی ہوگی، یہ ہوسکتا ہے کہ آدمی ایمان سے خارج ہو کر اسلام میں داخل ہو جائے، اگر توبہ کر لے گا تو پھر ایمان میں داخل ہو جائے گا۔ اور اسلام سے سوائے شرک کے کوئی چیز نکل نہیں سکتی ہے، یا فرائض خداوندی میں سے کسی فریضہ کا منکر ہو تو کافر ہوگا، اور اگر کوئی شخص فریضہ سستی اور کاہلی سے ترک کرتا ہے تو اس کا معاملہ مشیت خداوندی کے حوالہ ہے اگر وہ چاہے تو عذاب دے اور اگر

چاہے تو معاف کردے۔

معتزلہ کے بارے میں ہمارے علماء متفق ہیں کہ وہ گناہ سے تکفیر کے قائل ہیں۔ پس معتزلہ میں سے جو اس اعتقاد پر ہوگا اس کو گمان ہوگا کہ حضرت آدم نے گناہ کا ارتکاب کر کے کفر کیا اور حضرت یوسف کے بھائیوں نے جب اپنے باپ کے سامنے جھوٹ کہا تو انہوں نے کفر کیا، معتزلہ اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ جو شخص ایک حبہ کی بھی چوری کرے گا وہ جہنمی ہوگا، اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی، اگر اس نے پہلے حج کیا ہے تو اس کو دوہرائے گا، اس قسم کی باتیں کہنے والے مرتکب کفر ہیں۔ ان کے بارے میں حکم ہے کہ نہ اُن سے سلام و کلام کیا جائے، نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے عقائد سے توبہ کرلیں۔

روافض کے متعلق ہمارے علماء متفق ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں۔ اور حضرت علیؓ کا اسلام حضرت ابوبکرؓ کے اسلام سے پہلے تھا۔ جو شخص اس کا قائل ہے وہ کتاب وسنت کا کھلے طور پر رد کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿محمد رسول الله والذين امنوا معه......الخ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو مقدم کیا ہے نہ کہ حضرت علیؓ کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿لو كنت متخذا خليلاً لا تخذت ابابكر خليلاً ولكن الله قد اتخذ صاحبكم خليلاً يعني نفسه﴾

''اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اللہ نے مجھے اپنا دوست بنالیا ہے۔''

جو شخص سمجھتا ہے کہ حضرت علیؓ کا اسلام حضرت ابوبکرؓ سے پہلے تھا وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانے کے وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی۔ اور حضرت علیؓ اس وقت سات سال کے بچے تھے، ان پر اسلامی احکام شرعی حدود اور دینی فرائض جاری نہیں ہوئے تھے۔

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ قضاء وقدر کے خیر وشر پر ایمان لائے، اور اعتقاد رکھے کہ قضاء وقدر کی ہر گوار ناگوار بات اللہ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی پیدائش سے پہلے جنت کو پیدا کیا ہے اور اس کے مستحقین کی بھی تخلیق کی، اس کی نعمتیں دائمی ہیں۔ جس کا خیال ہے کہ جنت کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے گا وہ کافر ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہنم اور اس کے مستحقین کو پیدا کیا ہے، اس کا عذاب بھی دائمی ہے، لوگ جہنم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ذریعہ نکلیں گے، اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔

میزان برحق ہے، صراط برحق ہے، انبیاء برحق ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، حوض، شفاعت، عرش، کرسی پر ایمان رکھنا چاہیے، اور اس بات پر ایمان کہ ملک الموت ارواح کو قبض کرتا ہے، پھر ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور ان سے ایمان، توحید اور رسول کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، نفخ صور پر ایمان رکھے جسے حضرت اسرافیل پھونکیں گے۔ اور اس پر بھی ایمان رکھے کہ مدینہ منورہ میں جو قبر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے، اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں، اعتقاد رکھے کہ بندوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، دجال کا خروج امت محمدیہ میں ہوگا اور حضرت عیسیٰ آکر باب لُد پر اس کو قتل کریں گے۔ علمائے اہل سنت نے جس بات کا انکار کیا ہے وہ منکر ہے۔ تمام بدعات سے پرہیز کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے افضل امت میں کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ سے افضل کوئی نہیں ہے اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ سے افضل کوئی نہیں ہے۔ خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ہمارا یہی قول ہے اور حضرت علیؓ کے بارے میں ہم خاموش ہیں، تفصیل کے بارے میں ہمارے نزدیک عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث صحیح ہے، یہ چاروں خلفائے راشدین بن مہدیین ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے بارے میں ہم شہادت دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں، ان کے نام یہ ہیں ابوبکر، عمر عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جن جن لوگوں

کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے ہم ان کے جنتی ہونے کے قائل ہیں۔

ہمارے نزدیک نماز میں رفع یدین کرنا اور آمین کہنا حسنات میں زیادتی کا باعث ہے۔ مسلمان امراء وقائدین کے لیے خیر و صلاح کی دعا کی جائے۔ ان پر تلوار سے حملہ نہ کیا جائے، باہمی فتنہ اور نزاع میں ان سے جنگ نہ کی جائے۔ کسی مسلمان کو اس بات کے کہنے پر مجبور نہ کیا جائے کہ فلاں فلاں شخص جنتی ہیں، البتہ عشرہ مبشرہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وہی اوصاف بیان کرو جن کو اس نے اپنے لیے بیان فرمایا ہے اور جن باتوں کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں نفی کی ہے تم بھی ان باتوں کی نفی کرو، اہل اہواء اور گمراہوں کے ساتھ بحث و تکرار سے بچتے رہو، صحابہ کرام کے معائب بیان کرنے سے رکو، اور ان کے فضائل بیان کرو، ان کے باہمی مشاجرات میں خاموش رہو، اہل بدعت سے دینی امور میں مشورہ نہ لو، اور نہ ان کے ساتھ سفر کرو، نکاح کے لیے ولی، خطبہ خواں اور دو عادل گواہ کی ضرورت ہے، متعہ قیامت تک کے لیے حرام ہے، ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو، اہل قبیلہ میں سے جو شخص مر جائے اس کی نماز جنازہ پڑھ دو، اس کا معاملہ اللہ پر ہے۔ ہر امام و امیر کی اطاعت کرتے رہو جہاد اور حج کے لیے نکلنا چاہیے، تکبیرات کہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ نماز جنازہ میں امام جتنی تکبیرے کہے تم بھی کہو، لیکن شافعیؒ نے اس مسئلہ میں مجھ سے اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر چار تکبیر سے زائد ہو تو نماز کا اعادہ کرے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بطور سند کے میرے سامنے پیش کی جس میں ہے کہ آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہی ہیں۔

خفین کا مسح مسافر کے لیے تین دن تین رات ہے اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے۔ اور رات دن کی نفل نماز میں دو دو رکعت ہے۔ نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے، جب مسجد میں داخل ہوں تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لو، وتر ایک رکعت ہے، اقامت کہنا ضروری ہے، میں اہل ہوا کے مقابلہ میں بہر حال اہل سنت کو اچھا

سمجھتا ہوں، چاہے ان میں کوئی عیب ہو، اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسلام اور سنت پر موت دے۔ اور اس کا علم عطا فرمائے اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق دے۔(۱)

شیخ الاسلام ہرویؒ کو جب ارباب بدع وتعطیل نے جلا وطن کیا تو تمام کتابیں گھر پر چھوڑ دیں صرف اس مکتوب کو توشۂ سعادت سمجھ کر اپنے ساتھ لے لیا، حافظ ابن مندہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اس وصیت کو پڑھا اور عمل کیا تو وہ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان کا ٹھیک ٹھیک مصداق ٹھہرا حافظ موصوف اپنے اکثر خطبات اس خطبہ سے شروع کرتے ہیں حافظ ابن جوزی کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنا وعظ جس میں خلیفۂ بغداد حاضر ہوتا تھا، اس خطبہ سے شروع فرماتے تھے حجۃ الاسلام حافظ ابن قیم تو اس کے ایسے شیفتہ ہوتے کہ اپنی اکثر کتابوں کو اس سے شروع کرتے ہیں۔(۲)

عقیدت

حضرت امام شافعیؒ نے اپنا قاصد امام احمد بن حنبلؒ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم عنقریب ایک عظیم مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو مگر اس سے سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ گے، یعنی قرآن مجید کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے مسئلہ میں، جس وقت قاصد نے امام احمد بن حنبلؒ کو خبر دی تو وہ امام شافعی کے قاصد کے آنے پر اس قدر خوش ہوئے کہ اسے اپنا کرتہ دیا۔ قاصد کرتہ لے کر پہنچا اور ان کو خبر دی، انہوں نے دریافت کیا، کیا یہ قمیص امام احمد کے بدن پر تھی، اس کے نیچے کوئی اور کپڑا تو نہیں تھا؟ عرض کیا ”نہیں“ امام شافعیؒ نے اس کو بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا، پھر ایک برتن میں رکھ کر اس پر پانی ڈالا، اسے مل کر نچوڑ لیا اور اس پانی کو شیشہ میں اپنے پاس رکھ لیا، جب ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کو اس میں سے تھوڑا سا بھیج دیتے، وہ اسے بدن پر ملتا تو اسی وقت شفایاب ہو جاتا۔(۳)

......◆◆◆......

۱۔ مناقب الامام احمد: ص ۱۶۷۔۱۷۱

۲۔ تذکرہ مولانا ابوالکلام آزادؒ: ص ۱۹۳۔۱۹۴

۳۔ اولیاء اللہ کے اخلاق: ص ۵۸

فہرست المراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
1-	اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	قاضی ابوعبداللہ حسینی بن علی
2-	اعلام الموقعین	ابن قیم الجوزیہؒ
3-	الاصابۃ	ابن حجر عسقلانیؒ
4-	الخیرات الحسان	ابن حجر ہیثمیؒ
5-	الفہرست	محمد بن اسحاق ابن ندیمؒ
6-	المحدث الفاصل	حسن بن عبدالرحمٰن رامہر مزیؒ
7-	بلوغ الامانی	
8-	تاریخ ابن عساکر	ابن عساکرؒ
9-	تاریخ بغداد	ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادیؒ
10-	تذکرۃ الحفاظ	علامہ شمس الدین ذہبیؒ
11-	تذکرۃ ائمہ اربعہ	بدر عالم میرٹھیؒ
12-	ترتیب المدارک	قاضی عیاض مالکیؒ
13-	تزئین الممالک	علامہ جلال الدین السیوطیؒ
14-	تعلیق البخاری	احمد علی سہارنپوریؒ
15-	تقلید کی شرعی حیثیت	مفتی تقی عثمانی مدظلہ
16-	تہذیب الکمال	علامہ مزیؒ

17-	تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانیؒ
18-	جامع بیان العلم	ابن عبدالبر اندلسیؒ
19-	جمہرۃ انساب العرب	ابن حزم اندلسیؒ
20-	حیات امام مالک	مولانا سلیمان ندویؒ
21-	درس ابن ماجہ	مولانا فیاض الدینؒ مدظلہ
22-	دیوان الامام الشافعی	امام شافعیؒ
23-	روضۃ المحبین	ابن القیم الجوزیہؒ
24-	سیرت ائمہ اربعہ	مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ
25-	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین صالحی دمشقیؒ
26-	عقود الجمان	محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ
27-	فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
28-	کتابوں کی درس گاہ میں	ابن الحسن عباسی
29-	گلہائے رنگارنگ	اسماعیل شجاع آبادی
30-	مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاریؒ
31-	محدثین عظام اوران کی کتابوں کا تعارف	مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ
32-	مظاہر حق	علامہ نواب قطب الدینؒ
33-	مقدمۃ اوجز المسالک	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
34-	مقدمۃ التعلیق الممجد	مولانا لکھنویؒ
35-	مناقب الامام احمد بن حنبل	ابن جوزی
36-	میزان الاعتدال	علامہ ذہبی
37-	وفیات الاعیان	ابن خلکان

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاول پور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد